ایک پُراسرار جاسوسی کردار

یعنی

شیخ احمد احسائی

مُسلمانانِ پاکستان کی عدالت میں

مؤلفہ

سید محمد حسین زیدی برستی

ناشر

اِدارہ نشرواشاعت حقائق الاسلام
لاہوری گیٹ چنیوٹ

نام کتاب: شیخ احمد احسائی مسلمانان پاکستان کی عدالت میں

نام مولف: سید محمد حسین زیدی برستی

اشاعت: طبع اول جنوری 1985ء طبع دوم اپریل 2006ء

ناشر: ادارہ نشر واشاعت حقائق الاسلام نزد ڈاکخانہ لاہوری گیٹ چنیوٹ

مطبع: معراج دین پرنٹنگ پریس مچھلی مارکیٹ لاہور

اظہار تشکر و دعا

ہم نے یہ کتاب 1974ء میں تالیف کی تھی 1984ء میں اس کتاب کی صرف کتابت کا انتظام ہو سکا اور اسکی پہلی اشاعت 1985ء میں کچھ مومنین کے تعاون سے پایہ تکمیل کو پہنچی اس کو ختم ہوئے کافی عرصہ گذر چکا تھا دوسری نئی کتابوں کی طباعت کی وجہ سے اسکی دوسری اشاعت کی طرف توجہ نہیں دی جا سکی تھی اب جناب میر ضمیر حسین صاحب نے جو برمنگھم انگلینڈ میں رہتے ہیں ہماری تالیفات سے محظوظ ہوئے اور فون پر اس کتاب کی دوبارہ اشاعت کی فرمائش کی ہے اور اسکی طباعت کے لئے برمنگھم انگلینڈ سے تعاون فرمایا ہے۔ دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ انکے تمام مرحومین علی الخصوص میر منظور حسین صاحب مرحوم و میر لہراسپ صاحب مرحوم و رابعہ بی بی مرحومہ اور دوسرے تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے انکے درجات عالیہ کو بلند فرمائے اور انکو جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا کرے اور میر ضمیر حسین صاحب کی توفیقات خیر میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین یارب العالمین

احقر، دعا گو سید محمد حسین زیدی برستی

ادارہ نشر واشاعت حقائق الاسلام

ہفت روزہ رضا کار کا تبصرہ

جریدہ فریدہ ہفت روزہ "رضا کار" نے مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۸۵ء کی اشاعت میں اس کتاب پر جو تبصرہ کیا وہ حسب ذیل ہے۔

"گذشتہ بیس سال سے پاکستان میں شیخی حضرات زیادہ کھل کر شیخی مذہب کے لئے کام کرنے لگے ہیں۔ شیعہ علماء نے شروع ہی سے ان کی کارستانیوں کو بھانپ کر عوام کی راہنمائی کا فریضہ ادا کیا ہے۔ زیر نظر کتاب کے مئولف مولانا سید محمد حسین زیدی برستی، شیخیوں کے مقابلے میں مذہب حقہ جعفریہ اثنا عشریہ کا دفاع کرنے والوں میں بہت نمایاں رہے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب ان کی اسی سلسلہ کی ایک تازہ مدلل معیاری اور ضلالت شکن کاوش ہے۔

کتاب ھذا اپنی حوالوں سے منفرد ہے۔ اردو میں پہلی جامع تصنیف ہے۔ جس میں مذہب شیخی کے بانی شیخ احمد احسائی کا ہمہ گیر تعارف کرایا گیا ہے۔ اس تعارف کے لئے شیخ کی خود نوشت سوانح حیات، سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی کا عربی متن اور اس کا اردو ترجمہ شامل کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ شیخ کے فرزند شیخ احمد احسائی کی تصنیفات اور ذات کا تعارف موجود ہے علاوہ ازیں زیر نظر کتاب میں قدیم اور جدید کے شیعہ مجتہدین اور اعلام کے شیخ احمد احسائی کے بارے میں فتاویٰ بھی موجود ہیں۔ پاکستان میں ممتاز شیخی علماء شیخ محمد حسنین سابقی کی عربی کتاب عبقریۃ الشیخ الاوحد اور شیخ عبد الحسین سرحدی کی کتاب تذکرۃ الشیخ الاوحد کا جواب ہے۔

شیخ احمد احسائی کی اپنی کتاب سے اس کے عجیب وغریب دعوے سامنے آتے [illegible] بارے میں اس کے خلیفے اور شیخی علماء نہایت تعجب خیز عقائد رکھتے ہیں۔ زیر نظر کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ احسائی اپنے بارے میں مامور من اللہ معصوم عن الخطا صاحب وحی والہام۔ عالم الغیب۔ افضل خلائق وغیرہ کا دعویٰ رکھتا تھا۔

یہ کتاب شیخ احسائی کی حقیقت جاننے والوں کے لئے ایک مستند دستاویز ثابت ہوگی۔

مئولف جوابات عالیہ آقائے بلال مہدی اسلام آباد کا تبصرہ

آپ کی تصنیف ''ایک پراسرار جاسوسی کردار'' جناب سید محمد ثقلین کاظمی کے ذریعہ موصول ہوئی۔ خدا آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے آپ نے جس محنت سے اس بازاری اور مکروہ چہرے کے پردے کو اتار کر اُس کے تار تار کو فضا میں بکھیرا ہے بندہ اس پر آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ اب کوئی اندھا انسان ہی ان کے مکرو فریب میں پھنس سکتا ہے۔ میرے پاس آپ کی پہلی ترجمہ شدہ تصنیف (تنبیہ الانام) موجود ہے۔ عرصے سے اس کتاب کا تذکرہ چلا آ رہا تھا اور اس کے آنے سے پہلے ہی سے شیخیہ کو یتیہ احقاقیہ کے سروں پر موت کے بادل منڈلا رہے تھے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ پاکستان اور اردو زبان میں پہلی عظیم کتاب ہمارے ہاتھوں میں پہنچ گئی ہے۔

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ نے صرف شیخیت اور اس کے ادعا باطلہ پر بحث کی ہے اور وہ بھی ان کی اپنی تحریرات سے شاید ہمارے ملک کے اچھے خاصے علامہ بھی ان کے عشر عشیر سے بھی واقف نہیں ہوں گے۔ اگر واقف ہوتے تو مفسر قرآن جیسی شخصیت احقاقیوں کے دھوکہ میں کیوں آتے۔ خدا کرے کہ اب وہ آپ کی تحقیق کو سامنے رکھ کر اپنی گذشتہ سے رجوع فرمالیں۔ کیوں کہ اُن کے لئے اس سے بہتر کوئی راستہ نہیں ہے اور نہ اس کتاب سے بہتر تحقیقی مواد ان کو مل سکتا ہے پھر آپ نے جس [illegible] میں موجودہ صدی کے مرزا غلام احمد کے مذہب اور آنجہانی احسائی کے [illegible] ثابت کی ہے وہ صحیح اور حق ہے۔ اس کتاب میں آپ نے جس خوبی اور [illegible] شیخیوں کے سرغنہ افراد کا تعارف کرایا ہے وہ مومنین پاکستان کے [illegible] کام دے گا۔ انشاءاللہ

ایک پُر اسرار جاسوسی کردار پر تبصرے

رونامہ جنگ کا تبصرہ

رونامہ جنگ نے مورخہ ۶ شوال ۱۴۰۵ھ جون ۱۹۸۵ء کی اشاعت میں ہماری کتاب ''ایک پراسرار جاسوسی کردار پر جو تبصرہ کیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

''یہ کتاب اپنے نام کے اعتبار سے رد شیخیت یعنی شیخ احمد احسائی کے افکار و نظریات کی تردید میں نظر آتی ہے۔ لیکن معاملہ یوں نہیں، مصنف نے شیخ احمد احسائی کے عقائد کی بحث کے لئے باقاعدہ دو کتب مخصوص کی ہوئی ہیں۔ زیر نظر کتاب شیخ احمد احسائی کی اپنی ذات کے بارے میں ہے کہ وہ خود اپنے بارے میں کیا کہتا ہے اور دوسرے روسائے شیخیہ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ وہ کیا تھا اور کیا بنا رہا۔ پاکستان میں اس موضوع پر اگرچہ چند ایک کتب ملتی ہیں لیکن تحقیق و تدقیق کے اعتبار سے کتاب ھذا کے لئے جس قدر محنت کی گئی ہے دوسری کتب کی تیاری کے لئے اس کا عشر عشیر بھی جدو جہد نہیں کی گئی۔ مصنف نے نہایت عرق ریزی سے عربی و فارسی کتب کے حوالے تلاش کئے ہیں اور جیسا کہ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انہیں پورے سیاق و سباق کے ساتھ پیش کیا ہے اور [illegible] علمی دیانت اس بات کا تقاضا کرتی ہے۔ کئی ایک موقع پر مطلوبہ حوالہ جات کا عکس لگا [illegible] سے کتاب کی افادیت دو چند ہوگئی ہے۔

اس موضوع پر دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے یہ کتاب خاصے کی چیز ہے''

دیباچہ طبع دوم

قارئین محترم! "ایک پر اسرار جاسوسی کردار یعنی شیخ احمد احسائی مسلمانان پاکستان کی عدالت میں" کا دوسرا ایڈیشن پیش خدمت ہے۔

اس شخص کو ایران و عراق کے اس زمانے کے تمام بزرگ مجتہدین عظام اور مراجع عالیقدر شیعان جہاں نے اس کے دعووں اور اسکے عقائد اور باطل نظریات کی بناء پر اسی طرح سے کافر قرار دیا تھا اور اسکی پیروی کرنے والوں کو شیخی اور اسکے باطل عقائد و نظریات کو مذہب شیخیہ کا نام دیا تھا۔ جس طرح ہندو پاکستان کے سنی علماء نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر اور اسکی پیروی کرنے والوں کو مرزائی اور قادیانی قرار دیا تھا۔

پاکستان میں شیخی مبلغین اس شخص کو اور اس کے جانشینوں کو آیت اللہ العظمی اور مجدد دین امامیہ کے القاب سے متعارف کرا رہے تھے اور شیعیان پاکستان کو دھوکہ دینے کے لئے اسکی سوانح حیات کو اسطرح سے شائع کر رہے تھے جیسا کہ وہ مذہب شیعہ کا بہت بڑا عالم ہو۔ چنانچہ شیخی مبلغ محمد حسین ساجی نے عبقریۃ الشیخ الاوحد لکھ کر شائع کی اور دوسرے شیخی مبلغ عبدالحسین سرحدی نے تذکرہ الشیخ الاوحد کے نام سے اسکی سوانح حیات شائع کی۔ ہماری یہ کتاب ان دونوں شیخی مبلغین کی مذکورہ دونوں کتابوں کا رد و ابطال ہے۔ ہم نے شیخ احمد احسائی کی وہ سوانح حیات جو اس نے خود لکھی ہے اس کتاب میں سالم شامل کر دی ہے۔ آپ اس کے مطالعہ سے معلوم کرینگے کہ اس شخص کا دعوی یہ ہے کہ وہ نبی امی کی طرح کسی سے نہیں پڑھا۔ اور اس کے تمام علوم بذریعہ وحی حاصل کردہ ہیں۔ جو سب کے سب باطل اور غلط ہیں پہلے ایڈیشن کا آج تک کوئی جواب نہ دے سکا اب یہ دوسرا ایڈیشن پیش خدمت ہے تاکہ پڑھنے والے اس سے عبرت حاصل کریں۔ وما علینا الا البلاغ

احقر سید محمد حسین زیدی برتی

فہرست

دو اہم دستاویزات

ہم سب سے پہلے اگلے صفحات میں مسلمانانِ پاکستان کے سامنے شیخ احمد احسائی کی اصل خود نوشت سوانح حیات پیش کر رہے ہیں۔ شیخ احمد احسائی کی یہ سوانح حیات حسین علی محفوظ نے بغداد (عراق) سے شائع کی ہے اور شیخیہ احقاقیہ کویت اس کو نشر کر رہے ہیں۔ اور یہی سوانح حیات رود سائے شیخیہ کرمان کے یہاں فہرست کتب مشائخ میں سنہ ۱۳۶۰ سے صفحہ ۱۲۱ تک بعینہ درج ہے اس کے بعد دوسری اہم دستاویز شیخ احمد احسائی کے فرزند شیخ عبداللہ کی تحریر کردہ کتاب شرح احوال زندگانی شیخ احمد احسائی ہے۔

سیرۃ شیخ احمد احسائی میں حسین علی محفوظ کا مقدمہ

ہمیں شیخ احمد احسائی کی سوانح حیات کے ساتھ حسین علی محفوظ کا مقدمہ درج کرنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن چونکہ وکیل مدافعہ شیخ احمد احسائی یعنی محمد حنیف سابقی نے حسین علی محفوظ کے مذکورہ مقدمہ میں سے اپنے شیخ کی تعریف میں دو جملے نکال کر عبقریۃ الشیخ الاوحد کے صفحہ ۳۵ سطر ۶ تا ۱۲ پر یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

کلمۃ الاستاذ الفاضل العلامۃ حسین علی محفوظ

استاذ علوم الحدیث والرجال والسابر والنقاد والمکثرین جمع بین ثقافۃ المغرب والشرق، ذکر فی مقدمۃ سیرۃ الشیخ احمد احسائی انہ الفقیہ الاشرف الشیخ احمد الاحسائی وان اختلف الناس فیہ فقد ستہ طائفۃ والفرقۃ آخرون احد اعیان فقہاء الامامیۃ واحد آبائہم وعلمائہم المشہورین فی القرن الثالث عشر وکان محقق فی زمانہ من کبراء اساتذۃ الحکمۃ الالٰہیۃ

استاذ فاضل علامہ حسین علی محفوظ کا بیان

علوم حدیث ورجال وتفسیر کے استاد و نقاد مغربی اور مشرقی علوم کے جامع سیرۃ شیخ احمد احسائی شیخ نجف الاشرف کے مقدمہ میں تحریر کرتے ہیں کہ شیخ احمد احسائی کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے ایک گروہ تو اس کو مقدس جانتا ہے اور دوسرے اس کو کافر قرار دیتے ہیں۔ تیرھویں صدی ہجری میں امامیہ کے فضلا ادبا اور مشہور علماء میں سے ایک تھے اور وہ اپنے زمانے کے فلسفہ کے بزرگ اساتذہ میں سے شمار ہوتے ہیں

محمد حسین سابقی مبلغ شیخیہ نے سالم مقدمہ میں سے مذکورہ آخری دو جملے نکال کر فخر کے ساتھ کہا ہے کہ ہمارے شیخ کی شیعہ علمائے اعلام اس طرح سے مدح سرائی کرتے ہیں حالانکہ اس اثنا حصہ میں بھی "فقدسته طائفة وكفره آخرون" یعنی ایک گروہ تو اس کو مقدس جانتا ہے اور دوسرے اس کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اس کے کفر کا بیان چھپا ہوا ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اس کو مقدس تو صرف اس کے پیرو ہی جانتے ہیں اور باقی دوسرے کافر کہتے ہیں لیکن ہم سالم مقدمہ اس لئے ساتھ نقل کر رہے ہیں تاکہ ہمارے قارئین کو معلوم ہو جائے کہ مدافعین شیخ اور پیروان شیخ مذمت کے گہرے سمندر میں سے بھی اس طرح اپنے شیخ کی تعریف کے موتی تلاش کر کے لے آتے ہیں اور اس کو شیعہ علماء کی طرف سے تعریف کے طور پر پیش کرتے ہیں اور بے خبر شیعہ عوام کو کس طرح سے فریب دیتے ہیں اور اس طرح شیعان پاکستان کو بھی پیروان شیخ کے اس دجل وفریب مکاری دغابازی اور فریب کاری کا علم ہو جاتا ہے۔

لہٰذا ہم محترم قارئین سے حصول انصاف کے لئے یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ شیخی مبلغ محمد حسین سابقی وکیل مرافعہ شیخ کے اس تعریفی بیان کا جو اس نے حسین علی محفوظ کے مقدمہ سے نکال کر دھوکا دینے کے لئے پیش کیا ہے حسین علی محفوظ کے سالم مقدمہ کے ساتھ مقابلہ کریں اور یہ دیکھیں کہ یہ مقدمہ سراسر مذمت اور انتہائی طور پر طنز آمیز

ہونے کے علاوہ شیخ کی تکفیر کے بیان اور مذہب شیخیہ کے بانی ہونے کے اظہار پر مشتمل ہے یا اس میں تعریف کا کوئی پہلو ہے! یہی صورت حال دوسرے شیعہ علماء کے یہاں بیان کردہ اقتباسات کی ہے جس کا بیان ہم مناسب مقام پر کریں گے۔

احقر

سید محمد حسین زیدی برستی

سيرة

الشيخ احمد الاحسائي

اخرجها

الدكتور حسين علي محفوظ

انفق على نشرها الحاج يوسف بو علي الاحسائي

مطبعة المعارف - بغداد

١٣٧٦ هـ - ١٩٥٧ م

الشيخ احمد الاحسائي - وان اختلف الناس فيه ، فقدسته طائفة ، وأكفره آخرون - أحد أعيان فضلاء الامامية ، وأدبائهم ، وعلمائهم المشهورين ، في القرن الثالث عشر للهجرة . وقد كان يعد - في زمانه - من كبراء أساتذة الحكمة الاعلام . ثم انه زعيم الشيخية ، الذين أخذوا أنفسهم باعتقاد آرائه ، واعتناق مذهبه ، والقيام بنصره ، والتحمس له .

وهذه الطائفة - وان قرب العهد بها - غامضة العقيدة ، غمت علينا أكثر حقائقها ، عد عن المقالات القديمة ، والنحل الماضية ، وخوالي الديانات .

أنا لا يعنيني - الآن - من شأن الشيخية شيء . ولا أريد أن أتجشم الكلام على عقيدتها أو مآربها ، فهو أمر أهله أحق منا به . لكني أعرفها انها - كمثل سائر الفرق المذهبية - كانت هدفا لطعن الناقدين ، من غيرها من الطوائف ، حتى لقد تبع بعضهم بعضا ، وألفت كتب ، وأفردت رسائل ، وقرعت حجج ، وصدمت براهين ، وردت آراء .

وأحسب هذه الرسالة الصغيرة أنها - في الحقيقة - فذلكة حياة الشيخ الاحسائي ، كتبها هو لابنه الاكبر ، استودعها خلاصة سيرته في صباه ، مع اشارات ، ربما أعانت على فهم تاريخ الرجل ، وروح مجتمعه . وقد أحتوها أحلاما ورؤى رآها ، كان يستلهمها معرفة العويص ، واستخراج المبهم ، وكشف المحجوب . ويقول انها ينبوع كل ما عنده من علم وحكمة وفضل . وأعجب من ذلك كله ، انه كان يستطيع أن يرى في المنام ، من شاء أني شاء .

لا تظنن ان هذه الرسالة كتاب علمي في التعبير ، ولا تحسبها مجموعة تاريخية ، ولا تعدها دراسة كلامية . انما هي سجل شخصي قد يوضح تأثير (اللاشعور) في خلق عظمة فتى ، تهيأ له أن يؤم طائفة اسلامية كبيرة من بعد .

أنا لا أدعوك الى الايمان بما جاء في هذه الرسالة من أحلام ، كما لا اكلفك تصديق ما كان نسبه الشيخ اليها من معجزات الالهام ، والوحي الثقافي . ولي أنا رأيي في الاحلام والتعبير من وجهة العلم والدين .. ولكني لا أرتاب في انك تشركني في التلذذ بتصور حياة أناس وطأوا قبلنا هذا الكوكب ، ثم فارقوا أديم الارض ، وقد لفهم سكوت الموت ، وظلمات التاريخ ...

الكاظمية في ٥-٦-١٩٥٧

الدكتور حسين علي محفوظ

(ط-١ F) بسم الله الرحمن الرحيم

والحمد لله رب العالمين ، وصلى الله على محمد ، وآله الطاهرين .

(أما بعد) ، فيقول العبد المسكين ، أحمد بن زين الدين بن ابراهيم بن صقر بن ابراهيم بن داغر ، غفر الله لهم اجمعين ، بن رمضان بن راشد بن دهيم بن شمروخ ، آل صقر ، وهو كبير الطائفة المشهورة بالبحاشر ، وشيخهم ، وبه يفتخرون ، واليه ينتسبون :

« فقد [illegible] في بلدنا المعروفة بالمطيرف ، من الاحساء ، وترك البادية ، ومن الله عليه بالايمان ، وله الحمد والمنة . ليستنقذنا من الضلالة وكانت أولاده كلهم من الشيعة الاثني عشرية ، الى ان [illegible] ، وخلصني من الارحام والاصلاب حتى أخرجني الى الدنيا ، وله الفضل والحمد والشكر ، تخرجت في وقت ، قد انتشر الجهل ، وعم الناس خصوصا في بلدنا ، لانها نائية عن المدن ، (ظ-٢ F) وليس فيها أحد ممن يدعو الى الله ، [illegible] ولا يعرف اهلها شيئا من الاحكام ، ولا يفرقون بين الحلال والحرام . « وكان مما اقتضى على عزوجل ، أن رزقني رؤية [illegible] الله بالعلم . وكان كبيرهم سنا وعلما هو الامين الامين محمد تقي ، [illegible] الله ، [illegible] وجعلني من المنية فداه . [illegible] تلتمس مني أن أذكر بعض [illegible] في حالة الصغر ، وحال التعلم ، لتكون كالتاريخ ، فأجبته الى ما التمس مني . كانت ولادتي في السنة السادسة والستين بعد المائة والالف من الهجرة (١١٦٦) في شهر [illegible] وعلى رأس الستين من ولادتي ، جاء مطر شديد ، وأتت بلادنا سيول ومن [illegible] كان عمق الماء في المكان المرتفع من بلادنا ذراعين ونصفا . تقريبا . وفي [illegible] اليوم [illegible] والد المرحوم المبرور ، أخي الشيخ صالح . تغمده الله برحمته وأسكنه بحبوحة [illegible] اليوم الثالث ، وقد [illegible] بيوت بلدنا كلها ، لم يبق فيها الا مسجدها ، وبيت لعمتي [illegible] رحمة (ط-٢ F) الله عليها . وكان ح (حينئذ) عمري [illegible] مختصر الفقه : قرأت القرآن . وعمري خمس [illegible] في حال [illegible] ، حتى اني اذا كنت مع الصبيان . ألعب معهم كما [illegible] في النظر ، أكون في مقدمهم ، وسابقهم . واذا لم يكن معي أحد [illegible] في النظر والتدبر ، وانظر في الاماكن الخربة ، والجدران المنهدمة ، [illegible] وكانت عامرة ، ثم خربت [illegible] ابكي اذا تذكرت اهلها وعمرانها [illegible] الباشة حاكم الاحساء ، وتاثب عليه [illegible] الباشة ، [illegible] ويأخذ الاحساء ، ويحكم

فيها محمد آل عزيز، وبعد أن مات، حكم في الاحساء، ابنه علي آل محمد، وقتله اخوه وجين البرغرعر، وكان مقتله قرب عين الحوار. بالحاء المهملة. ودفن هناك، فاذا مررت. وعمري خمس سنين، تقريبا. بقبره، اقول. في نفسي: أين ملكك؟ (ك F-3) أين قوتك؟ أين شجاعتك؟ وكان في حياته. على ما يذكرون. أشجع أهل زمانه، واشدهم قوة في بدنه؟ واتذكر أحواله، وابكي بكاء شديدا، على تغيير أحوال الدنيا، وتقلبها وتبدلها. وكانت هذه حالتي، ان كنت مع الصبيان، في لعبهم، وأنا مشتغل باللعب معهم. وان كنت وحدي، فأنا أتفكر، وأتدبر. وكان اهل بلدنا في غفلة، وجهل، لا يعرفون شيئا من احكام الدين، بل كل أهل البلد، صغيرهم وكبيرهم، لهم مجامع، يجتمعون فيها بالطبول، والزمور، والملاهي، والغنا (ء)، والعود، والطنبر. وكنت. مع صغري. أتقدد أصبر عن الحضور معهم ساعة، فتنقدي من الميل الى طرفهم، مالا أكاد أصف. وابكي وحدي شوقا الى ما أتخيله من أفعالهم حتى أكاد اقتل نفسي. واذا خلوت وحدي، اخذت في الفكر، والتدبر، وبقيت على هذه الحال. فلما أراد الله. سبحانه. انقاذي من تلك الحالات، اجتمعت مع رجل، من أقاربنا من المدمنين في طرق الضلالة، المتوغلين في أفعال الغواية والجهالة، وقال، أنا اريد أقرأ لكم بعض أبيات (ك F-3) الشعر، وأريك تعيننى. هذا. وأنا صغير ما بلغت الحلم. فقلت له: افعل فقدمنا في خلوة، فأخذ. أوراقا صغارا. عنده. يقلب فيها، واذا فيها أبيات شعر منسوبة للشيخ علي بن حماد البحراني الاوالي. تغمده الله برحمته ورضوانه. في مدح الأئمة. عليهم السلام. وهي:

لله قوم اذا ما الليل جنهم	قاموا من العرش للرحمن عبادا
الارض تبكي عليهم حين تفقدهم	لانهم جعلوا للارض أوتادا
هم المطيعون في الدنيا لخالقهم	وفي القيامة سادوا كل من سادا
محمد وعلي خير من خلقوا	وخير من مسكت كفاه أعوادا
ويركبون مطايا لا تملهم	اذا هم بمنادي الصبح قد نادى

فلما قرأ هذه الابيات ألقاها، وقال: الجاهل، ان الذي ما يعرف النحو، ما يعرف الشعر. فلما سمعت هذا الكلام منه وكان صبي، امه بنت عم امي. تغمده الله برحمته. اسمه الشيخ احمد بن محمد آل ابن حسن، يقرأ في النحو، في بلدة قريبة من بلدنا، بينهما قدر فرسخ. عند المرحوم الشيخ محمد ابن الشيخ محسن (قدس الله [ك F-4] روحه). قلت للشيخ احمد: ما اول شيء يقرأ فيه من النحو؟ فقال: عوامل الجرجاني. فقلت له: اعطني

اكتبها. فأخذتها. وكتبتها. ولكني، استحيي ان اذكر لوالدي. قدس الله روحه، ولوضريحه. لانه كان عندي من الحياء شيء ما يتصور، حتى ان تلك الحال، الذي أشرت اليه، من الاشتياق الى أفعال اولئك الفساق، ما اطلع عليه احد، الا الله. سبحانه. فمضيت فيه الى موضع من بيتنا، يقعد فيه والدي ووالدتي، ونمت فيه، وبيتت بعض الاوراق التي فيها العوامل، وأتت والدتي. وأنا مغمض عيني، كاني نائم. ثم أتى والدي، وقال لوالدتي: ما هذا الاوراق، التي عند أحمد؟ قالت ما اعلم. فقال: ناوليني. فأخذتها، وأنا أرخيت اصابعي. من حيث لا يشعر. حتى تأخذ القرطاس، فأخذتها، واعطته والدي. رحمه الله. فنظر فيها وقال: هذه رسالة نحو. من أين هذه؟ قالت: ما ادري. فقال: رديها مكانها. فردتها وأنت اصابعي. من حيث لا تشعر. فوضعتها في يدي، وبقيت قليلا، ثم تمطيت، وانتبهت، واخفيت. (ك F-4) القرطاس، كأني احب ان لا يطلع عليها. فقال لي والدي: من أين لك هذه الرسالة النحوية؟ قلت: كتبتها. فقال لي: تحب أن تقرأ في النحو؟ فقلت: نعم. وجرت (نعم) على لساني من غير اختياري. وأنا في غاية الحياء. كان قولي نعم من أقبح الأشياء. ولكن الله. وله الحمد والشكر. اجراها على لساني من غير اختياري. فلما كان من الغد، ارسلني مع شيء من النفقة، الى البلد التي فيها الرجل العالم، اعني، الشيخ محمد بن الشيخ محسن. واسمها: القرين، ومضيت مع ذلك الصبي، الذي تقدم ذكره، وهو الشيخ احمد. رحمه الله. فكان شريكي في الدرس عند الشيخ محمد، وقرأت (العوامل) و(الآجرومية) عنده، ورأيت في المنام رجلا، كأنه من ابناء الخمس والعشرين سنة، أتى الي. وعنده كتاب. فأخذ يعرف لي قوله. تعالى: "الذي خلق فسوى. والذي قدر فهدى" مثل خلق أصل الشيء، يعني هيولاه، فسوى صورته النوعية، وقدر [illegible] فهداه الى طريق الخير والشر، يعني من هذا النوع (ك F-5) وان لم يكن خصوص ما [illegible] وأنا منصرف الخاطر عن الدنيا، وعن القراءة التي يعلمنا الشيخ، لانه [illegible] زيد، مبتدأ، وقائم: خبر. وبقيت أحضر المشائخ، ولا اسمع شيئا ما [illegible] في المنام من ذلك الرجل شيئا. وبقيت مع الناس بجسدي، ورأيت أشياء كثيرة، لا [illegible] منها، اني رأيت في المنام، كأني أرى جميع الناس صاعدين على السطوح، [illegible] فصعدت انا سطح بيتنا، واذا أنا أرى شيئا، اتى مما بين المغرب والجنوب، [illegible] طرف منه. وطرف آخر متدل. كالسرادق وهو مقبل الينا، [illegible] الناس [illegible] انحط الى الجهة اسفل، حتى وصل الينا. وكان أسفل ما منه، ما كان [illegible] الا هو شيء لطيف، لا تدرك حاسة اللمس بالجسم، الا بالبصر،

وهو أبيض بلوري، يكاد يخفى من شدة (ظ F.5) لطافته. وهو حلق متشبحة على هيئة
نسج الدرع. ولم يصل إليه أحد من تلك الخلائق، المتطلعين إليه غيري. ورأيت ليلة أخرى:
كأن الناس كلهم يتطلعون على السطوح، كالرؤيا الأولى، إلى شيء نزل من السماء، وقد سد جهة
السماء إلا أن جميع أطرافه متصلة بالسماء، ووسطه منخفض، ولم يصل إليه من تلك
الخلائق أحد غيري، لأن أخفض ما في وسطه المتدلي، هو الذي وصل إلي فقبضته بيدي،
فإذا هو غلظ ثخين. وروي لي - الهنا - كأن جبلاً عالياً، إلى عنان السماء وحوله - من جميع جوانبه
رمال سيالة ... وكل الخلائق، يعالجون في صعوده، ولم يقدر أحد منهم، أن يصعد منه قليلاً،
وأتيت أنا وصعدته كلمح البصر بأسهل حركة إلى أعلاه. وأمثال ذلك، من الأمور الغريبة،
التي أعجز عن احصائها. ثم إني رأيت ليلة، كأني دخلت مسجداً، فوجدت فيه رجالاً ثلاثة،
وشخص آخر، يقول: (ظ F6) لكبير الثلاثة: يا سيدي، كم أعيش؟ فقلت: من هؤلاء؟ ومن
هذا الذي تسأله؟ فقال: هذا الحسن بن علي بن أبي طالب - عليهم السلام. فمضيت إليه، وسلمت
عليه، وقبلت يده، وتوهمت أن الذين معه: الحسين، وعلي ابن الحسين. عليهما السلام. فقال
عليه السلام: هذا علي ابن الحسين، وهذا الباقر. عليهما السلام. فقلت: أنا - يا سيدي - كم أعيش؟
فقال: خمس سنين أو أربع سنين. أو قال: خمس سنين وأربع سنين فقلت له: الحمد لله.
فلما علم مني الرضا بالقضاء، قعد عند رأسي. وذلك: كأني حين أظهرت الرضا بما قال - نائم
على قفاي، ورأسي إلى جهة القطب الجنوبي. وهم (عليهم السلام) قيام، على جانبي الأيمن
كالمصلين على الميت. إلا أن الحسن (عليه السلام) مما يلي رأسي. فلما أظهرت الرضا بالقضاء،
قعد عند رأسي، ووضع فمه على فمي، فقال له علي بن الحسين (ع): أصلح إن كان في فرجه
خراب. فقال الحسن (ع): الفرج لا يخاف منه، وإن أعتمه الله، فإنما يخاف من القلب
فتعلقت (ظ F.6) به، فوضع يده على وجهي، وأمرها إلى صدري حتى وجدت برد يده الشريفة
في قلبي. ثم كأني أنا وهم قيام، فقلت له: يا سيدي: أخبرني بشيء إذا قرأته رأيتكم. فقال لي:

كن عن أمورك معرضاً ... وكل الأمور إلى القضا
فلربما اتسع المضيـ ... ـق وربما ضاق الفضا
ولرب أمر متعب ... لك في عواقبه رضا
الله يفعل ما يشا ... ء فلا تكن متعرضا
الله عودك الجميـ ... ـل فقس على ما قد مضى

ثم قال: رب أمر ضاقت النفس به ... جاءها من قبل الله فرج.

لا تكن من وجه روح آيسا ... ربما قد فرجت تلك الرتج
بينما المرء كئيب دنف ... جاءه الله بروح وفرج

وكان يقرأ من الأول فقرة، ومن الثاني فقرة. فقلت: كيف هذا؟ فقال عليه السلام:
قد يستعمل في الشعر هكذا. فقلت: يا سيدي: هل رأيت القصيدة التي أولها:

ألا انظرن يا خليلي بين أحوالي ... في أيها هو أحلى لي وأحرى لي

فقال: رأيتها - وهي عجيبة، إلا أنها ضائعة. وذلك (ظ F.7) إنما قال - ع - ذلك، لأني
نظمتها في التغزل. فقلت له: إني (إن شاء الله) تع (- تعالى) النظم في مدحكم قصيدة.
ثم إني أجبت الصوانهم، لئلا أنسى هذه الأبيات، وثقة مني بوعده - عليه السلام - ثم إني
ذات ليلة - قعدت آخر الليل لصلاة الليل - وكان قريب بلدتنا بلد اسمها (البابة) - وفيها نخلة
طويلة جداً، ما رأيت - منذ خلقت - نخلة طولها - وعليها حمامة باكية، وهي تنوح، فتذكر
تلك الرؤيا، ومن رأيت. فنظمت القصيدة، في مدحهم - عليهم السلام - التي أولها:

لي العزاء عز وجل الرجل ... وما بي مدمعي بما احتمل

وهي موجودة. والحاصل، ثم إني بقيت أقرأ الأبيات كل ليلة، وأرددها، ولا أراهم - عليهم
السلام - كم شهر. ثم إني استشعرت أنه - عليه السلام - ما يريد مني [illegible] الأبيات، وإنما
يريد مني التخلق بمعانيها. فتوجهت إلى الإخلاص في العبادة، وكثرة الفكر والنظر في
العالم، وكثرة قراءة القرآن، والاعتبار (ظ F.7) والاستغفار في الأسحار. فرأيت مناماً
[illegible] عجيبة، في السماوات، وفي الجنات، وفي عالم الغيب، والبرزخ، ونقوشها، وألوانها،
[illegible] ثم انفتح لي رؤيتهم - عليهم السلام - حتى إني أكثر الليالي والأيام، أرى من
[illegible] منهم، إلى ما أختار منهم الذي أراه - عليه السلام - وإذا رأيت أحداً منهم، وانتهت
[illegible] كلامي، قبل مقامه، رجعت في النوم، ورأيت ذلك الذي رأيته عند منقطع كلامي، حتى
[illegible] أحد من الناس، أن إذا رأيتهم، فاسأل لي الدعاء، رأيت كذلك وقد
[illegible] صالح، أن إذا رأيت القائم - ع - فاسأله لي الدعاء. فرأيت القائم -
[illegible] فقلت له، يا سيدي، أن أخي صالحاً، يسألك الدعاء، فدعا له، وقال:
[illegible] ابنه. وكنت في أول انفتاح باب الرؤيا، رأيت
[illegible] طالب - ع - فسألته عن مسائل، فأجابني، ثم وضع فمه الشريف -
[illegible] الشرب - وهو ساخن، إلا أنه ألذ من الشهد،
[illegible] ثم بعد كم سنة، رأيت النبي - صلى الله

عليه وآله ـ وقلت :

يا سيدي ، أريد منك أن اخلع الدنيا امتلاء ، بحيث لا أعرق .

فقال : هذا أصلح .

فشددت عليه في الطلبة ، فماطلني ، ومضى عني ، من حيث لا أشعر . ففتشت عليه ، ثم وجدته ، وقلت له : أنا أريد منك هذا المطلب .

فقال : يمكن ـ بعد حين .

فغاب عني ، فطلبته ، فوجدته . وشددت عليه مرارا ، فمرة يقول : هذا أصلح . ومرة يقول : بعد حين .

فلما أيست من مطلبي ، قلت له : اذن زودني .

فرفع يمينه الشريفة ، وأراد أن يمسح بها وجهي ، وصدري .

قلت له : ما أريد هذا .

فقال لي : ما تريد ؟

قلت : أريد تسقيني من ريقك . فوضع فمه على فمي ، ومج علي من ريقه ماء ألذ من الشهد ، وأبرد من الثلج ، الا أنه قليل ، وكنت أنا وهو (ص) قائمين . فضعفت لشدة اللذة ، وبرد الماء [F.8 b] فقعدت ، ثم قمت ـ وهو يضحك من قعودي ، وضعفي ـ وسقاني مرة أخرى ، كالاولى ، ثم مضى .

والحاصل : اني رأيت أكثر الأئمة ـ عليهم السلام ـ وظني كلهم ، الا الجواد (ع) فاني متوهم في رؤيته .

وكل من رأيت منهم يجيبني في كل ما طلبت ، الا مسألة الانقطاع ، فان جوابهم لي فيه ، كجواب النبي ـ صلى الله عليه وآله ـ .

وكنت ـ مدة اقبالي سنين متعددة ـ ما يشتبه علي شيء ، في اليقظة الا وأتاني بيانه في المنام . وأشياء ما أقدر ضبطها لكثرتها .

وأعجب من هذا : ما أرى في المنام الا على أكمل ما أريده في اليقظة ، بحيث يتفهم لي جميع ما يؤيد أدلته ، ويمنع ما يعارضه .

وبقيت ـ سنين كثيرة ـ على هذه الحال ، حتى عرفني الناس ،

واشتغلت بهم عن ذلك الاقبال ، وانسد ذلك الباب المفتوح . فكنت ـ الآن ـ ما أراهم ـ عليهم السلام ـ الا نادرا من الاحوال . وكان من جملة هذه الامور النادرة ، اني رأيت أمير المؤمنين ـ عليه السلام ـ في مجلس مشحون من العلماء ، (F.9 a) والاجلاء . فلما أقبلت ، قام ـ عليه الصلاة والسلام ـ فقعدت عند النعل . فقال : اقبل ، ما هذا مكانك . فتقدمت ، ثم قعدت قريبا ـ فقال : اقبل ـ ولم يزل (ع) يقربني ، حتى اقعدني في جانبه . فكان مما سألته : هل يجوز بيع الصبرة ؟ فقال : لا . ثم ذكرت له حاجتي ، فقال : أنا ما في يدي شيء . فقلت له : نعم ولكني أتيت اليك من الذي بيني وبينك ـ أريد مما أعرف ، من مقامك عن الله . فلما قلت له ذلك ، قال : انش (ان شاء) الله يكون ، بعد حين (١) وكنت في تلك الحال ـ دائما ـ أرى منامات ، وهي الهامات ، فاني اذا خفي علي شيء ـ رأيت بيانه ، ولو اجمالا . ولكني اذا أتاني بيانه في الطيف ، وانتبهت ، ظهرت لي المسألة بجميع ما يتوقف عليه من الادلة بحيث لا يخفى علي أحوالها حتى انه لو جمعت الناس ما أمكنهم يدخلون علي شبهة فيها . فاطلع على جميع أدلتها ، ولو أوردوا علي ألف مناف وألف اعتراض ، ظهر لي محاملها وأجوبتها بغير كلفة . ووجدت جميع الاحاديث كلها جارية على طبق ما رأيت في الطيف ، لان الذي أراه في المنام معاينة (F.9 b) لا يقع فيه غلط . واذا أردت أن تعرف صدق كلامي ، فانظر في كتبي الحكمية فاني في أكثره ـ في أغلب المسائل ـ خالفت جل الحكماء ، والمتكلمين . فاذا تأملت في كلامي ، [illegible] لاحاديث أئمة الهدى ـ عليهم السلام ـ ولا تجد حديثا ، يخالف شيئا من [illegible] كلام أكثر الحكماء والمتكلمين ، مخالفا لكلامي ، ولا لاحاديث الأئمة ـ عليهم السلام ـ [illegible] الحال ، الا أن أكثرهم ما يعرفون كلام الامام (ع) ، ولكن ، اذا أردت البيان ، [illegible] الانصاف ، لتعرف صحة ما ذكرت ـ فاني ما أتكلم الا بدليل ، منهم ـ عليهم السلام ـ [illegible] الشيخ محمد بن الشيخ حسين بن عصفور البحراني ـ رحمهم الله ـ بحث [illegible] ثم انصرفنا ـ فلما جاء الليل ، رأيت مولاي علي بن محمد الهادي [illegible] ، وأبنائه الطاهرين أفضل الصلاة ، وأزكى السلام ، فشكوت اليه [illegible] عليه السلام ، اتركهم ، وامض فيما انت فيه ـ ثم اخرج الي أوراقا ، على [illegible] وقال : هذا اجازة الائمة الاثني عشر . فأخذتها (F.15 b) وفتحتها ، واذا كل

(١) [illegible] (كذا)

صفحة مصدرة ببسم الله الرحمن الرحيم. وبعد البسملة اجازة واحد منهم عليهم السلام ـ
وكان مما اموني به وعدونی به او صنفوني به عليهم السلام ـ
به، مالا يصدق به كل من سمع استعظاما له. وانی لست اهلاله، حتى انی قلت للنبی صلی
الله عليه وآله: من القائل بذلك؟ فقال: أنا القائل. فقلت: يا سيدي، أنت تعرفني، وأنا اعرف
نفسی انی لست اهلا لذلك. فلأي سبب قلت ذلك؟ فقال: بغير سبب. فقلت: بغير سبب؟
فقلت: امرت أن تقول كذا؟ فقال: نعم. وأمرت أن اقول: ان (ابن ابي مُدرَيس) من اهل الجنة
وكان رجلا من اهل بلدنا، من جهار الشيعة. وقال ايضا. وامرت أن اقول ان عبد الله
الغويدری من اهل الجنة. فقلت: عبد الله الغويدری من اهل الجنة؟ فقال: لا تغتر
بأن ظاهره خبيث، فانه يرجع الينا. ولو عند خروج روحه. وكان عبد الله الغويدری
(۱۵۵-F) رجلا عشارا من اهل السنة والجماعة. ثم [illegible] منه شيئا من الخير الا
انه كان يحب جماعة من السادة من أقاربنا، ويخدمهم، ويعظمهم، ويكرمهم غاية الاكرام
ثم. بعد مدة. تكلمت بهذا الكلام، بمحضر جماعة من الشيعة، فقال شخص منهم اسمه
عبد الله ولد ناصر العطار. وكان بينه وبين عبد الله الغويدری صداقة واخاة. فقال:
عبد الله الغويدری شيعي. فقلنا: ليس بشيعي. فقال: والله انه شيعي. ولا يطلع عليه الا الله و
انا. وهو رفيقي، وأنا أعرفه. والحاصل: من الاتفاق ان طوائف من البوادی اعتدوا على طائفة
من الشيعة، من اهل القطيف، ووقع بينهم حرب، واستعان الشيعة باهل الاحساء في
الاعانة اهل القطيف على البوادی. وكان من جملة من خرج معهم عبد الله الغويدری، فقتل
في جملة من قتل. فختم له بالشهادة في الدفاع عن المؤمنين. والحاصل: ان هذه الامور الغريبة
(۱۱-۴-F) تعبير ما ذكرت من الرؤيا، التي تقدم ذكرها، فانه مما لا يحسن بيانه، خصوصا
للجهال. وأما أنا. فات المترجم. فحق اجرامی. الى هنا كتب بخطه الشريف. وقد نقلناه من
نسخة نقلت من خطه. اعلى الله مقامه. وكتب العبد الضعيف، محمد بن محمد بن الحسين
المدعو بالتقي الشريف. في بلدة تبريز. وفرغ منه يوم الاربعاء، ثالث شهر ذی القعدة
الحرام من سنة تسعين ومائتين بعد الالف، من الهجرة. حامدا، مصليا، مسلما، مستغفرا
راجيا.

ترجمہ مقدمہ

حسین علی محفوظ

الشیخ احمد الاحسائی۔ اگرچہ لوگوں کا اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ کیونکہ
ایک گروہ نے اس کو مقدس جانا ہے اور باقی دوسرے اس کو کافر قرار دیتے ہیں۔ وہ
تیرہویں صدی ہجری میں امامیہ کے فضلاء اور مشہور علماء و ادباء حضرات میں سے ایک تھا
اور وہ اپنے زمانے کے بہت بڑے فلسفیوں میں شمار ہوتا تھا پھر وہ اس شیخیہ فرقے کا
پیشوا ہے کہ جنہوں نے خود کو اس کے اعتقادات کا پیرو کار بنا رکھا ہے۔ اور اس
کے مذہب کو اختیار کر لیا ہے۔ اور اس کی مدد کرتے ہیں۔ اور اس کا دفاع کرتے
ہیں۔ اور یہ گروہ اگرچہ قریب کے عہد میں پیدا ہوا ہے۔ لیکن اس کے عقائد انتہائی طور
پر چھپے ہوئے ہیں اور اس کی اکثر حقیقت ہم پر پوشیدہ ہے۔ سوائے مقالات قدیمہ
اور نقل ماننے کے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔

اب ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم شیخیوں کی حقیقت کے بارے میں کوئی بات
بیان کریں۔ اور نہ یہ کہ ہم ان کے عقائد کی بحث کرنا چاہتے ہیں اور نہ ہی ہمیں اس بات سے
کوئی غرض ہے کہ ان کے اغراض و مقاصد کیا تھے۔ کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس
کے بیان کرنے کے ہم اہل نہیں ہیں۔ لہذا جو شخص مذکورہ امور کو بیان کرنے کا اہل
ہوگا۔ اسی کو اس کے بیان کرنے کا حق بھی ہوگا۔
لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ تمام مذہبی فرقوں کے مانند یہ فرقہ بھی دوسرے

فرقوں کی نسبت ناقدین کے حسن تحسین کا زیادہ مستحق رہا ہے۔ یہاں تک کہ حسن تحسین کرنے میں بعض نے جس کا اتباع کیا کتابیں لکھی گئیں رسالے لکھے گئے، اور ان ایسے گئے بیروی پیش ہوئے اور ان کے بارے میں مختلف آرائیں پیش ہوئیں۔ اور اس چھوٹے سے رسالے کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ اس کی حقیقت یہ رسالہ شیخ احمد احسائی کی وہ حقیقی سوانح حیات ہے جو اس نے خود اپنے بڑے لڑکے کی اس درخواست پر کہ شیخ احمد احسائی خود اپنی سوانح حیات کو خلاصہ اشارات کے ساتھ تحریر کر دے لکھا تھا تاکہ وہ اس کی تاریخ کے اکثر واقعات کے سمجھنے کے لئے مدد معاون ثابت ہو۔ شیخ احمد احسائی نے اپنی اس سوانح حیات میں اپنے خوابوں کو بیان کیا ہے۔ اور وہ یہ کہتا ہے کہ اس نے ان خوابوں کو واقعاً دیکھا ہے۔ اور وہ مشکل مسائل کی معرفت مبہم امور کے سمجھنے اور پوشیدہ امور کے کشف کے لئے خود سے طلب کردہ الہام کے ذریعے علم ہو جایا کرتا تھا۔

اور وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ علم و فضل و حکمت و فلسفہ ہے ان کا سرچشمہ یہی مذکورہ الہامات ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر عجیب و غریب بات یہ ہے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ وہ اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ وہ پیغمبر اکرم نبی خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جملہ آئمہ طاہرین علیہم السلام میں سے جس کو چاہے اور جس وقت چاہے اپنے خواب میں بلا کر دیکھ لے۔

اور اس رسالہ کے بارے میں یہ گمان نہیں ہونا چاہیئے کہ تمام تعبیر میں یہ کوئی علمی کتاب ہے۔ نہ ہی اسکو مجموعہ تاریخ میں سے محسوب کرنا چاہیئے۔ نہ ہی یہ رسالہ دروس کلامیہ میں شمار ہو سکتا ہے یہ رسالہ سوائے اس کے نہیں کہ یہ فقط ایک شخص کی ذاتی تحریر ہے جس سے لاشعور میں ان اثرات کا پتہ چلتا ہے جو اس نے اپنی عظمت کی تخلیق کے لئے خود تیار کئے ہیں کہ جو ایک اشارہ ہیں۔ بعد میں ایک بہت بڑے اسلامی فرقے کی پیدائش کے لئے (یہ مقدمہ لکھ کر اور یہ رسالہ شائع کر کے) میں آپ کو اس بات کی دعوت نہیں دے رہا ہوں کہ جو کچھ اس رسالے میں الہامی خوابوں کے بارے میں بیان ہوا ہے

آپ اس پر ضرور ایمان لے آئیں۔

اسی طرح میں آپ پر یہ زور بھی نہیں دیتا کہ شیخ احمد احسائی نے جو یہ کہا ہے کہ اس کو الہامی معجزات اور سدحی ثقافتی ہوئی ہے آپ ضرور اس کی تصدیق کریں

کیونکہ علمی اور دینی نکتہ نظر سے خوابوں اور اس کی تعبیرات کے بارے میں میری اپنی ایک پختہ رائے ہے۔ لیکن مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ آپ میرے ساتھ اپنے ایسے لوگوں کی حیات کے تصور سے جو ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں لذت اندوز ہونے میں ضرور میرے ساتھ شریک ہوں گے۔ پھر وہ اس دنیا سے اٹھ گئے موت کی خاموشی نے انہیں آلیا۔ اور وہ تاریخ کی تاریکیوں میں گم ہو گئے۔

الکاظمیہ -- ۱۹۵۷-۴-۵   الدکتور حسین علی محفوظ

ہمارا تبصرہ

قارئین محترم! ڈاکٹر حسین علی محفوظ کے مقدمہ مذکور پر اپنی طرف سے کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتے کیونکہ موصوف نے تکفیر کے بیان سے بیکنے مذہب کی ایجاد شیخی مذہب کی پیدائش۔ شیخ کے الہاموں اور وحی کا بیان اور اس کے الہاموں کا خوبصورت انداز میں مذاق اڑا کر صرف اتنی دعوت دی ہے کہ گزرے ہوئے لوگوں کے ایسے ایسے حالات پڑھ کر میرے ساتھ لطف اندوز ہوں۔ لذت محسوس کرنے میں آپ میرے ساتھ ضرور شریک ہوں گے۔

قارئین محترم! محمد خلیل سابقی کے اس بیان کا جو اس مقدمہ سے نکال کر شیخیہ علماء کے شیخ کے حق میں تعریفی بیان کے طور پر پیش کیا ہے مقابلہ کریں اور خود اپنے ساتھ التفات کریں۔

ترجمہ

سیرت الشیخ احمد الاحسائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رب العالمین کی حمد اور محمد و آل محمد پر درود کے بعد۔

اس طرح پر بیان کرتا ہے یہ بندہ مسکین احمد بن زین الدین بن ابراہیم بن صقر بن ابراہیم بن داغر۔ خدا ان سب کی مغفرت کرے۔ بن رمضان بن راشد بن دہیم بن شمروخ۔ آل صقر۔ اور صقر ایک قبیلہ کا بزرگ اور سردار تھا جو صنایا شمر کے نام سے مشہور ہے۔ یہ طائفہ اسی نام پر فخر کرتا ہے۔ اور اسی کی طرف منسوب ہے۔ داغر نے بدوی زندگی کو ختم کر کے احساء کے علاقہ میں مطیرت نامی شہر میں سکونت اختیار کر لی۔ اور اللہ نے اس کو ایمان لانے کی توفیق عطا کر کے اس پر احسان کیا۔ اور حمد احسان ہے اس کا کہ اس نے ہمیں گمراہی سے بچا لیا۔ اور اس کی اولاد تمام شیعہ اثنا عشری تھی۔ یہاں تک کہ اس نے مجھے اصلاب سے اور علم سے خلاصی دے کر

اس دنیا میں بھیجا اور اس کا فضل و شکر ہے اور حمد اسی کے لئے ہے۔

پس میں اس دنیا میں اس وقت آیا جب کہ جہالت کا دور دورہ تھا۔ لوگ اندھے ہوئے بیٹھے تھے خصوصاً ہمارے شہر کے لوگ جو تمدن سے بے بہرہ تھے۔ یہاں پر کوئی ایسا نہ تھا جو لوگوں کو اللہ کی طرف اور اس کی عبادت کی طرف بلائے۔ نہ یہاں کے باشندے احکام الٰہی سے آشنا تھے۔ اور نہ ہی حلال و حرام کی تمیز رکھتے تھے۔

اللہ عزوجل نے مجھ پر جو احسان کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے مجھ کو ایسی ذریت عطا کی جن کو اس نے علم سے عزت بخشی اور ان میں سے جو علم میں اور عمر میں سب سے بڑا ہے وہ فرزند عزیز محمد تقی (اعزہ اللہ وحدہ ومن المنیۃ نداہ) ہے۔

اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اپنے بچپنے اور تعلیم و تربیت کے حالات تحریر کروں۔ تاکہ وہ تاریخی اہمیت کے حامل ہوں۔ پس میں نے اس کی درخواست کو قبول کر لیا۔

میں ماہ رجب سنہ ۱۱۶۶ھ میں پیدا ہوا جب میں دو سال کا ہوا تو شدید بارشیں برسیں اور ہمارے شہروں میں سیلاب آ گئے۔ یہاں تک کہ ہمارے شہر کے بلند سطح کے مکانوں میں بھی پانی ڈھائی ہاتھ گہرا تھا۔ تقریباً اور اسی دن میرا بھائی الشیخ علی مرحوم و مغفور پیدا ہوا۔ اور سیلاب آنے کے تیسرے دن ہمارے شہر کے تمام مکان گر گئے۔ اور سوائے اس کی مسجد کے اور میری پھوپھی فاطمہ ملقبہ رحمۃ اللہ علیہا کے گھر کے اور کوئی گھر باقی نہ رہا۔ اور اس وقت میری عمر دو سال کی تھی اور مجھے یہ واقعہ یاد ہے۔ فقیر مختصر ابھی میں پانچ سال کا ہوا تھا کہ میں نے قرآن پڑھ لیا۔ اور میں اپنے بچپنے کے زمانے میں بہت ہی غور و فکر کا عادی تھا۔ یہاں تک کہ جب میں بچوں کے ساتھ ہوتا تھا تو میں ان کے ساتھ ان ہی کی طرح سے کھیلا کرتا تھا۔ لیکن جو بات بھی غور و فکر کے قابل ہوتی اس میدان میں سب سے آگے اور بڑھ کر ہوتا۔ اور جب کوئی بچہ میرے ساتھ نہ ہوتا تو میں تدبر و تفکر اور غور و فکر اور غور و خوض میں لگ جاتا۔ میں کھنڈروں میں غور کرتا اور گری ہوئی دیواروں کے بارے میں سوچتا

کرتا۔ اور دل ہی دل میں سوچا کرتا۔ یہ کبھی آباد تھیں۔ پھر خراب و برباد ہو گئیں۔

اور ان کی آبادیوں اور ان کے باشندوں کو یاد کر کے خوب روتا یہاں تک کہ وہ وقت آیا جب کہ حسین بن شباب پاشا احسا کا حاکم تھا تو عربوں نے اس پر چڑھائی کر دی۔ اور محمد آل عزیز نے پاشا کا محاصرہ کر لیا۔ اور اس کو قتل کر دیا اور احسا پر قبضہ کر لیا۔ اور محمد بن عزیز احسا پر حکومت کرنے لگا۔ اور اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا علی آل محمد احسا کا حاکم ہوا۔ اور اس کو اس کے بھائی دعیق الوامر نے قتل کر دیا۔ وہ عین الحوار کے قریب قتل کیا گیا۔ اور وہیں پر دفن ہوا۔ جب میں اس کی قبر کے پاس سے گزرتا۔ حالانکہ ابھی میری عمر صرف پانچ سال کی تھی۔ تو میں دل ہی دل میں کہتا۔ "اَیْنَ مُلْکُکَ؟ اَیْنَ قُوَّتُکَ؟ اَیْنَ شَجَاعَتُکَ؟" تیرا ملک و حکومت کہاں گئی! تیری قوت و طاقت کو کیا ہوا؟ تیری شجاعت اب کہاں ہے؟ اور وہ اپنی زندگی میں جیسا کہ بیان کرتے ہیں۔ اپنے زمانہ کا بہادر ترین اور جری ترین قوی ترین آدمی تھا۔ میں اس کی حالت کو یاد کرتا اور دنیا کے حالات کے بدلنے پر خوب روتا۔

بہرحال میری یہی حالت تھی کہ اگر میں بچوں کے ساتھ ہوتا تو ان کے ساتھ کھیل میں مشغول ہوتا اور جب تنہائی میں ہوتا تو غور و فکر و تدبر میں مشغول رہتا۔

اور ہمارے شہر والوں کا حال یہ تھا کہ ان پر غفلت چھائی ہوئی تھی جہالت کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ کسی کو بھی احکام دین کا کوئی علم نہیں تھا ان کے اجتماعات کے مقام مقرر تھے جہاں پر وہ سب کے سب چھوٹے بڑے ڈھول و مزمار، طاہی رقص، عود و طنبور یعنی گانے بجانے کا سامان لے کر جمع ہوا کرتے تھے۔

اور میرا یہ حال تھا۔ کہ بچہ ہونے کے باوجود۔ ایک گھڑی بھر بھی اس لہو و لعب کی محفل اور گانے بجانے کی مجلس سے جدائی برداشت نہیں کر سکتا تھا

اور میرا دل اس رقص و سرود کی محفل میں ایسا لگتا تھا کہ اس کا حال میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اور جب کبھی مجھے ان کے کاموں کا خیال آجاتا تو تنہا اس کے شوق میں اتنا روتا کہ جیسے کہ میں خود کو ہلاک کر ڈالوں گا۔ لیکن جب تنہائی میں تخلیہ کی صورت ہوتی تو میں غور و فکر اور تدبر میں مصروف ہو جاتا اور میں اسی حالت پر باقی رہا۔ لیکن جب اللہ سبحانہ نے ارادہ کیا کہ مجھے ان حالات سے نجات ملے تو میری ایک مرد کے ساتھ جو میرا قریبی رشتہ دار تھا ملاقات ہو گئی وہ بھی دوسروں کی طرح ہی ضلالت و گمراہی میں پڑا ہوا تھا اور جہالت و غوایت کے افعال میں مبتلا تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ میں شعر کہنا چاہتا ہوں۔ اور یہ چاہتا ہوں کہ تم اس سلسلے میں میری کچھ امداد کرو۔ حالانکہ میں ابھی بچہ ہی تھا اور ابھی سن رشد اور حد بلوغ کو بھی نہیں پہنچا تھا۔ میں نے اس سے کہا میں یہ کام کر دوں گا۔ پس ہم دونوں ایک مقام خلوت میں بیٹھ گئے۔ اس نے کچھ چھوٹے چھوٹے کاغذ نکالے جو اس کے پاس تھے اور ان کو پلٹا ان میں شیخ علی بن حماد البحرانی الاحالی کے آئمہ کی مدح میں لکھے ہوئے اشعار تھے جو یہ ہیں۔

لله قوم اذا ما اللیل جنهم — قاموا من الفرش للرحمٰن عبادا

الارض تبکی علیهم حین تفقدهم — لانهم جعلو لارض اوتادا

هم المطیعون فی الدنیا لخالقهم — وفی القیامة سادوا کل من سادا

محمد و علی خیر من خلقوا — وخیلوف سلکت کفاه اعوادا

ویرکبون مطایا لا تملهم — اذا هم بمنادی الصبح قد نادی

جب اس نے ان اشعار کو پڑھا تو ان کو پیچھے ڈال دیا اور کہا، الحاصل میں کو تو نہیں آتی وہ شعر کو نہیں سمجھ سکتا جب میں نے اس سے یہ بات سنی حالانکہ وہ بچہ ہی تھا اس کی ماں میری ماں کی چچا زاد بہن تھی۔ اس کا نام شیخ احمد بن محمد بن آل ابن حسن تھا۔ وہ ہمارے شہر کے قریبی شہر میں مرحوم شیخ محمد بن شیخ محسن کے پاس نحو پڑھا کرتا تھا اور ان دونوں بستیوں کے درمیان ایک فرسخ (تقریباً ۳ ۱/۲ میل) کا فاصلہ تھا۔ میں نے اس سے کہا، تو میں سب سے پہلے کون سی چیز پڑھتے ہیں؟ اس نے کہا

عوامل جرجانی۔ میں نے اس سے کہا۔ مجھے دو تاکہ میں اس کو لکھ لوں۔ پس میں نے اس کو لکھ لیا۔ لیکن مجھے شرم محسوس ہوئی کہ اس کا ذکر اپنے والد سے کروں۔ کیونکہ میں ابتدائی مرحلہ میں تھا جس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ اس حالت کو بھی جس کا میں نے اشارۃً بیان کیا ہے۔ یعنی وہ اشتیاق جو مجھے ان ورقوں کے افعال کے سمجھنے میں تھا۔ اس کی سوائے اللہ سبحانہ کے اور کسی کو خبر نہیں تھی۔ پس میں اسی حالت میں اپنے گھر کے اس مقام تک چلا گیا۔ جہاں پر میرے والدین بیٹھا کرتے تھے اور میں وہاں پر سو گیا۔ اور ان ورقوں میں سے کچھ ورق جن میں عوامل لکھے ہوئے تھے ظاہر رکھے۔ کہ میری والدہ وہاں آئی اور میں نے اپنی آنکھیں اس طرح بند کی ہوئی تھیں جس طرح کہ میں سویا ہوا ہوں۔ پھر میرے والد بھی وہاں آ گئے اور میری والدہ نے کہا۔ احمد کے پاس یہ کاغذ کیسے ہیں؟ اس نے کہا مجھے تو معلوم نہیں ہے۔ پس میرے والد نے کہا کہ یہ مجھے دو۔ پس میری ماں نے وہ کاغذ پکڑ لیے اور میں نے اپنی انگلیاں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ اس طرح کہ خبر ہی نہ ہو۔ یہاں تک کہ اس نے وہ کاغذ لے لئے اور میرے والد کو دے دیئے۔ انہوں نے ان کاغذوں کو دیکھا اور کہا کہ یہ رسالہ نحو ہے۔ یہ اس کو کہاں سے ملا۔ اس نے کہا مجھے تو خبر نہیں ہے۔ میرے والد نے کہا کہ انہیں وہیں لوٹا دو۔ پس انہوں نے ان کو وہیں رکھ دیا اور میں نے اپنی انگلیاں نرم کر دیں۔ کہ اس کو معلوم بھی نہ ہوا۔ پس اس نے ان کاغذوں کو میرے ہاتھ میں دے دیا۔ کچھ دیر میں اسی حال میں رہا۔ پھر میں جاگ گیا۔ اور کاغذوں کو چھپا دیا۔ گویا کہ میری یہ خواہش ہے کہ کسی کو خبر نہ چلے۔ پس میرے والد نے مجھ سے کہا تمہیں یہ رسالہ نحو کہاں سے ملا ہے۔ میں نے کہا اس کو میں نے لکھا ہے۔ پس اس نے کہا

کیا تم نحو پڑھنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا ہاں! اور لفظ ہاں بے اختیار میری زبان سے نکلا۔ اور میں بہت شرمار تھا۔ جیسا کہ میرا ہاں کہنا بہت بڑی چیز تھی۔ لیکن اللہ نے اس کو میری زبان پر میرے اختیار کے بغیر جاری کرا دیا۔ پس جب اگلا دن ہوا تو میرے والد نے کچھ خرچہ دے کر اس شہر میں بھیج دیا جہاں وہ مرد عالم یعنی شیخ محمد بن شیخ محسن رہتا تھا۔ اور اس شہر کا نام قرین تھا۔ انہوں نے مجھے اسی شیخ کے ساتھ بٹھا دیا جس

ذکر سابق میں ہو چکا ہے۔ پس وہ شیخ محمد کے پاس میرا ہم درس تھا۔ اور میں نے اس کے پاس عوامل اور رسالہ اجرومیہ کو پڑھا۔

اور میں نے خواب میں ایک پچیس سالہ مرد کو دیکھا وہ میرے پاس آیا۔ اس کے پاس ایک کتاب تھی پس اس نے مجھے اللہ تعالٰے کے اس قول کا مطلب بتلانا شروع کیا۔ "الذی خلق فسوّیٰ والذی قدّر فھدیٰ" یعنی خلق سے مراد اس چیز کا پیدا کرنا ہے یعنی اس کا ہیولا یا مادہ اور فسوّیٰ سے صورت نوعیہ کا درست کرنا مراد ہے اور قدّر سے مراد اس کے اسباب مہیا کئے اور فھدیٰ کا مطلب یہ ہے کہ نیکی اور بدی یا بھلائی اور برائی کا راستہ ظاہر کر دیا۔ یعنی اس نوعیت سے جس طرح اس خواب میں ہدایت کی۔

اور اگر اس واقعہ میں کوئی خصوصیت نہ ہوتی تو میں بیان نہ کرتا۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا اور میرا اس دنیا سے اور پڑھائی سے دل اچاٹ ہو گیا۔ جو معلم ہمیں پڑھاتا تھا کیونکہ وہ تو ہمیں صرف یہ پڑھاتا تھا کہ "زیدٌ قائمٌ" یعنی زید مبتدا ہے۔ اور قائم اس کی خبر ہے۔ میں معلم کے پاس تو جاتا رہا۔ لیکن اس سے کوئی بات اس نوع کی نہ سنتا جیسی کہ میں نے خواب میں سنی تھی۔ (آخر حالت یہ ہو گئی) کہ لوگوں کے درمیان صرف میرا جسم ہی جسم ہوتا تھا لیکن میری روح کہیں اور ہوتی تھی۔ اور میں وہاں بہت سی چیزیں دیکھ رہا ہوتا تھا جن کا میں شمار نہیں کر سکتا۔ ان تخیلات اور مشاہدات میں سے ایک یہ تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا جیسے کہ دیکھ رہا ہوں کہ تمام لوگ اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھے ہوئے ہیں۔ اور ایک چیز کو دیکھ رہے ہیں پس میں بھی اپنے مکان کی چھت کے اوپر چڑھ گیا۔ اس حال میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چیز مغرب اور جنوب کے درمیان سے برآمد ہوئی جس کی ایک طرف تو آسمان سے متصل تھی اور دوسری طرف زمین کی طرف لٹکی ہوئی تھی اور وہ ہماری طرف بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ اور وہ چیز جتنا نزدیک ہوتی جاتی تھی اتنی ہی نیچے اترتی آ رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ ہم تک پہنچ گئی۔ پس میں نے اس کا نچلا حصہ اپنے

ہاتھ سے پکڑ لیا اور وہ اتنا لطیف تھا کہ جسم سے چھونے میں محسوس نہیں ہوتا تھا۔ صرف آنکھوں سے دیکھا جا سکتا تھا کہ ایک سفید بلوری جسم ہے جو اتنا صاف اور شفاف ہے کہ مخفی ہونے کے مانند ہے اور زرہ کی زنجیروں کی مانند بٹا ہوا تھا۔

تمام کی تمام مخلوق جو اس کو دیکھنے کے لئے اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھی ہوئی تھی میرے سوا اس کو کوئی بھی نہ پکڑ سکی۔ دوسری رات میں نے پھر پہلے خواب کی طرح خواب دیکھا۔ جیسے کہ کل انسان اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ رہے ہیں تاکہ اس چیز تک رسائی حاصل کریں جو آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اس کی تمام اطراف آسمان سے ملی ہوئی ہیں اور اس کا درمیانی حصہ ہماری طرف جھکا ہوا ہے۔ اس تمام مخلوق میں سے میرے سوا کوئی بھی فرد واحد اس تک نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ اس کا وسطی حصہ جو جھکا ہوا تھا وہی تھا جو میری طرف پہنچ گیا۔ پس میں نے اس کو ہاتھ سے پکڑ لیا۔ یہ ایک جسم غلیظ و ضخیم تھا۔ میں نے یہ بھی خواب دیکھا جیسا کہ ایک بلند پہاڑ ہے جس کی چوٹیاں آسمان کو چھو رہی ہیں اور کل مخلوق اس پہاڑ پر چڑھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن تمام مخلوق میں سے کوئی بھی شخص اس پہاڑ کے تھوڑے سے حصہ کے اوپر بھی نہ چڑھ سکا۔ لیکن میں پلک جھپکنے میں بڑی آسانی اور سہولت کے ساتھ اس پہاڑ کی چوٹی کے اوپر چڑھ گیا۔ غرضیکہ اس طرح سے میں عجیب و غریب امور کا مشاہدہ کرتا رہا۔ جن کے شمار کرنے سے میں عاجز ہوں۔

پھر میں نے ایک رات خواب میں دیکھا۔ جیسے کہ میں ایک مسجد کے اندر داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں پر تین آدمی بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے پاس ایک اور شخص موجود ہے وہ شخص ان تینوں کے بزرگ سے پوچھ رہا ہے کہ اے میرے سردار میں اب کتنے عرصے تک زندہ رہوں گا۔ میں نے اس شخص سے پوچھا کہ یہ کون حضرات ہیں؟ اور یہ کون بزرگ ہیں؟ جن سے تو پوچھ رہا ہے؟ اس نے جواب دیا یہ حسنؑ ابن علی ابن ابی طالب ہیں۔ پس میں نے قریب جا کر سلام کیا اور دست مبارک کو بوسہ دیا۔ اور میں نے گمان کیا کہ دوسرے دو حضرات حسینؑ اور علی ابن الحسینؑ ہیں

پس انہوں نے فرمایا کہ یہ علی ابن الحسینؑ ہیں اور یہ باقرؑ ہیں۔ میں نے عرض کی اے میرے آقا میری زندگی اور کتنی ہوگی؟ فرمایا پانچ سال یا چار سال۔ یا یہ فرمایا کہ پانچ سال اور چار سال میں نے کہا الحمد اللہ۔

پس جب انہوں نے میری طرف سے قضائے الٰہی کے لئے اظہار رضامندی دیکھا تو میرے قریب بیٹھ گئے اور گویا اس حال میں میں پشت کے بل سویا ہوا تھا اور میرا سر قبلہ جنوبی کی طرف تھا۔ اور وہ بزرگوار علیہم السلام دائیں طرف اس طرح کھڑے تھے جیسے میت پر نماز کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت امام حسنؑ میرے سر کی طرف کھڑے تھے۔ جب انہوں نے میری طرف سے قضا پہ اظہار رضامندی دیکھا تو وہ میرے سر کے پاس بیٹھ گئے۔ اور اپنا منہ میرے منہ پر رکھ دیا حضرت علی ابن الحسینؑ نے کہا کہ اگر اس کی فرج خراب ہے تو اس کی اصلاح فرما دیجئے۔ امام حسنؑ نے فرمایا۔ مجھے اس کی شرمگاہ کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ خواہ اللہ اس کو عقیم و نامرد بانجھ کر دے لیکن قلب کی طرف سے خوف ہے۔ یہ سن کر میں نے ان کا دامن پکڑ لیا۔ پس آپ نے اپنا ہاتھ میرے چہرے پر رکھ کر سینے تک پھیرا۔ یہاں تک کہ میں نے ان کے دست مبارک کی خنکی اپنے دل کے اندر محسوس کی۔ پھر گویا میں اور وہ کھڑے ہو گئے۔ میں نے عرض کی میرے آقا مجھے کوئی ایسی چیز تعلیم کیجئے کہ جب بھی اس کو پڑھوں تو مجھے آپ کی زیارت ہو جایا کرے۔ پس انہوں نے مجھ سے کہا:

کن عن امورک معرضا   وکل الامور الی القضا

ولربما اتسع المضیـ   ـق وربما ضاق الفضا

ولرب امر متعب   لک فی عواقبه رضا

الله یفعل ما یشا   ء فلا تکن متعرضا

الله عودک الجمیـ — ـل فقس علی ما قد مضی

پھر فرمایا:

رب امر ضاقت النفس به   جاء بها من قبل الله فرج

ولکن من وحید قد حالیا　　ربما قد فرجت تلک الرزح

فیما المراکیب دنفت　　جاد اللہ سروح وفرح

اور آپ ایک فقرہ اول سے پڑھتے تھے اور ایک فقرہ دوسرے سے پڑھتے تھے۔
میں نے عرض کی یہ کیسے ہے؟ آپ نے فرمایا شعر میں یوں بھی استعمال ہوتا ہے۔ میں
نے عرض کیا، یا سیدی کیا آپ نے میرا یہ قصیدہ ملاحظہ فرمایا ہے جس کا پہلا شعر
یہ ہے:-

الا انتظرت یا خلیلی اخوانی　　فی ایھا ھو احلی لی و احوی لی

فرمایا میں نے دیکھا ہے۔ عجیب قصیدہ ہے لیکن یہ ضائع ہے۔ اور یہ اس وجہ سے
فرمایا کیونکہ میں نے اس کو بطور تغزل میں نظم کیا تھا۔ پس میں نے عرض کی کہ ان شاء اللہ
میں آپ کی مدح میں ایک قصیدہ نظم کروں گا، پھر میرے پاس سے یہ حضرت
یہاں سے چلے جائیں تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں ان اشعار کو بھول جاؤں۔ چونکہ مجھے
ان کے وعدے پر اعتبار تھا۔

پھر میں ایک رات نماز شب کے لئے اٹھا، اور ہمارے شہر کے قریب ایک
شہر تھا جس کا نام البابیہ تھا اور اس شہر میں ایک بہت ہی اونچا کھجور کا درخت تھا
کہ جب سے میں پیدا ہوا ہوں میں نے اتنا بلند کھجور کا کوئی درخت نہیں
دیکھا، اس کے اوپر ایک کبوتری بیٹھی ہوتی بہت ہی پیاری آواز میں نغمہ سرا
تھی۔ اس سے مجھے وہ خواب اور وہ بزرگ یاد آگئے۔ پس میں نے ان کی شان میں
ایک قصیدہ لکھا جس کا پہلا شعر یہ تھا۔

بی العزاء عز وجل الوجل　　وماج ملاعی بما احتمل

اور یہ قصیدہ موجود ہے۔ الحاصل میں ان اشعار کو جن کو امام نے خواب میں تعلیم کیا
تھا ہر رات مداومت کرتا رہا، اور باقاعدگی سے پڑھتا رہا۔ لیکن امام علیہ السلام
کی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ پھر میں نے سمجھا کہ امام علیہ السلام کی مراد یہ نہیں تھی کہ میں
ان اشعار کو پڑھتا رہوں، بلکہ ان اشعار سے ان کی مراد یہ تھی کہ میں اپنے کو مضامین

اشعار کے مطابق ڈھالوں۔ پس میں نے عبادت میں اخلاق کی طرف توجہ کی۔ اور کثرت
غور و تفکر، عالم پر نظر، تلاوت قرآن اور اس کے معانی میں غور، اور استغفار
جیسے کاموں میں اضافہ کیا۔ جس کے بعد میں نے آسمانوں میں، جنت میں، عالم غیب میں برزخ
میں نقوش والواح کی شکل میں ایسے ایسے عجیب و غریب خواب دیکھنے شروع کر دیئے
جس پر عقلیں حیران ہو جاتیں۔ یہاں تک کہ آئمہ علیہم السلام کو خواب میں دیکھنے کا باب
کھل گیا۔ یہاں تک کہ اکثر رات ہو یا رات میں ان میں سے جس کو دیکھنا چاہتا خواب میں دیکھ
لیتا۔ یہاں تک کہ اگر میں ان میں سے کسی کو خواب میں دیکھتا اور دوران عرض حاجت میری
آنکھ کھل جاتی اور سلسلہ کلام منقطع ہو جاتا تو میں پھر دوبارہ سو جاتا اور پھر اسی امام
کو دیکھ لیتا جس کو سلسلہ کلام منقطع ہونے پر دیکھا تھا۔ یہاں تک کہ میں پھر اپنا کلام
مکمل کرتا۔ اور جب کبھی لوگوں میں سے کوئی مجھ سے سوال کرتا کہ جب تم امام کو دیکھو تو
میرے لئے دعا کی درخواست کرنا۔ تو میں اسی طرح خواب دیکھ لیتا۔

اور میرے بھائی شیخ صالح نے مجھ سے کہا کہ میں جب حضرت قائمؑ کو خواب میں
دیکھوں تو میں ان کے لئے دعا کرنے کی التجا کروں۔ پس میں نے خواب میں حضرت
قائم عجل اللہ فرجہ کو دیکھ لیا اور میں نے ان سے عرض کی کہ میرے آقا میرے بھائی
صالح نے آپ سے دعا کی درخواست کی ہے۔ پس انہوں نے میرے بھائی کے لئے
دعا کی اور مجھے کہا کہ اس کی بیوی سے لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کے بعد اس کی بیوی
اس لڑکے زین العابدین سے حاملہ ہوئی۔ اور میں نے اس وقت جب کہ خوابوں
کے دیکھنے کا دروازہ مجھ پر کھلا تو سب سے پہلے میں نے حضرت امام حسن ابن علی
ابن ابی طالبؑ کو خواب میں دیکھا۔ پس میں نے ان سے کچھ مسائل دریافت کئے۔
اور انہوں نے ان کا جواب مجھے دیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنا منہ میرے منہ
کے اوپر رکھ دیا۔ اور میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالتے رہے۔ اور میں ان
کے لعاب دہن کو پیتا رہا جو شہد کی مانند لذیذ تھا۔ لیکن قدرے گرم تھا۔
میں اسی طرح سے آدھ گھنٹہ تک ان کا لعاب دہن پیتا رہا۔ پھر اس کے کئی سال

بعد میں نے نبی صلعم کو خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ سے
یہ استدعا ہے کہ میں تارک دنیا ہو جاؤں۔ اور کوئی بھی مجھ تک نہ پہنچ سکے۔ انہوں نے
کہا یہ حالت ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اپنے مطلب پر زور دیا تو انہوں نے مجھ سے تغافل
برتا اور مجھے چھوڑ کر چلے گئے مجھے خبر بھی نہ ہوئی۔ میں نے پھر خواب میں ان کی
تلاش شروع کر دی۔ اور میں نے پھر ان کو ڈھونڈ نکالا۔ اور ان سے کہا کہ میری
آپ سے درخواست ہے۔ تو انہوں نے کہا ممکن ہے کچھ عرصہ بعد اور مجھ سے جدا
ہو گئے۔ میں نے ان کو پھر طلب کیا اور پھر ان کو پا لیا۔ اور بار بار اسی مطلب کو دہرایا
پس دو ایک دفعہ تو کہہ دیتے کہ یونہی بہتر ہے۔ اور ایک دفعہ کہہ دیتے کہ ایک مدت
کے بعد ممکن ہے۔ جب میں اپنے مطلب کو حاصل کرنے سے مایوس ہو گیا تو میں نے
ان سے کہا کہ جب مجھے کچھ تو عطا ہی کیجئے۔ پس حضور نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا۔
اور میرے چہرے اور سینہ پر پھیرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے کہا کہ جی نہیں چاہتا۔
پس آنحضرت نے کہا کہ پھر کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے اپنا
لعاب دہن پلائیں۔ پس آنحضرت نے اپنا منہ میرے منہ پر رکھ دیا۔ اور اپنا
لعاب دہن جو شہد سے زیادہ لذیذ اور برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا مجھے پلایا۔ مگر وہ
تھوڑا تھا [illegible] اور آنحضرت کھڑے ہوئے تھے پس میں لذت کی زیادتی اور
لعاب دہن کی خنکی سے اتنا متاثر ہوا کہ مجھ پر ضعف طاری ہو گیا۔
پس میں بیٹھ گیا۔ پھر میں کھڑا ہو گیا۔ اور آنحضرت میرے بیٹھنے اور ضعف کو دیکھ
رہے تھے۔ اور پہلی مرتبہ کی طرح دوسری مرتبہ پھر مجھے اپنا لعاب دہن پلایا اس
کے بعد آپ چلے گئے۔

الغرض میں نے اکثر آئمہ کو خواب میں دیکھا اور میرا گمان یہ ہے کہ میں نے حضرت
حجتؑ کے سب کو دیکھا ہے۔ پس مجھے ان کو بھی خواب میں دیکھنے کا خیال رہا۔
اور جس کو بھی میں نے خواب میں دیکھا اور ان سے جو بھی میں نے پوچھا اس کا انہوں
نے جواب دیا۔ لیکن ترک دنیا کے مسئلہ میں ان کا جواب نبیؐ کے جواب کی مانند

ہی تھا۔ اور میں کئی سال تک اسی طرح آئمہ کا دیدار کرتا رہا۔ کہ جس مسئلہ میں بھی
حالت بیداری میں مجھے شبہ ہوتا میں خواب میں انہی کا بیان دیکھ لیا کرتا تھا۔ اسی
طرح کوئی مشتبہ بات ایسی نہیں تھی جس کا حالت بیداری میں مجھے شبہ ہوا ہو۔ اور
وہ حالت خواب میں میں نے نہ دیکھ لی ہو۔ غرضیکہ میں نے خواب میں اس قدر
کثرت سے چیزوں کا مشاہدہ کیا کہ میں ان کی کثرت کے سبب سے بیان نہیں
کر سکتا۔

اور اس سے بھی عجیب ترین بات یہ ہے کہ میں جاگتے ہوتے جس بات کا
ارادہ کرتا تھا خواب میں اس کا مکمل جواب مل جاتا تھا۔ یعنی مجھ پر وہ سب
حقیقت منکشف ہو جاتی تھی جن کی دلائل تائید کرتے ہیں۔ اور ہر اعتراض کی
رد کرتی ہوں۔ اور میں کئی سال اسی حال میں رہا۔ یہاں تک کہ لوگ مجھ سے
متعارف ہو گئے اور میرا اس اقبال کی بجائے لوگوں کے ساتھ اشتغال ہو گیا۔ اور
یہ خوابوں کا کھلا ہوا دروازہ بند ہو گیا۔ پس اب میں ان آئمہ علیہم السلام میں
سے کسی کو خواب میں نہیں دیکھتا۔ لیکن کبھی کبھی بہ تقاضائے حالات۔

اور ان عجیب و غریب امور میں سے جو میں نے خواب میں دیکھیں تھیں،
ایک یہ تھی کہ میں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ جیسا کہ
آپ علماء اور جلیل القدر لوگوں کی محفل میں تشریف فرما ہیں۔ پس میں ان کی طرف
بڑھا تو امیر المومنین علیہ السلام مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ پس میں جوتیوں کے
قریب بیٹھ گیا۔ انہوں نے کہا آگے آؤ! یہ تمہارا مقام و منزلت نہیں ہے۔ پس
میں کھڑا ہو گیا اور اس کے کچھ آگے قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ حضرت نے فرمایا اور آگے
آؤ۔ غرضیکہ حضرت اسی طرح مجھے اپنے سے قریب تر بلاتے رہے
یہاں تک کہ حضرت نے مجھے اپنے برابر اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ پس سب سے
پہلا سوال جو میں نے کیا یہ تھا کہ کیا صبرہ جائز ہے آپ نے فرمایا نہیں جائز
نہیں ہے۔ اس کے بعد میں نے آپ سے اپنی حاجت بیان کی۔ آپ نے فرمایا پھر

پاس تو کوئی چیز نہیں ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ لیکن میں تو آپ کے پاس اس مقصد کے لیے آیا ہوں جو میرے اور آپ کے درمیان ہے۔ میں آپ سے وہ بات چاہتا ہوں جس سے میں آپ کے اس مقام کا سب سے زیادہ مجاز ہو جاؤں۔ جو آپ کو اللہ سے حاصل ہے۔ آپ نے کہا انشاء اللہ یہ بات کچھ عرصے کے بعد تمہیں حاصل ہو جائے گی اور میں ہمیشہ اسی حال میں رہا کہ خواب دیکھا کرتا تھا۔ اور

یہ سب کے سب خواب

وحی والہام تھے۔

پس میری حالت ہو گئی کہ جب بھی مجھ پر کوئی بات مخفی ہوتی تو میں اس کا بیان خواب میں دیکھ لیتا۔ خواہ وہ اجمالی طور پر ہی ہوتا۔ لیکن جب میں اس کا بیان خواب میں دیکھ لیتا اور بیدار ہوتا تو وہ مسئلہ مجھ پر اس طرح سے واضح ہو جاتا کہ وہ تمام دلائل جن پر اس مسئلہ کا اثبات موقوف ہے مجھ پر ظاہر ہو جاتے۔ اس طور پر کہ مجھ پر اس مسئلہ کی کوئی حالت مخفی و پوشیدہ نہ رہتی۔ یہاں تک کہ اگر تمام انسان بھی جمع ہو جائیں اور وہ سب کے سب مل کر یہ چاہیں کہ مجھے اس مسئلہ کے بارے میں مشتبہ بنا دیں تو ان کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ میرے دل میں ذرا سا بھی شبہ پیدا کر سکیں۔ پس میں ان کے تمام دلائل سے مطلع ہو جایا کرتا تھا۔ اور اگر تمام انسان مل کر مجھ سے ہزار اختلاف کریں اور مجھ پر ہزار اعتراض کریں تو مجھ پر بلا تکلف اس کا جواب منکشف ہو جاتا تھا اور میں خواب میں جو کچھ دیکھتا تھا وہ ایسا ہوتا تھا کہ میں تمام احادیث کو ان خوابوں کے مطابق پاتا تھا۔ کیونکہ میں جو کچھ خواب میں دیکھا کرتا تھا وہ بالکل ایسا ہوتا تھا جیسا کہ چشم دید بات ہو۔ کہ اس میں غلطی واقع ہو ہی نہیں سکتی۔

اور اگر تم میرے کلام کی صداقت کو پرکھنا چاہتے ہو تو میری حکمت یعنی فلسفہ کی کتابوں میں غور کرو۔ کیونکہ میں نے ان میں سے اکثر کتابوں میں اغلب مسائل یعنی جلیل القدر

حکماء یعنی فلاسفہ اور متکلمین سے اختلاف کیا ہے۔ پس جب تم میرے کلام میں غور کرو گے تو تم ان کو آئمہ ہدی علیہم السلام کی احادیث کے مطابق پاؤ گے۔ اور تم کوئی حدیث ایسی نہ پاؤ گے جو میرے کلام کی ذرا بھی مخالفت کرتی ہو۔ اور اکثر حکماء وفلاسفہ اور متکلمین کے کلام کو میرے کلام اور احادیث آئمہ علیہم السلام کے مخالف پاؤ گے۔ یہاں تک کہ ان جلیل القدر حکماء یعنی فلاسفہ و متکلمین کی یہ حالت ہے کہ ان میں سے اکثر امام علیہ السلام کے کلام کا مطلب سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ لیکن جب تم میرے بیان کو پرکھنا چاہو تو انصاف کے ساتھ غور کرو تا کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس کی صحت کا تمہیں علم ہو جائے۔ کیونکہ میں کوئی بھی بات زبان سے نہیں نکالتا۔ سوائے اس کے کہ وہ بات اور وہ دلیل آئمہ علیہم السلام نے خواب میں مجھے الہام کی ہوئی ہوتی ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ ایک دفعہ میرے اور شیخ محمد بن الشیخ حسین بن منصور بحرانی کے درمیان بہت ہی بحث ہوئی اور اس نے میری باتوں کا بڑی شدت کے ساتھ انکار کیا۔ اس کے بعد ہم دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ پس جب رات ہوئی تو میں نے حضرت امام علی نقی ابن محمد تقی یعنی حضرت ہادی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ پس میں نے آنحضرت علیہ السلام سے لوگوں کی حالت کا شکوہ کیا کہ آپ جو کچھ خواب میں پڑھا کر جاتے ہیں لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ پس حضرت ہادی علیہ السلام نے فرمایا ان لوگوں کو تم اسی حال میں رہنے دو اور جس حال میں تم ہو اسی میں مشغول رہو۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے کچھ کاغذ نکال کر میری طرف بڑھائے جو آٹھ تھے۔ اور کہا یہ ہمارے بارہ اجازے ہیں۔ میں نے ان کاغذوں کو پکڑ لیا۔ اور ان کو کھول کر دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ہر صفحہ کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کیا گیا ہے۔ اور بسم اللہ کے بعد بارہ کے بارہ آئمہ علیہم السلام میں سے ہر ایک امام کا میرے لیے اجازہ لکھا ہوا تھا۔ اور اس میں وہ سب کچھ لکھا ہوا تھا جس کا آئمہ علیہم السلام نے مجھے حکم دیا تھا۔ اور جس جس بات کا مجھ سے وعدہ کیا تھا اور جو صفتیں اور تعریفیں اور میری خوبیاں ان اجازوں میں انہوں نے بیان کی تھیں،

اور بیان کردہ میری خوبیاں میری تعریفیں اور یہ ی صفات ایسی تھیں جن کو کوئی بھی شخص جو بھی اُن کو سنے ان کو انتہائی بزرگ تعریفات اور عظیم صفات کہتے ہوئے تسلیم نہیں کر سکتا۔ اور ان کو سچ نہیں سمجھ سکتا۔ اور ان کی تصدیق نہیں کر سکتا۔ اور حق بات یہ ہے کہ میں ان صفات کا اہل بھی نہیں ہوں۔

یہاں تک کہ میں نے نبی صلوات اللہ (درحقیقت تو یہ صفات نہیں ہیں۔) یہ ری یہ صفات بیان کرنے والوں سے۔ پس نبی صلعم نے کہا تمہاری یہ صفات وخصوصیات ومراتب میں نے بیان کئے ہیں۔ میں نے عرض کی اے میرے آقا! آپ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور میں خود اپنے نفس سے اچھی طرح واقف ہوں کہ میں ان صفات وخصوصیات ومراتب کا اہل نہیں ہوں۔ پس آپ نے میری یہ صفات وخصوصیات ومراتب کس وجہ سے اور کس سبب سے بیان فرمائے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ بغیر کسی سبب کے۔ میں نے پھر کہا کہ کیا بغیر سبب کے ہی آپ نے میری صفات وخصوصیات ومراتب بیان کر دیئے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے۔ کہ میں آپ کے سامنے ان صفات وخصوصیات کا بیان کروں۔ میں نے عرض کی کہ کیا آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ میری یہ صفات وخصوصیات ومراتب مجھ سے بیان کریں۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔ ہاں! اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں یہ بتاؤں کہ ابن ابی درس اہل جنت سے ہے۔ اور یہ شخص ہمارے شہر کا رہنے والا تھا۔ اور ہمارے شیعوں میں سے تھا۔ آنحضرت نے یہ بھی فرمایا کہ عبداللہ العویدری بھی اہل جنت سے ہے۔ میں نے پھر پوچھا کہ کیا عبداللہ العویدری بھی اہل جنت سے ہے؟ آنحضرت نے فرمایا اس کی ظاہری حالت سے دھوکا نہ کھانا، وہ بالآخر ہماری طرف لوٹ آئے گا۔ خواہ وہ روح کے نکلنے کے وقت ہی لوٹے۔ اور یہ عبداللہ العویدری ایک مرد عشار یعنی ٹیکس وخراج یا چنگی وصول کرنے والا تھا۔ اور اہل سنت والجماعت میں سے تھا۔ اور ہم نے اُسے کبھی نیکی کا کام کرتے ہوئے نہیں سنا تھا۔ سوائے اس کے کہ وہ ہمارے اقارب میں سے

سرداروں کی ایک جماعت سے محبت کرتا تھا۔ اور ان کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اور ان کی انتہائی تعظیم وتکریم بجا لاتا تھا۔

پھر ایک مدت کے بعد شیعوں کی ایک جماعت کے سامنے میں نے اس بات کا ذکر کیا تو ان میں سے ایک شخص نے جس کا نام عبداللہ بن ناصر اعطی تھا اور اس کے اور عبداللہ العویدری کے درمیان دوستانہ اور بھائی چارہ تھا۔ کہا کہ عبداللہ العویدری تو شیعہ ہے۔ ہم نے کہا نہیں وہ شیعہ نہیں ہے۔ اس نے کہا، واللہ وہ شیعہ ہے۔ وہ میرا دوست ہے اور میں اس کو خوب جانتا ہوں۔ قصہ مختصر کہ اتفاق کی بات یہ ہوئی کہ اہل قطیف کے خلاف شیعہ پر بدو قبائل نے حملہ کیا۔ اور ان کے درمیان خوب لڑائی ہوئی اور شیعوں نے اہل احساء سے اہل قطیف کی امداد کے لئے بدوؤں کے خلاف ایک لشکر کی امداد کی درخواست کی۔ پس جن لوگوں نے جنگ کے لئے خروج کیا ان میں عبداللہ العویدری بھی شامل تھا۔ اور اس جنگ میں جو لوگ قتل ہوئے ان میں سے ایک وہ عبداللہ العویدری تھا۔ پس اس کا اختتام مومنین کا دفاع کرتے ہوئے شہادت کے طور پر ہوا۔

مختصر یہ ہے کہ عجیب وغریب امور میں سے جو امر سب سے زیادہ عجیب وغریب ہے وہ ان خوابوں کی تعبیر ہے جن کا ذکر اس سے پہلے گزر چکا ہے اور عجیب وغریب ہونے کی بنا پر ان خوابوں کی تعبیر ایسی ہے کہ جن کا بیان کرنا مناسب نہیں ہے خصوصاً جاہلوں کے سامنے جہاں تک میرا تعلق ہے اگر میں نے ان کو دل سے گھڑا ہو تو اس کا گناہ میرے اوپر ہے۔

یہاں تک (شیخ احمد احسائی نے) خود اپنے قلم سے یہ سوانح حیات لکھی ہے۔ اور ہم نے اس کو اس نسخہ سے نقل کیا ہے۔ جو شیخ احمد احسائی کے قلم سے نقل ہوا ہے۔ اور اس سوانح حیات کو عبد ضعیف محمد بن محمد بن الحسین المشہور بہ تقی الشریف نے شہر تبریز میں نقل کیا ہے۔ اور اس کی کتابت سے بروز بدھ تین ماہ ذی العقدۃ الحرام ۱۲۹۰ھ میں فراغت پائی۔

ترجمہ رسالہ

شرح احوال

شیخ احمد بن زین الدین احسائی

مصنفہ

شیخ عبد اللہ بن شیخ احمد احسائی

از ترجمہ فارسی

آقا محمد طاہر خان

طبع دوم

چاپخانہ سعادت کرمان

ابواب

شرح احوال شیخ احمد احسائی

از قلم شیخ عبد اللہ

محمد طاہر خان نجل جلیل محمد کریم خان کرمانی نے شیخ عبد اللہ کی مصنفہ سوانح حیات کو چھ ابواب پر تقسیم کیا ہے۔

باب اوّل ۔ شیخ احمد احسائی کا نسب اور اُن کے آباء کا حال

باب دوم ۔ احوال شیخ از طفولیت تا شباب

باب سوم ۔ کیفیت ترقی اور ان کے خوابوں کے بیان میں

باب چہارم ۔ شیخ احمد احسائی کی شہرت اور اُن کے سفروں کے بیان میں

باب پنجم ۔ در بیان عدد زوجات و اولاد

باب ششم ۔ در بیان رسائل و کتب

شیخ عبد اللہ نے باب اوّل سے باب سوم تک جو کچھ بیان کیا ہے جو خود شیخ احمد احسائی نے اپنے قلم سے تحریر کیا ہے ۔ اور چونکہ اس کا ترجمہ تحریر کیا جا چکا ہے لہذا باب سوم تک تحریر و ترجمہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ بعض باتیں جو شیخ احمد احسائی نے اجمالی طور پر بیان کی تھیں اور شیخ عبد اللہ نے ان کی مزید وضاحت کر دی ہے وہ حسب موقع بیان کی جائیں گی۔

شیخ عبد اللہ نے اپنے والد کی سوانح حیات کو جس مقام سے آگے بڑھایا ہے وہ باب چہارم سے شروع ہوتا ہے۔ ہم اس کا ترجمہ کرنے کی بجائے اپنی تحقیق کے دوران اس کے حوالہ جات ہدیۂ قارئین کریں گے ۔ اور اس باب کا خلاصہ مناسب مقام پر اس کتاب میں پیش کریں گے ۔ اور زوجات و اولاد و تصانیف کا بیان بھی اپنے محل پہ ہوگا۔

قارئین کی سہولت کے لئے شیخ عبداللہ کی تحریر کردہ اصل سوانح حیات سابقہ صفحات میں پیش کر دی گئی ہے تاکہ حوالہ دیکھنے کے لئے اس کتاب میں اصل کی طرف رجوع کیا جا سکے۔ دراصل شیخ عبداللہ کی تحریر کردہ سوانح حیات میں ان کے باپ کی تحریر کردہ سوانح حیات کو ہی تکمیل تک پہنچایا گیا ہے۔ لہٰذا ہم اس سوانح حیات پہ اپنی تحقیق کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

شیخ کی تحریر کردہ سوانح حیات کے دو حصے

قارئین محترم نے دیکھا ہوگا کہ شیخ کی تحریر کردہ سوانح حیات کے دو حصے ہیں پہلا حصہ بالکل سوانح حیات کی صورت میں اپنے بڑے بیٹے شیخ محمد تقی کی فرمائش پہ تاریخی دستاویز کی حیثیت سے تحریر کیا ہے اور دوسرا حصہ ایک خط ہے جو شیخ نے اپنے دوستوں میں سے کسی کو لکھا ہے۔ چنانچہ مرزا ابوالقاسم خان بن زین العابدین خان بن محمد کریم خان کرمانی اپنی کتاب فہرست میں ص ۱۳۲ سے ص ۱۴۲ تک شیخ کی پہلی سوانح حیات نقل کرنے کے بعد ص ۱۴۳ پہ دوسرا حصہ نقل کرنے سے پہلے تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

غرض مکیم عبارات شیخ مرحوم بزرگوار تا ہمیں جا تمام شدہ صاحب تنبیہ الغافلین میفرماید کہ مراسلہ را از شیخ اوحد اعلی اللہ مقامہٗ دیدم کہ بیکی از دوستاں مرقوم داشتہ و آں را نقل کردہ دوست میدارم آں مراسلہ را ہم دریں مقام نقل نمایم زیرا کہ خلاصہ ایست از رسالہ فوق و زیادتی ہم دارد کہ ذکر انہا خالی از فائدہ نیست و معلوم است کہ در جواب کسے مرقوم داشتہ کہ سوال از کیفیت

امر ایشان نمودہ است و شاید دستور نیز ہم خواستہ و ایں است آں مراسلہ۔

ترجمہ:۔ میں عرض کرتا ہوں کہ شیخ مرحوم کی خود نوشت سوانح حیات کی عبارات تو اس مقام تک ختم ہو گئیں۔ اور صاحب تنبیہ الغافلین کہتے ہیں کہ میں نے شیخ اوحد کا ایک مراسلہ دیکھا ہے کہ انہوں نے اپنے دوستوں میں سے کسی دوست کو لکھا تھا۔ اور اس کو نقل کیا ہے۔ میں نے بھی یہ مناسب سمجھا کہ اس مراسلے کو اس مقام پر نقل کردوں کیونکہ یہ سابقہ رسالہ کا ایک خلاصہ ہے۔ اور اس میں کچھ اور زیادہ بھی ہے کہ جس کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط کسی کے جواب میں لکھا ہے۔ جس نے انکے امر کی کیفیت کے بارے میں سوال کیا ہے۔ اور شاید دستور العمل کی درخواست بھی کی ہے اور وہ مراسلہ حسب ذیل ہے۔ اس کے بعد مراسلہ نقل کیا ہے۔ حسین علی محفوظ کی شائع کردہ سیرۃ الشیخ احمد احسائی میں مذکورہ مکتوب کا عکس بھی آغاز میں شامل کیا گیا ہے۔ جس کو ہم نے بھی اس کتاب کے ساتھ سند کے طور پر شامل کر دیا ہے۔

تحقیق اینکہ شیخ احمد احسائی نے یہ سوانح حیات کب تحریر کی۔

شیخ احمد احسائی کی سیرت کا وہ حصہ جو بصورت مکتوب ہے اور جس کا عکس بھی اس کتاب کے آغاز میں دیا ہوا ہے۔ اس پر شیخ احمد احسائی کی مہر بھی لگی ہوئی ہے۔ شیخ احمد احسائی کے دستخط بھی ہیں۔ اور دستخط کے ساتھ سن تحریر سنہ ۱۲۴۲ھ لکھا ہوا ہے۔ لیکن شیخ کی سیرت کا وہ حصہ جو شیخ نے اپنے بیٹے شیخ محمد تقی کی درخواست پہ تحریر کیا ہے اس پر تحریر

کی کوئی تاریخ درج نہیں ہے لیکن شیخ نے اپنی اس سوانح حیات میں دو باتیں ایسی لکھی ہیں جن سے کچھ کچھ اس سوانح حیات کی تحریر کے وقت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

سب سے پہلی بات تو شیخ کی یہ تحریر ہے جو اس نے لکھی ہے کہ اللہ عزوجل نے مجھ پر جو احسان کئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے مجھ کو ایسی ذریت عطا کی جن کو اس نے علم سے عزت بخشی اور ان میں سے جو علم میں اور عمر میں سب سے بڑا ہے وہ فرزند عزیز محمد تقی ہے۔ اس سے کم از کم اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ شیخ نے یہ کتاب اپنے بیٹے شیخ محمد تقی کی خواہش پر اس وقت لکھی جب وہ عالم و فاضل ہو چکا تھا۔ لہٰذا شیخ کے مذکورہ فقرے سے یہ بات تو پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ شیخ نے یہ اپنی سوانح حیات اپنے بچپنے میں نہیں لکھی نہ ہی شادی سے پہلے یعنی آغاز جوانی میں لکھی بلکہ شادی کے بعد بچے ہونے کے بعد اور بچوں کے جوان ہو کر پڑھ لکھ کر فاضل ہو جانے کے بعد لکھی ہے۔ لیکن پھر بھی اس سے حتمی تاریخ کو تعین نہیں ہو سکتا۔

لیکن دوسری بات جو شیخ نے اپنی اس خود نوشت سوانح حیات میں تحریر کی ہے اس سے کچھ کچھ قریب قریب اس سوانح حیات کی تحریر کی تاریخ کا پتہ چلتا ہے اور وہ فقرہ یہ ہے کہ:

"اگر تم میرے قول کی صداقت کو پرکھنا چاہو تو میری حکمت یعنی فلسفہ کی کتابوں میں غور کرو کیونکہ میں نے ان میں سے اکثر کتابوں میں اغلب مسائل میں جلیل القدر حکماء یعنی فلاسفہ اور متکلمین سے اختلاف کیا ہے۔"

شیخ کے مذکورہ فقرے سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ شیخ نے اپنی یہ سوانح حیات اس وقت لکھی تھی جب کہ وہ اپنی وہ مشہور و معروف کتب جو حکمت و فلسفہ کے مضامین پر مشتمل ہیں اور جن میں اکثر فلاسفہ اور متکلمین سے اختلاف کیا ہے تحریر کر چکا تھا۔

جب ہم شیخ کی کتابوں کی فہرست پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے حکمت و فلسفہ پر درج ذیل مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔

(۱) فوائد (۲) شرح فوائد (۳) شرح مشاعر ملا صدرا (۴) شرح عرشیہ ملا صدرا

(۵) ... جلد (۶) شرح زیارت جامعہ در چار جلد۔ اب یہ کتابیں کب لکھی گئیں؟ تو فہرست کتب ... مصنفہ ابو القاسم خان میں فہرست کتب شیخ مرحوم کے تحت نمبر ۲۳ پر ۱ کتاب ... کے بارے میں یہ لکھا ہے (۲۹) "فوائد

که بعد از مراجعت از اصفهان به یزد مرقوم فرموده اند"

... شیخ نے کتاب فوائد کو اصفہان سے واپس یزد لوٹنے کے بعد تصنیف کیا ہے۔ لیکن احوال شیخ مصنفہ شیخ عبداللہ میں۔ اصفہان کا کوئی خصوصی سفر تحریر نہیں ہوا ہے ... شیخ عبداللہ کا تحریر کردہ شرح احوال شیخ سے دو مرتبہ اصفہان سے گذرنا معلوم ہوتا ہے۔ ایک ۱۲۲۱ھ میں جب کہ وہ فتح علی شاہ قاچار سے ملاقات کر کے واپس لوٹا اور ... میں آکر قیام کیا اور غالباً یہی موقع معلوم ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ وقت کی پشتیبانی ... حصول کی وجہ سے ایسی کتاب کے لکھنے کی جرأت کر سکے جس میں اس کے قول کے مطابق اس نے جلیل القدر فلاسفہ اور متکلمین کی مخالفت کی ہے۔ کیونکہ ۱۲۲۳ھ میں فتح علی شاہ قاچار سے ملاقات کے بعد شیخ احمد احسائی نے واپس یزد آکر بمطابق نوشتہ ... تقریباً پانچ سال یزد میں قیام کیا ہے اور پانچ سال قیام کے بعد یزد سے اپنا بوریا بستر باندھ کر کرمان شاہ کی طرف ۱۲۲۹ھ میں روانگی اختیار کی ہے جس کا مفصل ... ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ لہٰذا اس کتاب کا لکھا جانا ۱۲۲۳ھ اور ۱۲۲۹ھ ... یعنی وقفہ میں بنتا ہے۔ دوسری طرف ۱۲۲۹ھ میں کرمان شاہ جاتے ہوئے اصفہان ... گزرا ہے۔ لیکن اس وقت اصفہان سے یزد کی واپسی نہیں ہے۔ ہم قارئین کے استفادہ اور سہولت کے لئے شیخ کے اسفار پر نظر دوڑانے کے لئے ایران کا نقشہ اس کتاب میں شامل کر رہے ہیں۔

... دوسری کتاب شرح فوائد ہے جو مذکورہ کتاب فوائد کی شرح ہے۔ شیخ کی نظر میں شاید خود کتاب فوائد ایسی مشکل نظر آئی کہ اس کی شرح لکھنے کی ضرورت پڑی۔ یا کتاب فوائد میں جو کچھ اس نے بیان کیا تھا لوگ اس کے ظاہری الفاظ سے وہ مطلب مراد نہیں لے رہے تھے کہ جو خود شیخ کا مطلب تھا۔ لہٰذا انہوں نے فلسفہ و حکمت پر تکمیل جیسی کتاب

فوائد کی شرح خود لکھی اور فی الحقیقت شیخ نے اپنی شرحوں میں ہی اپنے مخصوص افکار کی جولانی دکھائی ہے۔ اور وہ اُن خرافات کا مجموعہ ہیں جن میں وہ بالکل بے مہار ہو گیا ہے۔ بہر حال اس کتاب کے بارے میں فہرست کتب مشائخ عظام کے صفحہ ۲۲۷ شمارہ ۲ پر یوں لکھا ہے۔

۲۔ رسالہ

شرح فوائد در حکمت کہ سابقاً مرقوم فرمودہ و بخواہش اخوند ملا مشہد بعداً شرح فرمودہ اند۔ تاریخ تحریر ۹ شوال سنہ ۱۲۳۳ھ

یعنی یہ رسالہ فوائد کی شرح ہے جو اس سے پہلے فلسفہ و حکمت پر تحریر کیا تھا۔ اور اخوند ملا کی خواہش پر بعد میں اس کی شرح لکھی ہے اس کی تاریخ تحریر ۹ شوال سنہ ۱۲۳۳ھ ہے۔

۳۔ تیسری کتاب شرح رسالہ عرشیہ ہے۔

فہرست کتب مشائخ عظام کے صفحہ ۲۳۱ شمارہ ۵۳۱ پر اس کی تاریخ یوں تحریر ہے۔

تاریخ تحریر ۲۷ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۶ھ در کرمانشاہ

یعنی یہ کتاب کرمانشاہ میں قیام کے دوران ۲۷ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۶ھ میں تحریر کی گئی۔

۴۔ چوتھی کتاب شرح مشاعر ملا صدرا ہے۔

فہرست کتب مشائخ عظام کے صفحہ ۲۳۰ شمارہ ۲۲ پر اس کی تاریخ تحریر ۲ صفر سنہ ۱۲۳۴ھ درج ہے اور اس میں ملا صدرا کے قواعد فلسفہ و حکمت کا ابطال کیا ہے۔

۵۔ پانچویں کتاب شرح زیارت جامعہ ہے جو چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ اور زیارت جامعہ کبیرہ کی شرح کے آخر میں زیارت وداع کی شرح بطور علیحدہ شامل ہے۔

فہرست کتب مشائخ کے صفحہ ۲۲۶ شمارہ ۱۶ پر اس کی تاریخ تحریر ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۰ھ تحریر ہے۔

لیکن مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی نے اپنی کتاب فی الاحقاق علی ترجمۃ العالی صفحہ ۱۲۱ سطر ۲ تا ۹ پر یوں لکھا ہے۔

وبالاخص شرح الزیارۃ فان تصنیفہ اتفق فی سفرہ الی العراق فی النجف الاشرف فی سنۃ الف والمائتین و واحد وثلاثین کما ارخہ اعلی اللہ مقامہ فی آخر الجزء الثالث من شرح الزیارات۔

یعنی خاص طور پر شرح زیارت کیونکہ اس کی تصنیف کا اتفاق سفر عراق کے موقع پر نجف اشرف میں قیام کے دوران سنہ ۱۲۳۱ھ میں ہوا۔ جیسا کہ خود شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت کے جزء ثالث کے آخر میں تاریخ تحریر درج کی ہے۔

لیکن جب ہم اصل شرح زیارت طبع جدید سوم کے آخر میں مطالعہ کرتے ہیں تو یہ تاریخ یوں لکھی ہوئی ملتی ہے۔

کتب احمد بن زین الدین الاحسائی رد ع فدا اعانہ او آئل شوال سنۃ تسع وعشرین ومائتین بعد الالف من الھجرۃ النبویۃ علی مھاجرھا افضل الصلوٰۃ فداک السلام علیہ وآلہ الانجاب الکرام صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

یعنی شیخ احمد بن زین الدین الاحسائی نے اس کتاب کو اوائل شوال سنہ ۱۲۲۹ھ میں تحریر کیا۔ مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ شیخیہ رکنیہ نے اس کتاب کی تاریخ تحریر ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۰ھ لکھی ہے اور شیخیہ احقاقیہ کے رئیس مرزا علی الحائری الاحقاقی نے سنہ ۱۲۳۱ھ لکھی ہے۔ اور شرح زیارت جلد سوم کے آخر میں اوائل شوال سنہ ۱۲۲۹ھ لکھی ہوئی ہے۔ اب ان میں سے صحیح کون سی ہے ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اور یہ اختلاف کیوں ہے۔ یہ فیصلہ قارئین خود کریں گے۔

اگر مرزا علی الحائری الاحقاقی صریح طور پر یہ نہ لکھتے کہ شیخ نے جلد سوم کے آخر میں خود تاریخ تحریر سنہ ۱۲۳۱ھ لکھی ہے تو ہم اس صورت میں یہ کہہ سکتے تھے کہ جلد سوم سے فراغت پانے کی تاریخ ہے۔ اور ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۰ھ جو شیخیہ رکنیہ نے تحریر کی ہے وہ جلد چہارم سے فراغت پانے کی تاریخ ہے۔ اور مرزا علی الاسکوئی الحائری

الاحقاقی نے جو سنہ ۱۲۳۱ھ لکھی ہے وہ جلد چہارم کے بعد مشمولہ زیارت وداع کی شرح سے فراغت پانے کی تاریخ ہے۔ لیکن مرزا علی الحائری الاحقاقی نے یہ لکھ کر کہ یہ تاریخ یعنی سنہ ۱۲۳۱ھ شرح زیارت جلد سوم کے آخر میں خود شیخ نے لکھی ہے ہمیں مجبور کر دیا ہے کہ ہم اب یہ بھی نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ تاریخ زیارت وداع کی تکمیل کی تاریخ ہوگی۔ اور ہمارے پاس شرح زیارت جامعہ طبع جدید بھی ہے جو خود احقاقیوں کی شائع کردہ ہے۔ البتہ شیخیہ رکنیہ کرمانیہ نے جو ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۰ھ لکھی ہے اس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تاریخ جلد چہارم کے متعلق ہوگی۔ لیکن اس پر بھی شیخیہ احقاقیہ یہی کہتے ہیں کہ سچے صرف وہی ہیں باقی سب جھوٹے ہیں یہ فیصلہ قارئین خود کریں۔ البتہ اگر شیخیہ احقاقیہ اپنی غلطی کو تسلیم کریں تو پھر ہمارا یہ اندازہ صحیح ہو سکتا ہے کہ سنہ ۱۲۲۹ھ جلد سوم کی تکمیل کی تاریخ ہے اور سنہ ۱۲۳۰ھ جلد چہارم سے فراغت پانے کی تاریخ ہے۔ اور سنہ ۱۲۳۱ھ زیارت وداع کی شرح سے فارغ ہونے کی تاریخ ہے۔

اب مذکورہ تحقیق کی روشنی میں شیخ کی کتب حکمت و فلسفہ کی تاریخ تحریر یوں ہوئی۔ (۱) کتاب فوائد: ۱۲۲۹ - ۱۲۲۴ ہجری

۲. کتاب شرح فوائد: ۹ شوال سنہ ۱۲۴۳ھ

۳. کتاب شرح رسالہ عرشیہ: ۲۷ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۶ھ

۴. کتاب شرح مشاعر ملا صدرا: ۲۷ صفر سنہ ۱۲۳۴ھ

۵. کتاب شرح زیارت جامعہ: ۱۲۳۱ - ۱۲۲۹ ہجری

اب ہم شیخ کا اپنی تحریر کردہ سوانح حیات کا جملہ پھر دہراتے ہیں:

"اگر تم میرے کلام کی صداقت کو پرکھنا چاہو تو میری حکمت و فلسفہ کی کتابوں میں غور کرو۔ کیونکہ میں نے ان میں سے اکثر میں اغلب مسائل میں جلیل القدر حکماء یعنی فلاسفہ اور متکلمین سے اختلاف کیا ہے۔"

اور مذکورہ تحقیق سے ثابت ہو گیا ہے کہ مذکورہ شرحیں سنہ ۱۲۲۹ھ سے سنہ ۱۲۳۶ھ کے درمیانی وقفہ میں لکھی گئیں اور یہ وہ زمانہ ہے جب کہ شیخ احمد احسائی کرمان شاہ

میں مقیم تھا۔ اور شاہزادہ مرزا محمد علی قاچاری والی کرمان کے سایہ چتر حمایت میں خرمستیاں کر رہا تھا۔ اور چونکہ اس نے اپنی مذکورہ سوانح حیات میں اپنی ان کتب حکمت کا حوالہ دیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مذکورہ سوانح حیات سنہ ۱۲۳۶ھ کے بعد لکھی گئی ہے۔ لیکن وہ سوانح حیات جس کو اس نے اپنے کسی دوست کو مکتوب کی صورت میں لکھا ہے اس پر چونکہ سنہ ۱۲۱۲ھ کی تاریخ درج ہے لہذا اس کے مزید ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔

تحقیق اینکہ یہ سوانح حیات شیخ احمد احسائی کی خود اپنی ہی خودنوشت ہے۔

بعض سیرت نگاروں نے شیخ احمد احسائی کی اس سوانح حیات کے بارے میں جس کو ہم نے اوراق سابق میں نقل کیا ہے یہ شبہ ظاہر کیا ہے کہ یہ شیخ احمد احسائی کی خودنوشت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ سوانح حیات اس کے عقیدتمندوں کی تحریر کردہ معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً

محمد احسن صاحب اپنے پمفلٹ "دینی ضرورت و اتمام حجت" شائع کردہ کتب خانہ ابراہیمیہ [illegible] پاکستان [illegible] میں یوں لکھتے ہیں:

"شیخ ماہ رجب سنہ ۱۱۶۶ھ میں پیدا ہوئے۔ بچپن کا زمانہ تحقیق کے معیار پر تاریکی میں ہے۔ البتہ کچھ حالات کا بیان خود شیخ سے منسوب کیا گیا ہے۔ جن میں عقیدتمندوں کی طرف سے مبالغہ کی آمیزش ممکن بھی ہے اور کہیں کہیں مبالغہ کا شبہ بھی ہوتا ہے۔ لیکن تمام حالات ایسے ہی ہیں جو کسی عقیدتمند کے سوا کسی محقق کے لئے قابل قبول نہیں ..... بچپن کے حالات پڑھنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ گویا اللہ تعالے نے ایک مخصوص انسان کو انبیاء کی صفات عطا کر کے پیدا کیا تھا۔"

حسن صاحب کی صرف اتنی بات تو ٹھیک ہے کہ بچپن کا زمانہ تحقیق کے معیار پر تاریکی میں ہے۔ بلکہ اگر صحیح طور پر دیکھا جائے تو تحقیقی معیار پر صرف بچپن کا زمانہ

ہی تاریکی میں نہیں ہے بلکہ جیسا کہ آگے چل کر ہم ثابت کریں گے سن ۱۲۰۰ھ تک یعنی شیخ کی زندگی کے پورے تینتالیس سال تاریکی میں ہیں۔

اس کے علاوہ احسن صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ اس لئے قابل اعتنا نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنی طرف سے پہلے یہ سمجھ لیا ہے کہ جیسے خود شیخ احمد احسائی اپنے اندر ان صفات کا مدعی نہیں تھا۔ لہٰذا مذکورہ تحریر کردہ سوانح حیات کو انہوں نے عقیدتمندوں کی طرف منسوب کر دیا۔ لیکن اگر احسن صاحب شیخ احمد احسائی کی تحریروں میں غور کرتے تو تحقیق کے معیار پہ بھی یہ بات ان کے سامنے کھل کر سامنے آجاتی کہ شیخ احمد احسائی حقیقتاً خود اپنے آپ کو نہ صرف انبیاء کی صفات کا حامل سمجھتا تھا بلکہ ان سے بھی افضل و برتر سمجھتا تھا۔

احسن صاحب کے برخلاف آقائے یعقوبی نے اپنی کتاب "بینش شیخی گری" کے صفحہ پر دونوں امکانات کو برابری کا درجہ دیا ہے۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر یہ مطالب بسیح شیخ اسی کے بیان کردہ ہیں تو اس سے یقینی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس نے اپنی اس خود نوشت سوانح حیات میں یہ کوشش کی ہے کہ وہ شروع سے ہی خود کو ایک فوق العادہ اور ممتاز انسان کی حیثیت سے متعارف کرائے اور بچپنے سے ہی خود کو ایک مقام مقدس الٰہی کا مستحق اور سزاوار جانے اور جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں اس نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے۔

اور اگر یہ سوانح حیات اس کے فرزند اور مریدوں کی ساختہ پرداختہ ہو تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے انہوں نے اس کو ایک رہبر و رہنما و پیشوائے متفکر و نابغہ روزگار اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا نمائندہ الٰہی قرار دیا ہے۔ اور پھر اس مقام مقدس نمائندہ الٰہی کے مناسب حال اس کی شرح زندگی کو مرتب و تحریر کیا ہے۔ آقائے یعقوبی کی عبارت "بینش شیخی گری" میں اس طور پر ہے۔

"اگر ایں مطالب درستی از خود او باشد کاملاً مبرہن است کہ میخواستہ خود را از اول یک انسان فوق العادہ و ممتاز معرفی کند و از اول دوران کودکی

خود را مستحق و سزاوار یک مقام مقدس الٰہی بداند۔ چنانکہ دیدیم ادعا کرد۔

و اگر ایں ساختہ و پرداختہ فرزند و مریدانش باشد اول او را یک رہبر متفکر و نابغہ و فرستادہ شدہ از طرف خدا در نظر گرفتہ اند سپس شرح زندگی متناسب با ایں مقام نوشتہ اند۔"

آقائے یعقوبی نے یہ دونوں امکانات شاید اس لئے تحریر کئے ہیں چونکہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ شیخ احمد احسائی کے فرزند شیخ عبد اللہ کی تحریر کردہ سوانح حیات کو دیکھ کر لکھا ہے لیکن اگر ان کی نظر سے وہ سوانح حیات گزرتی جو شیخ کی خطوط نے تعداد سے شائع کی ہے اور جس کو جماعت احسائیہ نے نشر کیا ہے۔ وہ شیخیہ مدرسہ احقاقیہ کویت کی ادارت میں "شیخ احمد احسائی" کے نام سے اس کی نشر و اشاعت ہو رہی ہے۔ یا ابو القاسم خان ابراہیمی رئیس فرقہ شیخیہ رکنیہ کرمان کی شائع کردہ کتاب "فہرست کتب مشائخ" کا ملاحظہ کرتے تو اس کے صفحہ ۱۲۱ سے صفحہ ۱۲۰ تک شیخ کی اس خود نوشت سوانح حیات کا ملاحظہ کر لیتے تو ان کے سامنے اصل حقیقت بھی طرح ملاحظہ کر لیتے تو ان کے سامنے اصل حقیقت اچھی طرح سے کھل کر سامنے آجاتی۔ کہ یہ سوانح حیات اس کے فرزند یا مریدوں کی ساختہ پرداختہ نہیں ہے اور انہیں معلوم ہو جاتا کہ فی الحقیقت یہ خود شیخ احمد احسائی ہی کی خود اپنی خود نوشت ہے۔ اور فی الحقیقت اس نے خود ہی خود کو ایک مقام مقدس الٰہی کا مستحق و سزاوار جانا ہے۔ اور خود کو ایک نمائندہ الٰہی بطور من اللہ کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ اور جو بات اس کے فرزند اور مریدوں کی طرف نسبت دے کر کہی گئی ہے وہ خود شیخ کے نمائندے صاحب ہے کہ اس نے پہلے خود کو ایک نمائندہ الٰہی اور مامور من اللہ قرار دیا۔ اور اس کے بعد اس مقام مقدس الٰہی کے حسب حال اپنی اس سوانح حیات کو ترتیب دیا ہے۔ جو محض ایک من گھڑت افسانہ ہے۔ لیکن اس کی خود نوشت ہونے کی وجہ سے اس کے دعاوی کے ثبوت میں پیش کرنے کے لئے ایک مستند ماخذ ہے۔

تحقیق اینکہ شیخیوں کے دونوں فرقے اس سوانح حیات کو شیخ کی خود نوشت تسلیم کرتے ہیں۔

قارئین محترم! اس بات کا سب سے بڑا ثبوت کہ یہ سوانح حیات شیخ احمد احسائی کی ہی تحریر کردہ ہے یہ ہے کہ اس سوانح حیات پر شیخیوں کے دونوں فرقوں یعنی شیخیہ اسکوئیہ احقاقیہ کویت اور شیخیہ رکنیہ کریم خانیہ کرمان دونوں کو کامل اعتماد و یقین ہے شیخیہ اسکوئیہ کویت اپنی تصنیفات میں جا بجا اس کا حوالہ دیتے ہیں۔ اور اس کے شیخ احمد احسائی کے خط شریف سے تحریر شدہ ہونے کا خاص طور پر ذکر کرتے ہیں۔

مثلاً مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی رئیس شیخیہ اسکوئیہ احقاقیہ اپنی کتاب ترجمہ احوال شیخ علی نقی میں ص۱۷ سطر آخر پر لکھتے ہیں۔ "وجدنا ذالک کلہ فی رسالتہ بخطہ الشریف" یعنی یہ سب حالات ہم نے شیخ احمد احسائی کے اپنے ہاتھ سے لکھے ہوئے رسالے سے تحریر کئے ہیں۔ پھر ص۲۶ پر لکھتے ہیں۔ "ذکر ذالک الاوحد فی ترجمۃ احوال شخصہ" یعنی شیخ احمد احسائی نے اپنی خود نوشت سوانح حیات میں یہ خود بیان کیا ہے۔ اور موجودہ سربراہ و رئیس فرقہ شیخیہ اسکوئیہ احقاقیہ کویت مرزا حسن الاسکوئی الحائری الاحقاقی اپنی کتاب "الدین بین السائل والمجیب" کے ص۱۱۱ پر لکھتے ہیں "وھی ما کتبہ اعلی اللہ مقامہ بقلمہ الشریف" یعنی یہ وہ بیان ہے جو شیخ احمد احسائی نے اپنے قلم شریف سے لکھا ہے اور اس کے بعد شیخ کی سوانح حیات کا وہ مکمل متن جو رسالہ کی صورت میں ہے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

"فمن اراد الاطلاع علیھا فلیقرأ سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی اخرجھا الدکتور حسین علی محفوظ"

یعنی جو شخص شیخ احمد احسائی کی سوانح حیات پڑھنا چاہے وہ دکتور حسین علی محفوظ کی شائع کردہ سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی کا مطالعہ کرے۔ اور یہی ہے

جس کا اصل عکسی متن اس کتاب میں پیش کر دیا گیا ہے۔ رسالے فرقہ شیخیہ اسکوئیہ احقاقیہ کویت کے یہ دو حوالے ہی ثبوت کے لئے کافی ہیں کیونکہ یہی فرقہ ہے جو شیعوں کو دھوکا دینے کے لئے اور شیعوں کو گمراہ کرنے کے لئے جھوٹ بولنے سے ذرا بھی نہیں ہچکچاتا اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ انکار کر دیتا ہے۔ کہ شیخ نے ایسا نہیں کیا۔ لہٰذا ہم نے پہلے یہ ثابت کر دیا ہے کہ شیخیہ اسکوئیہ احقاقیہ کویت کے نزدیک یہ کتاب جو حسین علی محفوظ نے سیرۃ الشیخ احمد الاحسائی کے نام سے شائع کی ہے۔ شیخ کی خود نوشت ہے۔

شیخیوں کے دوسرے فرقے یعنی شیخیہ رکنیہ کریم خان کرمان کے بارے میں ہمیں یہ ثابت کرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے کہ وہ بھی اس کتاب کو شیخ کی خود نوشت تسلیم کرتے ہیں۔ کیونکہ فی الحقیقت وہ شیخ کے سچے پیرو ہیں۔ اور اس کی کسی بات کا انکار نہیں کرتے۔ اور شیخ احمد احسائی کی تعلیمات و افکار و نظریات و عقائد پر اس کے تمام دعاوی کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔ اور شیخ کے تمام دعاوی کو قادیانی مرزائیوں کی طرح من و عن تسلیم کرتے ہیں لیکن شیخیہ اسکوئیہ احقاقیہ کویت شیخ کے دعاوی کے منکر ہو جاتے ہیں۔ اور صریح جھوٹ بولتے ہوئے شیعوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ اور شیخ کی ایسی باتیں جن کے بارے میں وہ خوب اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں۔ کہ یہ باتیں شیعوں کے نزدیک صریحاً تسلیم کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اس کا صاف طور پر انکار کر دیتے ہیں۔ اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ بات شیخ نے نہیں کی اور نہیں تو یہ بات شیخ کی کتابوں میں کہیں نہیں ملی۔

لہٰذا ہم نے یہ بات ثابت کی ہے کہ شیخیہ اسکوئیہ احقاقیہ کویت کے نزدیک شیخ کی یہ سوانح حیات شیخ کی خود نوشت اور اس کے اپنے قلم سے لکھی ہے۔ اور ہم نے اسی لئے اپنی اس کتاب میں شیخیہ رکنیہ کریم خانیہ کی کتاب فہرست کتب مشائخ میں صفحہ ۱۳۲ تا ۱۴۴ پر درج سوانح حیات کو نقل نہیں کیا ہے سوانح حیات کو نقل کیا ہے جو دکتور حسین علی محفوظ نے بغداد سے شا

اور جس کو شیخیہ احقاقیہ معتبر ترین سمجھتے ہیں۔ اگرچہ شیخیوں کے دوسرے فرقے کے بارے میں یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہ تھی کہ وہ بھی اس کتاب کو شیخ احمد احسائی کی خود نوشت تسلیم کرتے ہیں۔ تاہم اس مقصد سے کہ اس کتاب میں کوئی بات تشنۂ ثبوت نہ رہ جائے۔ شیخیہ رکنیہ کریم خانیہ کرمان کا اقبال بھی اس کتاب میں پیش کرتے ہیں۔ اور اس ثبوت کے لئے ہم اسی لکھنا ہی کافی سمجھتے ہیں کہ مرزا ابو القاسم خاں قاچاری رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کریم خانیہ کرمان نے اپنی کتاب فہرست شرح مشائخ عظام کے ص ۱۳۲ تا ۱۴۴ پر اس سوانح حیات کو مکمل طور پر نقل کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اس سوانح حیات کا دوسرا حصہ کسی دوست کے نام مراسلہ کی صورت میں ہے اور پہلا حصہ اپنے بیٹے کی خواہش پر خود شیخ نے اپنے قلم سے تحریر کیا تھا اور اپنا اور تمام رؤسائے شیخیہ رکنیہ کرمان کا اعتماد ظاہر کرتے ہوئے اس کو معتبر ترین اور معتمد ترین قرار دیا ہے اور جب شیخیوں کے دونوں فرقے اس سوانح حیات کو شیخ کی خود نوشت سوانح حیات تسلیم کرتے ہیں تو دوسروں کی رائے کا کوئی وزن نہیں رہتا۔

تحقیق اینکہ شیخ احمد احسائی خود کشف و وحی و الہام کا داعی تھا اور خود کو مامور من اللہ سمجھتا تھا۔

اب رہ گئی یہ بات کہ شیخ احمد احسائی نے ہی خود کو ایک مقام مقدس الٰہی کا مستحق و سزاوار جانا ہے۔ اور خود کو ایک نمائندہ الٰہی اور مامور من اللہ کی حیثیت سے پیش کیا ہے، اور یہ کہ وہ اپنے تمام علوم و معارف کو کشف و وحی و الہام کے ذریعے سے ہی حاصل کردہ ہونے کا مدعی ہے تو یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے ان خوابوں سے خود اس کے فرزند نے جو کچھ سمجھا ہے اور اپنے باپ کے بیان کو نقل کرتے ہوئے جو کچھ اس نے تحریر کیا ہے وہ یہ ہے کہ

"خلاصہ رؤیای آں والا مقام بہ سبیل کشف و الہام بود نہ اضغاث احلام۔"

یعنی مختصر یہ ہے کہ ان والا مقام یعنی شیخ احمد احسائی کے یہ رویا پریشان خواب نہیں تھے بلکہ یہ فی الحقیقت کشف و الہام تھے۔ (ملاحظہ ہو آخر باب چہارم حصہ فارسی شرح حالات شیخ احمد احسائی از شیخ عبداللہ۔)

اور کتاب دلیل المتحیرین ص ۲۰-۲۱ میں جس پر شیخیوں کے دونوں فرقوں کو اعتماد کامل ہے اور جس کو وہ معتمد ترین و معتبر ترین سیرت شیخ احمد احسائی قرار دیتے ہیں شیخ احمد احسائی کے جانشین اول یعنی سید کاظم رشتی نے یوں لکھا ہے کہ:-

"لقد صحبتہ اعلی اللہ المقامہ فی الحضر والسفر، فلم اجد منہ الا اشرف الخبر، وکل یوم یجدد دینہ اعتقادی ویزید علیہ اعتمادی ووثوقی لما کنت اشاہد منہ: من الآیات البینات، والدلائل الواضحات الظاہرات والحجج البالغات۔ ما تحیر عندہ العقول والالباب ولا شک انہ من فیض رب الارباب۔"

یعنی میں سفر و حضر میں ہر وقت شیخ احمد احسائی کے ساتھ رہتا تھا پس میں نے اس سے جب بھی کچھ سنا وہ بہتر سے بہتر اور اشرف سے اشرف خبر تھی۔ اور روز بروز میرا اعتقاد ان میں بڑھتا ہی جاتا تھا۔ اور میرا اعتماد و وثوق ان کی ذات والا صفات میں فزوں تر ہوتا جاتا تھا۔ چونکہ میں ان سے وہ آیات بینات، معجزات، اور ظاہر و واضح دلائل اور ایسے حجج بالغہ کا مشاہدہ کرتا رہتا تھا۔ جن کو دیکھ کر عقلیں دنگ اور فہم حیران تھے، اور نہیں اس میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں ہے کہ یہ سب علم لدنی تھا۔ اور رب الارباب کی طرف سے تھا۔ اور خود شیخ احمد احسائی نے اپنی اس خود نوشت سوانح حیات میں اپنے قلم سے لکھا ہے۔

"وانی اری منامات وہی الہامات"

اور میں خواب دیکھا کرتا تھا اور یہ سب خواب وحی و الہام تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خود شیخ احمد احسائی کشف و وحی و الہام کا مدعی تھا۔ اور اس کی تائید نہ صرف

اس سوانح حیات سے ہی ہوتی ہے اور نہ صرف اس کے بیٹے شیخ عبداللہ کے بیان سے ہوتی ہے اور نہ صرف اس کے جانشین اوّل سید کاظم رشتی کے بیان سے ہوتی ہے بلکہ شیخ نے اپنی تحریر کردہ سوانح حیات کے دونوں حصّوں میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ شرح زیارت جامعہ میں بھی نئے عنوان سے اور مزید وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

تحقیق اینکہ شیخ نے جو اس سوانح حیات میں بیان کیا ہے

شرح زیارت جامعہ میں اس سے بھی بڑھکر بیان کیا ہے۔

قارئین محترم! الشیخ احمد احسائی کی خود نوشت سوانح حیات کے دوسرے حصّہ کو جو مراسلہ کی صورت میں ہے بغور مطالعہ کرنے کے بعد شرح زیارت جامعہ کے ص ۳۱۶ سطر ۱۳ تا ۱۶ کی درج ذیل عبارت پر غور کریں لکھا ہے کہ:۔

عن الباقر علیہ السلام ما من عبد احبنا و زاد فی
حبنا و اخلص فی معرفتنا و سئل مسئلۃ الا و نفثنا فی
روعہ جواب لتلک المسئلۃ

یعنی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا نہیں ہے کوئی بندہ لیکن جس نے ہم سے محبت کی، اور ہماری محبت میں بڑھ گیا اور ہماری معرفت خالص حاصل کرلی۔ اور اس نے کوئی مسئلہ پوچھا تو ہم اس کے دل میں اس مسئلہ کا جواب ڈال دیتے ہیں۔ الشیخ نے اپنی خود نوشت سوانح حیات کے دوسرے حصّہ میں جو مراسلہ کی شکل میں ہے صرف حدیث کے مذکورہ حصّہ کا بیان کر کے اپنے مکشوفات کا بیان کیا ہے۔ لیکن یہاں پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اس کو وحی قرار دیتا ہے۔ اور اس سے اپنے معصوم ہونے اور آئمہ کے علوم کا خزانہ اور ان کے ارادے کی زبان بن جانے کا اظہار کرتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ حدیث کے بیان کرنے کے بعد کہتا ہے۔ عکس اصل عبارت یہ ہے ۔۔

[illegible]

یعنی یہ اس طرح ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص ان سے اپنے دل اور اپنی زبان کے ساتھ اظہار محبت کرتا ہے اور ان کی سنت پر عمل کرتا ہے اور ان کے افعال کی اقتداء اور ان کے آثار سے اخذ کرنے کے عمل میں اپنی محبت کو ان سے بڑھاتا ہے اور ان کی معرفت میں اپنے خلوص کا مظاہرہ کرتا ہے جیسا کہ ہم نے ان کی محبت کا اظہار کرتے ہوئے اس شرح زیارت جامعہ میں ان کی معرفت کا بیان لکھا ہے کہ اس طرح سے آج تک نہ تو کسی کتاب میں کسی نے لکھا ہے اور نہ ہی کسی نے اپنے خطاب میں ایسا بیان کیا ہے۔ اور نہ ہی کسی نے ایسا جواب دیا ہے تو اس شخص کے لئے جس قدر تکمیل و اتمام کا امکان ہوتا ہے تو وحی کی قوت کے امکان اور قابلیت کے تتمات کی حد تک۔

اس کا دل آل محمد کے علوم کا خزانہ بن جاتا ہے اور وہ ان کے ارادے کی زبان ہو جاتا ہے اور یہ ہمارے اس قول کا مفہوم ہے کہ جو ہم نے کہا ہے کہ جہاں تک ممکن ہے اور سوائے اس کے نہیں کہ یہ ہم نے اس لئے لکھا ہے کہ اس کی ترقی کی انتہا کو بیان کریں۔ اور ان کے قرب کی وجہ سے اس شخص کے مرتبہ عصمت تک پہنچ جانے کے بیان سے احتراز کریں۔ کیونکہ کوئی شخص اس طرح سے کبھی معصوم نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ ، وہ رہتا ہے کیونکہ تو جب تک تو ہے۔ دیگر نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر خداوند تعالیٰ کی مشیت ہو یا اہل بیت علیہم السلام خداوند تعالےٰ سے طلب کریں تو خداوند تعالےٰ قادر ہے اس بات پر کہ ایک حقیقت سے دوسری حقیقت میں بدل دے۔ اور اہل علم کا یہ کہنا کہ یہ انقلاب یا یہ تبدیلی

محال ہے۔ درست نہیں ہے۔ یعنی ان کا یہ قول باطل ہے بلکہ ایک حقیقت کا دوسری حقیقت میں بدل جانا بالکل جائز ہے۔ اگر ان علماء کا اس محال ہونے سے مراد یہ ہو کہ قدیم حادث نہیں ہو سکتا تو یہ بات صحیح ہے لیکن ان علماء کی اکثر باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کا مقصود یہ نہیں ہے۔ یا ان کی مراد یہ ہو کہ کوئی چیز اپنی اصل حقیقت پر رہتے ہوئے دوسری حقیقت کو اختیار کرلے یعنی کوئی چیز وہ بھی رہے جو وہ ہے اور دوسری حقیقت بن جائے۔ اور یہ ایسا فرض ہے جو بے عقلی کی بات ہے اور سراسر حماقت ہے۔ لیکن ان دونوں صورتوں کے علاوہ تمام حقائق دوسری حقیقت میں بدل سکتے ہیں جیسے کہ کسی چیز کا وجود ہونا اور عدم ہونا بلا فرق۔

اہل بیت کے علوم کا خزانہ ان کے ارادے کی زبان اور معصوم ہونے کا دعویٰ۔

شیخ نے اپنے مذکورہ بیان میں نہ صرف خود کو وحی کا حامل اہل بیت کے علوم کا خزانہ اور ان کے ارادے کی زبان قرار دیا ہے بلکہ اپنے معصوم ہونے کو بھی مدلل کیا ہے۔ اور جیسا کہ اُس نے دوسرے مقامات پر صاف طور پر اپنے معصوم ہونے کو بیان کر دیا ہے جس کا بیان ہم آگے چل کر مناسب مقام پر کریں گے لیکن جہاں تک شیخ کے مذکورہ استدلالات کا تعلق ہے۔ ہم تو فلسفے کے جھمیلوں سے ہٹ کر سادہ الفاظ میں صرف اتنا عرض کر دینا ہی کافی سمجھتے ہیں کہ سورج مشرق کی بجائے مغرب سے نکل سکتا ہے۔ لیکن وہ شخص جو چالیس سال تک گناہوں کی آلودگی میں مبتلا رہا ہو کسی بھی صورت میں معصوم نہیں بن سکتا۔ مگر جناب مستطاب عمدة العلماء الاعلام و نخبة الفقهاء العظام جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول مجتهد الاسلام و ملاذ الانام آیت اللہ آقای السید محمد مہدی الکاظمی القزوینی نے شیخ کے اس استدلال کا جواب شیخ ہی کے طریقے پر دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

جہاں تک شیخ کا یہ کہنا ہے کہ نور جب تک نور ہے وہ متغیر نہیں ہو سکتا درست نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی چیز ایک ہی وقت میں سفید بھی ہو اور سیاہ بھی ہو۔ سفید جب تک سفید ہے پس وہ سفید ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک ہی وقت میں سفید بھی ہو اور سیاہ بھی ہو اور یہ فرض کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ خود اس نے کہا ہے کہ ایسا فرض کرنا بے عقلی اور حماقت کا فرض کرنا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس شخص کی ایک حقیقت سے دوسری حقیقت میں بدلنے سے کیا مراد ہے پس اگر اس سے کسی چیز کا کسی دوسری صورت میں بدلنا ہو در آں حالیکہ ان دونوں صورتوں میں اس کا مادہ محفوظ ہو جیسے منی کا علقہ میں تبدیل ہونا جو منجمد خون کی ایک صورت ہے۔ اور علقہ یعنی منجمد خون کا مضغہ کی شکل اختیار کر لینا کہ جو گوشت ہوتا ہے اور اسی طرح اس مادہ کا ایک صورت سے دوسری صورت میں اور دوسری صورت سے تیسری صورت میں تبدیل ہونا۔ پس فی الحقیقت اس کو قلب حقیقت یعنی کسی ایک حقیقت کا دوسری حقیقت میں بدلنا نہیں کہہ سکتے۔ چونکہ اصل مادہ ہر حالت میں موجود ہوتا ہے اور وہ معدوم نہیں ہوتا صرف اس کی صورتیں بدلتی رہتی ہیں۔"

اور اگر اس کی مراد یہ ہو کہ اس کا وجودِ اول بالکل معدوم ہو جائے اور وہ بالکل عدم محض ہو جائے اور اس کی بجائے کوئی دوسری چیز خلق ہو جائے تو اس کو بھی ایک حقیقت کا دوسری حقیقت میں بدلنا نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ اس طرح فی الحقیقت قدرت نے ایک چیز کو بالکل معدوم کر دیا ہے۔ اور دوسری کوئی اور نئی چیز علیحدہ طور پر خلق کی ہے تو وہ ایک دوسری مخلوق ہے اس کو ایک حقیقت کا دوسری حقیقت میں تبدیل ہونا نہیں کہا جا سکتا اور اگر اس کا مقصود یہ ہو کہ کوئی چیز وہی بحالہ ہے کہ وہ فی الحال ہے اور وہی چیز فی نفسہ ایک دوسری چیز بھی ہو جائے۔ تو یہ وہی فرض ہے جس کو اس نے خود یہ کہا ہے کہ ایسا فرض کرنا بے عقلی ہے اور حماقت کی دلیل ہے اور جس کا محال ہونا ثابت ہے۔ پس اس سے کسی ایک چیز کا یا کسی ایک حقیقت کا کسی دوسری حقیقت میں بدل جانا محال ثابت ہو گیا اور کسی ایک چیز کا کسی دوسری صورت کو اختیار کر لینا جائز ثابت ہوا۔ اور کسی

ایک چیز کا بالکل معدوم کرکے اس کی جگہ کسی دوسری چیز کا خلق کرنا بھی درست ثابت ہوگیا، خلاصہ کلام یہ ہے کہ انقلاب حقیقت بہ حقیقت دیگر محال ہے یعنی شیخ احمد احسائی کسی طرح بھی معصوم نہیں بن سکتا۔

اب ہم وہ مقام دکھاتے ہیں جس کو شیخ نے شرح زیارت میں مذکورہ سوانح حیات سے بھی بڑھ کر ایک نئے عنوان سے اور مزید اضافہ اور توضیح کے ساتھ بیان کیا ہے۔

آل محمد کے اسرار کا بیان سر اللہ کی قسم اول۔

شیخ احمد احسائی شرح زیارت جامعہ ص ۱۱۶ سطر ۲ تا ۶ پر فقرہ و دخبائکم لسرہ کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ (اصل عکس ملاحظہ ہو۔)

[illegible]

اور آل محمد کا یہ وہ سر بھید ہے جو اس کی محبتوں کو یعنی انبیاء و مرسلین اور اوصیاء مستحفظین اور ملائکہ مقربین کو وحی کیا گیا ہے اور اس کے بہت سے حصہ کا اکثر شیعوں کو بھی علم دیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ محمد و آل محمد صلے اللہ علیہ و آلہ اس کی تمام مخلوق (یعنی جنوں، انسانوں، ملائکہ، حیوانات و نباتات اور تمام جمادات وغیرہ) پر اللہ کی حجت ہیں جیسا کہ ہم نے سطور بالا میں ابھی ابھی اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس سے پہلے کے بیان میں بھی اس کا ذکر کیا ہے اور خدا نے ان کو اپنی مخلوق کے لئے اپنے دروازے قرار دیا ہے۔ اور یہ اس کی مخلوق کے دروازے ہیں۔ خدا کی طرف تمام مراتب خلق و رزق و موت و حیات وغیرہ کے لئے اور یہ وہ سر اللہ یعنی اللہ کا بھید ہے۔ جو صرف اس شخص کے پاس ہے جس کو اس نے اس پر اطلاع دی ہے اور ان سے اس بات کے بارے میں عہد لیا ہے کہ اس کو اس شخص کے سامنے بیان نہ کریں جو اس کا اہل [illegible] ہے یعنی عیزائل

[illegible] اس کو چھپائیں اور جو اس کا اہل ہو اس کو اس سر اللہ کا القا کریں لیکن صرف اس قدر جس قدر وہ اپنی معرفت سے اس کو برداشت کر سکیں۔ اور سر اللہ کی یہ وہ قسم ہے کہ جس کی طرف آئمہ طاہرین علیہم السلام نے اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ ان حدیثنا صعب مستصعب۔ جیسا کہ کتاب لبصائر میں بیان ہوا ہے۔

سر اللہ کی دوسری قسم کا بیان

سر اللہ کی مذکورہ پہلی قسم کے بیان کے بعد سر اللہ کی دوسری قسم کا بیان کرتے ہوئے ص ۱۱۶ سطر ۶ تا ۹ پر کہتا ہے۔

(اصل عکس ملاحظہ ہو)

[illegible]

اور ابی طفیل کی حدیث میں بھی اس کا بیان آیا ہے یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا امر صعب و مستصعب ہے۔ نہ تو کوئی اللہ کا عارف ہو سکتا ہے اور نہ ہی وہ اس کا اقرار کر سکتا ہے۔ سوائے تین کے یا ملک مقرب یا نبی مرسل یا وہ مومن نجیب جس کا اللہ نے ایمان میں امتحان لے لیا ہو۔ اور حضرت علی علیہ السلام کی یہ حدیث بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہماری حدیث صعب ہے مستصعب ہے۔ خشن مخشوش ہے پس تم لوگوں کے سامنے تھوڑا تھوڑا کر کے بیان کرو۔ پس اگر وہ انکار کریں تو رک جاؤ۔ اس کو کوئی بھی برداشت نہیں کر سکتا سوائے ملک مقرب کے اور نبی مرسل کے اور اس مرد مومن کے جس کے ایمان کا اللہ نے امتحان لے لیا ہے۔ اور اس کے مانند ہی دوسری احادیث کا بیان ہے جس میں انہوں نے اس مطلب کی طرف دلالت کی ہے۔ اور سر اللہ کی وہ قسم ہے جس کو اللہ تعالے کسی کو بھی تعلیم نہیں کرتا سوائے اس شخص کے جس کی صداقت ان کی ولایت کے بارے میں معلوم ہو گئی ہو۔ تو اللہ اس شخص کو ان علیہم السلام کی معرفت کے بقدر اس سر اللہ کی تعلیم کر دیتا ہے۔

سراللہ کی اس دوسری قسم کے آگے پھر دو قسمیں ہیں۔

شیخ احمد احسائی سراللہ کی دو قسمیں بیان کرکے اور مزید احادیث کا حوالہ دینے کے بعد کہتا ہے کہ سراللہ کی اس دوسری قسم کے آگے پھر دو قسمیں ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:

"وهی ایضاً القسم علی قسمین"

یعنی سراللہ کی اس دوسری قسم کے آگے پھر دو قسمیں ہیں۔

سراللہ کی دوسری قسم کی قسم اول

سراللہ کی دوسری قسم کی پہلی قسم کا بیان ص۱۱۱ سطر ۱۲ تا ۱۶ پر اس طور پر کرتا ہے۔ عکس ملاحظہ ہو

[illegible]

یعنی سراللہ کی دوسری قسم کی دو قسموں میں سے پہلی قسم وہ ہے جس کو انبیاء علیہم السلام اور مرسلین اور اوصیاء اور ملائکہ علیہم اجمعین السلام اور ان کے شیعوں کو علم ہوتا ہے اور مذکورہ حضرات آل محمد علیہم السلام کی تعلیم کے ذریعہ اس کے متحمل ہوتے ہیں جو ان پر عموم و انبساط کی جہت سے اقبال کی ذریعہ ان کو حاصل ہوتا ہے۔ پس اس سے ان کے قلوب میں ضیاء پیدا ہوتی ہے اور ان کے دل ان علیہم السلام کے اقبال سے منور ہو جاتے ہیں۔ پس وہ اس سراللہ کے عالم بن جاتے ہیں جو ان سے ان کے قلوب میں جاری ہو چکا ہے۔ پس وہ علیہم السلام سورج کی مانند ہوتے ہیں جو زمین پر اپنی ضیاء پاشی کرتا ہے اور اپنی شعاعوں کو زمین پر پھیلا دیتا ہے۔ اور بقاع ارض اس کی ضیاء پاشی سے قابلیت کے مطابق منور ہو جاتے ہیں۔

سراللہ کی دوسری قسم کی قسم دوم

اس سرالہی کے بارے میں شرح زیارت کے ص۱۱۱ سطر ۱۶ تا ۱۸ پر یوں لکھتا ہے۔

"عکس ملاحظہ ہو"

[illegible]

اور سراللہ کی دوسری قسم کی قسم دوم وہ ہے جس کو انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین اور اوصیاء، اور ان مومنین میں سے جن کا اللہ نے ایمان سے امتحان لے لیا ہے بھی کوئی نہیں جانتا سوائے اس شخص کے جس کو آئمہ علیہم السلام اقبال خاص اور تعلیم خاص کے ذریعے سے تعلیم دیں۔ یہ تعلیم نہ تو تشریحی طریقہ پر دی جاتی ہے اور نہ ہی سابقہ مثال میں بیان کردہ اشراق و انبساط کے طریقے پر بلکہ یہ تعلیم عنایت خاصہ کے ذریعے دی جاتی ہے۔ اور یہ آئمہ علیہم السلام میں سے کوئی شخص بہ شخص شخیص و بہ نفس نفیس خود اگر قدر کی دونوں منزلوں میں سے ان کی منزل کی معرفت کی بناء پر ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ وہ سرالہی ہے کہ جس کے بارے میں آئمہ علیہم السلام نے خود نص فرمائی ہے کہ اس سرالہی کو کوئی نہیں جانتا سوائے عالم یعنی امام علیہ السلام کے یا جس کو عالم یعنی امام نے خود آکر بہ نفس نفیس تعلیم دی ہو۔

موسیٰ بر طور و شیخ در صحرا

مذکورہ بیان سے متعلق شرح زیارت ص۱۱۱ سطر ۱۸ تا ص۱۱۳ و ص۱۱۲ سطر ۱ و ۲ پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بذات خود اور بہ نفس نفیس آکر مذکورہ سرالہی کی تعلیم دینے کا بیان بطور مثال یوں بیان کرتا ہے۔ (عکس شرح زیارت ملاحظہ ہو)

[illegible]

[illegible]

(یہ شرح زیارت ص۱۱ سطر ۱۸ تا ص۱۲ سطر ۱ اور ۲

کا عکس ہے)

یعنی میں نے اپنے اقبال و توجہ کے ایام میں ایک عجیب و غریب خواب دیکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا جیسے کہ میں ایک وسیع و عریض صحرا میں ہوں۔ جو کہ تا حد نظر پھیلا ہوا ہے۔ اور اس صحرا میں اتنی شدید روشنی پھیلی ہوئی ہے جو سورج کی روشنی سے بھی زیادہ شدید ہے۔ اور وہ روشنی اتنی شدید ہے کہ اس کی شدت کی وجہ سے کسی چیز پر نگاہ نہیں ٹکتی۔ اور میں نے اس میں سے ایک آواز سنی جو مجھ سے مخاطب تھی۔ اور وہ آواز میری طرف اس طرح آرہی تھی کہ میرے اوپر سے میرے پیچھے سے میرے دائیں طرف سے میرے بائیں طرف سے میرے آگے سے اور نیچے سے ایک ہی آواز پیدا ہو رہی تھی اور میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس آواز کا سننا میرے کانوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ میرا رواں رواں، میرا بال بال، میرا عضو عضو اور میرے جسم کا ہر حصہ گویا سماعت بنا ہوا ہے۔ اور میرا تمام بدن اُس کو سن رہا ہے لیکن چونکہ وہ آواز اور اس کا ہر لفظ اور ہر حرف میرے گرداگرد دائرہ کی صورت میں گردش کر رہا تھا۔ اور اس آواز کے درمیان میری حیثیت قطب کے مانند تھی لہذا ان الفاظ کے دائرے میں میرے گرد گھومنے کی وجہ سے اس کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ جب وہ سلسلہ کلام منقطع ہوا تو پھر مجھے اس خطاب کا معنی اور

مفہوم سمجھ میں آیا۔ اور میں نے اس خطاب کو بہت ہی عظیم جانا کہ یہ مجھے کیا کہہ دیا؟ اور میں نے اس خطاب کو اپنے لئے بہت ہی عظیم سمجھا کیونکہ جہاں تک میں اپنے آپ کو جانتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں اس منصب یا اس عہدہ یا اس لقب یا اس خطاب کا اہل نہیں ہوں۔ اس کے بعد میں نے دیکھا وہ ذات گرامی جو مجھ سے ہمکلام تھی ایک نورانی شخص ہے جو ہوا کے درمیان اتنی اونچائی پر کھڑا ہے۔ جو ان کے قد سے دو حصے اونچا تھا۔ اور اتنا صاف و شفاف تھا کہ ظاہری نظر سے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اور وہ گوشہ چشم سے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے اپنی اس بات کو تقریباً چھ مہینے تک ہر کسی سے چھپا کر رکھا اور اس خواب پر کسی کو مطلع نہ کیا اور اس بارے میں میں نے کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ پھر میں نے ایک رات نبی صلے اللہ علیہ و آلہ کو خواب میں دیکھا اور میں نے ان سے دریافت کیا کہ وہ کون تھا جو مجھ سے اس خواب میں ہمکلام تھا۔ تو حضور صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ وہ میں تھا۔ میں نے عرض کی کہ اے میرے آقا میں اپنے نفس سے آگاہ ہوں اور آپ بھی مجھ کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں اس خطاب کا اس معنی کے لحاظ سے قطعاً مستحق نہیں تھا۔ اور میں اس عہدہ یا منصب یا خطاب و لقب کا ہرگز بھی اہل نہیں ہوں۔ پس کس وجہ سے مجھ کو اس عظیم منصب کا سزاوار جانا ہے اور کس سبب سے مجھ کو اس عظیم خطاب و لقب کا مستحق قرار دیا گیا ہے تو اس پر نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ بغیر کسی وجہ کے اور بغیر کسی سبب کے ہی تمہیں اس منصب و عہدہ اور خطاب و لقب کا مستحق قرار دے دیا ہے اور مجھے تو بس یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس طرح سے اگر پیغام دے دوں (یعنی میں تو آپ کے اور خدا کے درمیان ایک ایلچی ہوں۔ میری کیا مجال ہے کہ میں خدا کا کلام آپ تک نہ پہنچاؤں) میں نے پھر عرض کی کہ کیا وہ تھا آپ کو یہی حکم ملا ہے کہ آپ میری شان (والا صفات) میں ایسا کہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں! مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کو بتلاؤں "فلاں آدمی جنتی ہے اور مذکورہ شخص

ایک شیعہ تھا۔ لیکن وہ جاہل تھا اور کوئی معرفت نہیں رکھتا تھا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ سر قدر الٰہی میں سے ایک سر اور علم غیب الٰہی میں سے ایک بھید اور بھی بتلانے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ میں آپ کو اس بات کی خبر دوں کہ عبداللہ النویدری بھی جنت میں جائے گا۔ حالانکہ یہ شخص اہل سنت سے تھا اور ٹیکس کی وصولی پر مقرر تھا اور ایک محلہ کا حاکم تھا۔ اور اس کو کبھی کسی نے کوئی کار خیر سرانجام دیتے ہوئے نہیں دیکھا تھا سوائے اس کے کہ اس محلہ میں ہمارے عزیزوں میں سے چند سردار رہتے تھے اور وہ ان کی تعظیم و توقیر و تکریم کیا کرتا تھا۔ ان کی خدمت کرتا تھا ان کی بات سنتا تھا اور ان کی باتوں کو مانتا تھا۔ میں نے عرض کی کہ اے میرے آقا! کیا عبداللہ النویدری بھی جنت میں جائے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشاد فرمایا کہ تم اس کے ظاہر پہ نہ جاؤ کہ اس کا امر خبیث ہے لیکن وہ ہماری طرف رجوع کرے گا۔ خواہ روح کے نکلنے کے وقت ہی وہ ہماری طرف رجوع کرے۔ قضاء و قدر الٰہی کا کرنا کیا ہوا کہ ان ایام میں شیعوں کا غیر شیعہ بدؤوں کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ پس عبداللہ النویدری بھی اپنے محلے کے لوگوں کے ساتھ جن پر وہ حاکم تھا اہل قطیف کی مدد کے لئے میدان میں نکلا اور قتل ہو گیا۔ اور میں نے مذکورہ کلام کی لوگوں کو خبر دی۔ پس شیعوں میں سے ایک شخص نے جس کی عبداللہ النویدری کے ساتھ دوستی تھی۔ کہا کہ عبداللہ النویدری تو شیعہ تھا۔ ہم نے کہا معاذ اللہ تو اس نے کہا خدا کی قسم اس کے شیعہ ہونے کے بارے میں سوائے میرے اور خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ اور میں نے یہ خواب مختصر طور پہ بیان کیا ہے بہرحال اب تم اس بات پر غور کرو کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ نے مجھ سے کہا کہ میں نے یہ بغیر کسی سبب کے کہا ہے اور اس بات پہ بھی غور کرو کہ یہ جو انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ میں ایسا ایسا کہوں۔ جب میں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا کہ بلا سبب کے چھپا کیسے ہو سکتا ہے تو انہوں نے مجھے غیب کے علم کی اور سر قدر الٰہی کی خبروں میں سے دو آدمیوں کے انجام کے بارے میں خبر دی اور یہ اس بات کا معنی ہے جس کی طرف ہم نے سابق میں اشارہ کیا ہے کہ بعض اسرار کو وہ خود جس کو چاہتے ہیں بنفس نفیس خود

اس کو تعلیم فرماتے ہیں۔ اور تعلیم خاص کے ذریعہ اس کو تعلیم دیتے ہیں۔ اور اس حقیقت پہ وہ روایت دلالت کرتی ہے جو کتاب بصائر میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہماری حدیث صعب ہے مستصعب ہے۔ شریف ہے کریم ہے۔ نورانی ہے ذکی ہے۔ اس کا نہ تو کوئی ملک مقرب متحمل ہو سکتا ہے نہ کوئی نبی مرسل متحمل ہو سکتا ہے۔ اور نہ کوئی مومن ممتحن۔ آپ سے پوچھا گیا کہ پھر آپ کے اس امر اور آپ کی اس حدیث کا کون متحمل ہو سکتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ جس کو ہم چاہیں صرف وہ ہی متحمل ہو سکتا ہے۔

شرح زیارت جامعہ کے مذکورہ بیان میں وہ سب کچھ بیان ہو گیا جو موسیٰ نے طور پہ دیکھا تھا۔ اس فرق کے ساتھ کہ موسیٰ نے حالت بیداری میں دیکھا تھا۔ لیکن شیخ احمد احسائی نے خواب میں دیکھا ہے۔ موسیٰ نے طور پہ دیکھا۔ شیخ احمد نے صحرا میں دیکھا۔ موسیٰ کو منصب رسالت کی شجرۂ طور پہ روشنی پھیلا کر خبر دی اور شیخ احمد کو صحرا میں روشنی پھیلا کر خبر دی۔ اس بیان میں سر قدر الٰہی کی تعلیم بھی ہے علم غیب کی تعلیم بھی ہے۔ وحی و الہام کی صورت بھی ہے۔ عطائیگی منصب و خطاب کا بیان بھی ہے۔ اور اس منصب اور خطاب کو آگے چل کر ص١٨١ سطر ١٨ تا سطر ٢٣ پہ اور صاف کر کے مزید وضاحت کے ساتھ یوں بیان کر دیا ہے۔ کہ وہ قریٰ ظاہرہ ہے۔

در تحقیق اینکہ شیخ احمد احسائی قریٰ ظاہرہ ہونے کا مدعی تھا

شیخ احمد احسائی شرح زیارت ص١٨١ سطر ١٨ تا ٢٣ پر یوں کہتا ہے عکس ملاحظہ ہو

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

یعنی ہم نے سابقہ بیان میں ذکر کیا ہے کہ وحی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وحی متشابہہ ہے اور دوسری وحی الہام ہے۔ اس کے بعد ان دونوں اقسام وحی کی وضاحت کرتے ہوئے سطر ۲۱ سے آگے کہتا ہے (شرح زیارت کا عکس ملاحظہ ہو)

[illegible]

یہ عکس ہے شرح زیارت کا صفحہ ۲۰ سطر ۲۱ تا ۲۹ تک مطلب اس کا یہ ہے کہ اور وحی کی یہی قسم وحی متشابہہ ہے۔ اور وہ اس طرح سے ہوتی ہے کہ خداوند تعالیٰ کسی فرشتے کو پیغام دے کر بھیجے اور وہ اللہ کی طرف سے بالمشافہ آ کر بیان کرے۔ اور یہ خدا کے اس قول سے ثابت ہے کہ یا وہ کسی رسول کو بھیجتا ہے یعنی فرشتے کو۔ پس وہ اللہ کے حکم سے جو وہ چاہتا ہے وحی کرتا ہے اور وہ بلند مرتبہ اور حکمت والا ہے۔

یا وہ کسی بشر کو رسول بنا کر بھیجتا ہے اور یہ بشر رسول دوسرے رسول کو اللہ کا پیغام اس کے حکم کے مطابق پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ خداوند کے اس قول سے ظاہر ہے کہ جب اس بستی میں خدا کے بھیجے ہوئے رسول آئے جب کہ ہم نے ان کی طرف دو رسولوں کو بھیجا تو اس بستی والوں نے ان رسولوں کو جھٹلایا۔ پس ہم نے ان دونوں کو تیسرے رسول کے ذریعے عزت بخشی۔ پس ایک روایت کے مطابق خدا کے یہ رسول حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے رسول تھے۔ جن کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے خدا کے حکم سے رسول

بنا کر بھیجا تھا۔ ۔ ۔ پس یہ تینوں کے تینوں رسول بھی خدا کے رسول تھے۔ جن کی طرف حضرت عیسےٰ کی معرفت اور حضرت عیسےٰ کے واسطے سے وحی کی۔ پس یہ وحی بھی وحی متشابہہ کہلاتی ہے۔ (اور جس طرح سے عیسےٰ نے ان تینوں رسولوں کو وحی کی اس طرح نبی اکرم نے مجھے وحی کی۔ پس میری وحی بھی وحی متشابہہ ہے) وحی متشابہہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ خداوند تعالیٰ پردے کے پیچھے سے کلام کرے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا پس وہ اس صوت منبعث کو جو درخت سے آ رہی تھی سن رہے تھے یہ بھی وحی متشابہہ ہے (اور میں نے بھی صحرا کی روشنی میں صوت منبعث کو سنا ہے لہٰذا وہ بھی وحی متشابہہ ہے) اور اسی قسم کی اور اس کے مانند تمام وحی متشابہہ ہیں

اور وحی الہام یہ ہوتی ہے کہ نور سے دل کے اوپر کچھ وارد ہو جس سے وہ اللہ کی مراد کو سمجھ لیتا ہے۔ اس کے علاوہ جو باتیں اشارات اور جمادات و نباتات و حیوانات وغیرہ اشیاء کی زبان حال سے ظاہر ہوتی ہیں اور اس کی مانند دوسری باتیں سب کی سب وحی الہام ہوتی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

پس ہم کو جو وحی کی گئی ہے وہ وحی متشابہہ ہے۔ اور آئمہ علیہم السلام ان ۔ ۔ ۔ کے اس وحی کے مترجم ہیں۔ اور جس کو وہ وحی کے ذریعہ تبلیغ کا حکم دیں یا پردے کے پیچھے سے یا ارسال رسل کے ذریعے ان کی قوم کی زبان میں یا خطاب متشابہہ کے ذریعے (اور وحی کی یہ سب صورتیں وحی الہام والی بھی اور وحی متشابہہ والی بھی شیخ احمد پر ہوئی ہیں جیسے کہ اس نے کہا ہے و بمعنا الخطاب من بعض الجہات) (ملاحظہ ہو اصل تحریر شیخ احمد احسائی بقلم خود شیخ

تحقیق اینکہ شیخ احمد احسائی نہ صرف اپنے اوپر وحی کے نزول کا مدعی تھا بلکہ وہ ما ینطق عن الھوی کا مدعی بھی تھا۔

قارئین محترم! ہم نے یہاں تک جو کچھ بیان کیا ہے اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ شیخ احمد احسائی کشف و وحی و الہام کا مدعی تھا لیکن ہم اس عنوان کے تحت اپنے قارئین کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ شیخ احمد احسائی نے واضح طور پر بھی یہ کہا ہے کہ میں جو کچھ کہتا ہوں یہ مجھ کو وحی ہوتی ہے جو میں نے تلاوت کر دی ہے اور یہ کہ میں تو زبان سے کچھ نکالتا ہی نہیں سوائے اس کے کہ جس کا حکم اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ نے شرح زیارت جامعہ صفحہ ۳۳ سطر ۲۰ پر تقیہ کے بعد کہ آئمہ علیہ السلام کا علم روز بروز بڑھتا ہے اور اس زیادتی علم میں آئمہ اور دوسری مخلوق میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ:

ذو الخلق تقبل الزیادۃ کما تقبل النقصات لا فرق بینھم فی ذالک و بین سائر الخلق۔

یعنی کل مخلوق کے علم میں زیادتی بھی ہوتی ہے اور کمی بھی۔ اور اس بات میں آئمہ علیہم السلام اور دوسری مخلوق میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اس کے بعد حدیث قدسی سے استدلال کرتے ہوئے کہ جو دنیا سے قطع تعلق کر کے میرا ہو جائے وہ مجھ پر توکل کرے اور بالکل میرا ہو جائے۔ میں اس کے لئے اپنی محبت کو واجب کر دیتا ہوں۔ اور ان کی مدد کرتا ہوں اور ان کے علم و حکم میں زیادتی کرتا رہتا ہوں۔ چنانچہ اس کے آئمہ کے ثبوت میں دلیل عقلی کے طور پر صفحہ ۳۶ سطر ۲ تا ۸ پر کہتا ہے (عکس ملاحظہ ہو)

[illegible]

اور اس کے اوپر دلیل عقلی یہ ہے کہ جو میں تم پر وحی سے تلاوت کرتا ہوں۔ پس جو کچھ تلاوت کیا جا رہا ہے اس کو غور سے سن لو کیونکہ جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں نہیں ہے یہ مگر وحی جو وحی کی گئی ہے۔

قارئین محترم! خداوند تعالےٰ نے سورۂ نجم میں پیغمبر اکرم کے بیانات کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ ان ھو الا وحی یوحی۔ میرا حبیب جو کچھ کہتا ہے وہ وحی ہے جو ہماری طرف سے اس کو وحی کی جاتی ہے۔

اور شیخ احمد احسائی بھی شرح زیارت صفحہ ۳۶ سطر ۵ پر اپنے بیانات کے بارے میں بھی یہی دعوےٰ کرتا ہے کہ ان ھو الا وحی یوحی۔ یعنی میں جو کچھ کہتا ہوں وہ وحی ہے جو مجھ کو وحی کی جاتی ہے۔ اور شرح زیارت کے ۳۱۸ سطر ۱۶ و ۱۷ پر شیخ نے جو کچھ کہا ہے اس کی عبارت یہ ہے۔

انی و للہ الحمد لم اقل فیھم ما شئت و انما قلت فیھم ما شاؤا الی ان اقول فیھم فعلت باذن اللہ و اذ فیھم ما لو سمعہ السمیع لصم والبصیر لعمی وھذا و امثالہ من صفاتھم الحقیقیۃ التی ھی الاسماء الحسنےٰ والامثال العلیاء الخ۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ میں نے آئمہ طاہرین علیہم السلام کی شان میں اپنی مرضی اور اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہا۔ بلکہ سوائے اس کے نہیں کہ میں نے ان کی شان میں اور ان کی صفات کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ وہی ہے جو خود انہوں نے چاہا ہے۔ کہ میں بیان کروں یہاں تک کہ میں اپنی زبان سے کچھ بھی نہیں کہتا۔ سوائے اس کے کہ وہ اللہ کے حکم سے کہتا ہوں۔ اور آئمہ اطہار کے اذن سے کہتا ہوں۔ اور یہ میری بیان کردہ صفات ایسی ہیں کہ اگر سننے والا اور گوش رکھنے والا سنے تو بہرا ہو جاتے اور اگر دیکھنے والا اور صاحب بصیرت دیکھے تو اندھا ہو جائے۔ اور یہ اور اس کی مانند دوسری حقیقی صفات کہ جو اسماء حسنیٰ ہیں اور امثال العلیا ہیں۔ اور شیخ نے انہی اسماء حسنیٰ

اور امثال العلیا کا بیان کر کے دوسرے مقام پر یہ ظاہر کیا ہے کہ آئمہ علیہم السلام نے اس کو سرتد رالٰہی کے طور پر اپنا خالق ہونا رازق ہونا، محی ہونا اور ممیت ہونا بذریعہ وحی تعلیم کیا ہے۔ (حوالہ سابقہ اوراق میں گزر چکا ہے) شیخ کے مذکورہ بیانات سے شیخ کا دعویٰ "وحی یوحی" بھی ظاہر ہے اور ماینطق عن الھویٰ بھی ظاہر ہے۔

حضرت خاتم الانبیاءؐ کی شان میں ماینطق عن الھویٰ آیا ہے اور ان ھو الا وحی یوحی کہا گیا ہے۔

لیکن پیغمبر اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ کی وحی میں اور شیخ احمد احسائی کی وحی و الہام میں تھوڑا سا فرق ہے۔ اور وہ فرق یہ ہے کہ پیغمبر اکرم نبی آخر صلے اللہ علیہ وآلہ کو اپنے اوپر خود اپنی مرضی سے وحی منگوانے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔

دوسرے پیغمبر اکرمؐ پر جبرائیل امین جو وحی لے کر نازل ہوتے تھے وہ خدا کے حکم سے نازل ہوتے تھے وہ بھی اپنی مرضی سے یا پیغمبر اکرمؐ کے بلانے سے نہیں آتے تھے کہ ادھر آنکھ بند کی اور جبرائیل کو بلا لیا۔

مگر شیخ احمد احسائی کی وحی اس کے اپنے اختیار میں تھی اور پیغام رسانی کا کام جبرائیل کی بجائے پیغمبر اکرمؐ اور آئمہ اطہار علیہم السلام سرانجام دیتے تھے۔ اور یہ حضرات اپنی مرضی سے نہیں آتے تھے بلکہ شیخ احمد احسائی کی مرضی پر منحصر تھا۔ اور شیخ کو اختیار تھا کہ خواہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ کو خواب میں بلاتے یا آئمہ طاہرینؑ میں سے کسی کو خواب میں بلاتے۔ آئمہ طاہرین علیہم السلام اور نبی اکرمؐ کو یہ اختیار بھی نہیں تھا کہ اگر ان کو کوئی مصروفیت ہو تو اپنی بجائے کسی دوسرے امام کو شیخ کے خواب میں بھیج دیں۔ نہیں کیا مجال ہے کہ شیخ نے جس امام کا ارادہ کیا ہے وہی نہ آتے بلکہ دوسرا آجاتے اور یہ حضرات اپنی طرف سے بھی کچھ نہ کہتے تھے بلکہ خدا کی طرف سے کہتے تھے۔ اور اس کہنے میں ان کا کوئی اختیار نہیں تھا حتیٰ کہ ایک مرتبہ نبی اکرمؐ نے معلوم نہیں شیخ کو کس منصب یا کس عہدہ کے ساتھ مخاطب کیا کہ خود شیخ خود کو اس منصب کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔ آخر اس نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ

سے پوچھ ہی لیا کہ میری شان میں یہ کس نے کہا تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ میں نے کہا شیخ نے کہا کہ میں تو اس منصب کا اہل نہیں ہوں۔ تو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ مجھے تو یہی حکم ملا ہے۔ کہ میں آپ کو یوں کہوں۔ شیخ نے بھی اس بارے میں دعوت غور و فکر دی ہے۔ کہ تم اس بارے میں غور کرو کہ پیغمبر اکرمؐ نے یہ کیا فرمایا کہ مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے۔ اور ہم بھی اپنے قارئین کو اس بارے میں غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ خوب اچھی طرح غور کریں اور فیصلہ کریں کہ شیخ نے یہ کیا کہا ہے

قارئین محترم! شیخ کی وحی کے دعوے کے ثبوت میں ہم نے اپنے بیان کو جس قدر پھیلایا ہے ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ ہمارا یہ تمام بیان ڈکٹور حسین علی محفوظ کے مقدمے میں بیان کردہ صرف ایک لفظ کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتا۔ اور وہ لفظ ہے "**کان یستلھمھا**" ڈکٹور حسین علی محفوظ کے اس لفظ سے صرف عربی دان حضرات ہی لطف اٹھا سکتے ہیں۔ اور عربی جاننے والے حضرات ہی لذت اندوز ہو سکتے ہیں۔ اردو کے دامن میں اتنی گنجائش نہیں ہے۔ کہ اس لفظ کا ایک لفظ میں ترجمہ کر سکے۔ اور اگر پھیلا کر لکھا جائے تو بھی وہ اس لفظ کے پورے مفہوم کو حاوی نہیں ہو سکتا۔ بہرحال اتنا عرض کر دینا ہی کافی سمجھتا ہوں کہ یہ لفظ باب استفعال سے ہے۔ جو خود سے چاہنا یا طلب کرنے کا مفہوم ادا کرنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ یعنی ڈکٹور حسین علی محفوظ نے اس ایک لفظ میں یہ بتلایا ہے کہ شیخ احمد احسائی پر جو وحی و الہام ہوتا تھا وہ خدا کی مرضی سے یا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ طاہرینؑ کی خواہش سے نہیں بلکہ یہ شیخ احمد احسائی کے اختیار میں تھا کہ جب چاہے جس کو بلا کر چاہے جس مضمون کی چاہے خود سے وحی طلب کرے اور الہام حاصل کرے۔ وکیل مدافعہ شیخ احمد احسائی محمد حسین سابقی اور مبین سرحدی کہتے ہیں کہ شیعہ علماء نے شیخ کی بہت تعریف کی ہے منجملہ ان کے ڈکٹور حسین علی محفوظ کے بیان میں سے اس کے عالم فاضل ہونے کا بیان نکال کر یہ دکھایا ہے کہ شیعہ علماء شیخ کی اتنی تعریف کرتے ہیں۔

قارئینِ محترم! ڈاکٹر حسین علی محفوظ کے مقدمے کو غور سے پڑھنے کی دعوت پیش کر دہ دیکھیں کہ شیخی حضرات لعنت ملامت کی دلدل اور مذمت کے بحرِ عمیق میں سے بھی اپنے شیخ کی تعریف کے موتی کس طرح تلاش کر کے لاتے ہیں اور پھر فیصلہ کریں کہ کیا علمائے شیعہ نے شیخ کی یہ مدح سرائی کی ہے یا مذمت کی ہے۔

تحقیق اینکہ شیخ احمد احسائی سرالقدر الٰہی کا عالم ہونے کا مدعی تھا۔

قارئینِ محترم! آپ کو یاد ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات میں ایسی باتیں ظاہر ہوئیں جن کا حضرت موسیٰ کو علم نہیں تھا۔ لیکن حضرت خضر علیہ السلام بتعلیمِ الٰہی ان اسرارِ قضا و قدرِ الٰہی سے واقف تھے۔ اور جو علومِ سابقہ انبیاء علیہم السلام رکھتے تھے وہ تمام کا تمام محمد و آلِ محمد کو حاصل تھا۔ شیخ احمد احسائی کہتا ہے کہ محمد و آلِ محمد نے اس کے خواب میں آ کر بلکہ زیادہ صحیح طور پر اس نے خود خواب میں بتایا کہ ان تمام علوم و اسرارِ قدر کو ان علیہم السلام سے حاصل کر لیا ہے چنانچہ وہ سرِ قدر کا عالم ہونے کا مدعی ہے جیسا کہ شرح زیارت جامعہ ص۱۳۰ سطر۲۳ پر لکھتا ہے کہ: (عکس یہ ہے)

[illegible]

پس تم اس بات کو سمجھو کہ میں نے سر القدر الٰہی کی باتوں میں سے ایک بات کی تم کو نصیحت کی ہے۔ اور شرح زیارت جامعہ ص۳۲۵ سطر۷ پر یوں لکھتا ہے کہ:۔

وهذا المقام من غامض الأسرار وسر الأقدار ما فاق الخ
لم یذکر فیها بعد فتحت بابه الذی ما فتح قبلی؛

(اور یہ حقیقت کہ خداوند تعالیٰ کچھ نہیں کرتا بلکہ جو کچھ کرتے ہیں وہ محمد و آلِ محمد کرتے ہیں۔ یعنی خدا جو کچھ کرتا ہے وہ ان علیہم السلام کے ذریعے سے کرتا ہے۔

اس کا فعل ان کے ہاتھوں سے صادر ہوتا ہے پس خلق کرنے والے بھی محمد و آلِ محمد ہی ہیں رزق دینے والے بھی محمد و آلِ محمد ہی ہیں ... مارنے والے بھی محمد و آلِ محمد ہی ہیں اور جلانے والے بھی محمد و آلِ محمد علیہم السلام ہی ہیں۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے تمام افعال انہی کے ذریعہ سر انجام دیتے ہیں)۔ یہ بیان کرنے کے بعد کہتا ہے کہ یہ وہ مقام ہے کہ جو سربستہ رازوں کے پوشیدہ اسرار سے ایک ہے اور یہ سرِ قدرِ الٰہی ہے۔ اگر میرے جد اس بارے میں کوئی بیان اور ذکر اس کا کہیں ہوگا تو اس سرِ قدرِ الٰہی کا دروازہ مجھ سے پہلے کسی نے نہیں کھولا یعنی مجھ سے پہلے یہ بات کسی نے بیان نہیں کی۔ عکس ص۳۲۵ سطر۷ یہ ہے۔

[illegible]

تعجب کی بات یہ ہے کہ شیخ احمد احسائی تو خود یہ دعوے کرتا ہے کہ سرِ قدرِ الٰہی ہے یہ وہ راز ہے کہ جو مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کیا۔ اور اب اگر کوئی بیان کرے گا تو اس کا دروازہ میں نے کھولا ہے۔ لیکن تمام مداحین شیخ اور تابعین شیخ شیخ احمد احسائی کی خوبصورت انداز میں مدافعت کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ شیخ نے جو کچھ بیان کیا ہے یہ تو ہمارے شیعہ علماء بہت پہلے سے بیان کرتے چلے آ رہے ہیں۔ شاید مولف شیعہ المومنین نے تفسیروں، غالیوں اور مفوضہ کی بیان کردہ ان روایات کو جو ہماری کتابوں میں کسی نہ کسی طرح سے درج ہو گئی ہیں شیعہ علماء کا بیان کہہ دیا ہے۔ بہرحال خواہ وہ جو کچھ کہتے رہیں اور اپنی طرف سے جس طرح شیخ کا دفاع کرتے رہیں شیخ کا یہ دعویٰ ان کے قول کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے کہ مجھ سے پہلے یہ دروازہ کسی نے نہیں کھولا۔

تحقیق اینکہ شیخ احمد احسائی عالم الغیب ہونیکا مدعی تھا۔

قارئین محترم! اگرچہ شیخ کی سوانح حیات کے متن میں ابن ابی المدرس کے جنت میں جانے کا بیان اور عبد اللہ الغویدری کے جنتی ہونے کا بیان جس کو اس نے شرح زیارت کے ص۱۱ سطر ۲ تا ص۲۱ پر بھی بیان کیا ہے اور جس کا بیان سابقہ اوراق گزر چکا ہے یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ علم غیب جاننے کا دعوے کرتا ہے۔ لیکن اس نے اس کے علاوہ بھی صریح واضح طور پر عالم الغیب ہونے کا دعوے کیا ہے۔ چنانچہ شرح زیارت ص۲۴۲ سطر ۲ پر لکھتا ہے کہ:

فتفہم فانہ من غوامض الغیب المحفوظۃ عن الریب المنزھۃ عن العیب۔

پس تم اس بات کو سمجھو کہ میرا یہ بیان بلا شک وشبہ یقیناً غیب کی پوشیدہ باتوں میں سے ہے جو ہر قسم کے شک شبہ سے محفوظ ہے اور ہر طرح کے عیب سے پاک ہے۔ اور شرح زیارت ص۱۵۵ سطر ۱۴، ۱۵ پر یوں کہتا ہے:

فانی نقد القیت الیک مفتاحاً من مفاتیح الغیب تفتح بہ کثیراً من مغلقات الغیوب ان عرفت الفتح۔

پس تم اس بات کو سمجھو کہ میں نے مفاتیح الغیب یعنی غیب کی چابیوں یا غیب کی کنجیوں میں سے صرف ایک چابی یا کنجی کا القا کیا ہے۔ اگر تم کھولنا جانتے ہو تو اس ایک کنجی سے یا اس ایک ہی چابی سے تم پر غیب کے بہت سے پردے کھل جائیں گے۔

تحقیق اینکہ شیخ احمد احسائی معصوم عن الخطا ہونیکا مدعی تھا۔

قارئین محترم! اگر آپ شیخ احمد احسائی کی خود نوشت سوانح حیات کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ شیخ احمد احسائی خود کو معصوم عن الخطا سمجھتا تھا خصوصاً اسکا یہ قول کہ

لان الذی اراہ فی المنام معاینۃ لا یقع فیہ غلط۔

کیونکہ یقیناً میں جو کچھ خواب میں دیکھتا تھا وہ بالکل روبرو آمنے سامنے معائنہ کی کیفیت ہوتی تھی جس میں کسی غلطی کے واقع ہونے کا امکان ہی نہیں ہے۔ یعنی بالکل آنکھوں دیکھا حال ہوتا تھا۔ اور شرح زیارت جامعہ میں شیخ نے یوں بیان کیا ہے کہ:

لانی لا اقول الا بقول لہم ولکن یحمد اللہ سبحانہ فضلہ و فضلہم عرفونی مرادھم من کلامھم ومن ادعی مالیس فیہ کذبتہ شواھد الامتحان۔

یعنی میں کوئی بات نہیں کرتا اور اپنی زبان سے کوئی حرف نہیں بولتا۔ لیکن وہی جو انہوں نے مجھے بتا دیا ہے۔ اور اللہ سبحانہ کی حمد ہے کہ اس نے اپنے فضل سے اور آئمہ طاہرین علیہم السلام نے اپنے فضل سے اپنے کلام کے معنی و مفہوم و مراد کو مجھے تعلیم کر دیا ہے

اور اگر کوئی شخص ایسا دعوے کرے جو اس میں نہ ہو تو شواہد الامتحان اس کی تکذیب کر دیں گے۔ اور مقام آزمائش میں وہ جھوٹا نکلے گا۔ (شرح زیارت ص۲۲۳ سطر ۲، ۳ دیکھیے)

[illegible]

قارئین محترم! ہم ابھی شیخ کے کسی بیان کو جھٹلانے کی طرف متوجہ نہیں ہیں بلکہ شیخ کے دعووں کو آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں تاکہ آپ بھی اس بارے میں خود فیصلہ کریں۔ لیکن اپنے مقام پر ہم بھی مدلل طور پر ثابت کریں گے کہ شیخ احمد احسائی اور اس کے پیرو تمام رؤسائے شیخیہ انتہائی جھوٹے، مکار، عیار، فریبکار اور مذہب اسلام کی بساط الٹنے والے اور مذہب شیعہ کو جڑ سے مسخ کرنے والے ہیں۔

بہرحال شیخ احمد احسائی نے اپنے معصوم عن الخطا ہونے کا کئی مقامات پر بیان کیا ہے چنانچہ شرح فوائد میں بھی اس کا ذکر موجود ہے ۔ اور جس کی طرف مرزا حسن الاسکوئی الحائری الاحقاقی نے اپنی کتاب الدین بین السائل والمجیب طبع سنہ ۱۹۶۴ء کے صفحہ ۱۱۳ پر یوں اشارہ کیا ہے جیسا کہ ملاحظہ ہو: —

فان حکمة الشیخ عینا حکمة آل البیت ومأخوذ منهم کما یقول قدس سره فی کتاب الفوائد من مصنفاته (لا یتطرق الی کلامی الخطأ من حیث انی تابع)

یعنی شیخ کی حکمت عینا حکمت آل محمد ہے چونکہ وہ اہل بیت علیہم السلام سے اخذ کردہ ہے جیسا کہ شیخ نے خود اپنی تصنیف کردہ کتاب فوائد میں بیان کیا ہے کہ میرے کلام میں خطا کا امکان نہیں ہے کیونکہ میں ان کا تابع ہوں۔

شیخیہ احقاقیہ چونکہ شیخ کے کلام کا اخفا کرتے ہیں تاکہ اس سے وہ بات نہ معلوم ہو جائے جو اس کلام سے ثابت ہے لہٰذا الحبس شیخیہ احقاقی نے کاٹ چھانٹ کر اور متوقع اعتراض کو بچاؤ کرنے کے حیلہ بنایا ہے۔ لیکن شیخیہ رکنیہ کرمانی چونکہ شیخ احمد احسائی کے حقیقی پیرو ہیں لہٰذا وہ کسی بات کو نہیں چھپاتے۔

ہمارے سامنے اس وقت جمعیت شیخیہ آذربائیجان کا شائع کردہ رسالہ شہاب ثاقب در رجم نواصب ہے جو شیخیہ رکنیہ کرمانی نے شیخیہ احقاقیہ کویت کے خلاف لکھا ہے۔

ہم اس رسالے کے تمام مضمون کو اس کتاب میں نقل کرنا نہیں چاہتے جس کو دیکھنا ہو وہ جمعیت شیخیہ آذربائیجان کے شائع کردہ اس رسالہ کو حاصل کرکے خود پڑھے اور دیکھے کہ فی الحقیقت شیخیہ رکنیہ کریم خانیہ کرمانی ہی شیخ کے صحیح اور اصل پیرو ہیں۔ اور اس کی تعلیمات کو اس کے دعاوی کے اقرار کے ساتھ نشر کر رہے ہیں مگر شیخیہ احقاقیہ کویت لاہوری مرزائیوں کی طرح شیخ کے دعاوی کا انکار کرکے اس کی تعلیمات کو اور اس کے افکار و عقائد کو پھیلا رہے ہیں اور خود کو شیخیہ کہلانے کی بجائے مدافعین شیخ کہلاتے ہیں۔

یعنی شیخ کا دفاع کرنے والے اور شیخ کو بہت بڑا شیعہ عالم ظاہر کرکے اس کی خرافات کو شیعہ عقائد کے نام سے ایسے انداز میں شیعوں میں پھیلا رہے ہیں۔ بہرحال حسن الحائری الاحقاقی کا بیان مذکور ہو چکا اب شیخیہ رکنیہ کی کتاب شہاب ثاقب سے کتاب فوائد مصنفہ شیخ احمد احسائی کی عبارت کا بیان سنئے لکھا ہے۔

"پس بکلمات من خطا راہ نمی یابد زیرا کہ من ہر آنچہ در کتابہای خود نوشتہ ام از آل محمد است و ایشان معصوم از خطا و غفلت و زلت اند و ہر کہ از ایشان اخذ کردہ مخطی نیست چراکہ تابع معصوم است و تابع از جہت تابعیت خطا نمی کند و اینست تاویل آیہ مبارکہ سیروا فیہا لیالی و ایاما آمنین" شہاب ثاقب

ترجمہ:۔ پس میرے کلمات میں میرے بیانات میں خطا راہ پا ہی نہیں سکتی۔ اور میرے بیان میں خطا کا امکان ہی نہیں ہے کیونکہ میں نے اپنی کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے وہ آل محمد سے پوچھ کر معلوم کرکے لکھا ہے اور آل محمد علیہم السلام خطا و غفلت اور لغزش سے پاک اور معصوم ہیں۔ اور جس نے ان سے اخذ کرکے لکھا ہے۔ وہ بھی خطا کار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ بھی انہی کی طرح خطا و غفلت و لغزش سے پاک اور معصوم ہے کیونکہ وہ معصوم علیہم السلام کا تابع ہے اور تابع بحیثیت تابعیت خطا نہیں کر سکتا۔ اور یہ ہے تاویل آیہ مبارکہ سیروا فیہا لیالی و ایاما آمنین کی۔ شہاب ثاقب ص۵

اور اس آیت کا بیان قری ظاہرہ کے عنوان کے تحت سابقہ اوراق میں آ چکا ہے کہ شیخ احمد احسائی آل محمد علیہم السلام اور ان کے شیعوں اور شیعہ فقہا کے درمیان قری ظاہرہ ہے اور آل محمد علیہم السلام کا شیعہ فقہا اور شیعہ عوام کی طرف ایسا ہی رسول ہے جیسا کہ انطاکیہ میں بھیجے ہوئے عیسیٰ کے رسول۔

پس وہ رسول عیسیٰ کے واسطے سے خدا کے رسول تھے اور شیخ احمد احسائی بتوسط محمد و آل محمد خدا کا رسول ہے اور آل محمد کی تابعیت کے لحاظ سے معصوم عن الخطا ہے

بیان اینکہ شیخ احمد احسائی نے کس ماحول میں پرورش پائی

قارئین محترم! یہ بات مسلّم ہے کہ ماحول انسان کی زندگی کو بنانے اور انسان کی شخصیت کو ابھارنے میں انتہائی مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔

شیخ احمد احسائی نے جس ماحول میں پرورش پائی اس کا حال اس نے خود اپنی خود نوشت سوانح حیات میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

فخرجت فی وقت الخ یعنی میں اس وقت اس دنیا میں آیا جب کہ دنیا میں جہالت کا دور دورہ تھا۔ لوگ اندھے ہوئے ہوتے تھے خصوصاً ہمارے شہر کے لوگ جو تمدن سے بے بہرہ تھے۔ یہاں پر کوئی ایسا نہ تھا جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دے نہ یہاں کے باشندے احکام الٰہی سے آشنا تھے اور نہ ہی حلال و حرام کی تمیز رکھتے تھے۔

پھر آگے چل کر اپنی خود نوشت سوانح حیات میں یوں بیان کرتا ہے۔ وکان اهل بلدنا فی غفلتہ الخ۔ اور ہمارے شہر والوں کا حال یہ تھا کہ غفلت چھائی ہوئی تھی، جہالت کے پردے پڑے ہوئے تھے کسی کو بھی احکام دین کا کوئی علم نہیں تھا۔ ان کے اجتماعات کے مقام تر تھے جہاں وہ سب کے سب چھوٹے اور بڑے ڈھول و مزمار، ملاہی و غنا، عود و طنبور اور گانے بجانے کا سامان لے کر اکٹھے ہوتے تھے۔

قارئین محترم! شیخ کے اس بیان سے آپ کیا سمجھے؟ کیا اس ماحول نے شیخ کی زندگی پر کوئی اثر ڈالا؟ یا شیخ کا یہ بیان تمہید ہے اس بات کی کہ وقت کا ایک نقشہ کھینچا جائے کہ جو تقاضا کرتا ہو۔ کسی برگزیدہ خدا پیغمبر و رسول کے آنے کا۔ اور کسی مامور من اللہ کے مبعوث ہونے کا۔

فیصلہ قارئین کے اختیار میں ہے۔

◊ ◊ ◊

بیان اینکہ شیخ احمد احسائی نے علوم دین کہاں سے اور کس سے حاصل کئے۔

شیخ احمد احسائی نے اپنی تعلیم و تربیت کا سلسلہ جس طریقے سے شروع کرنا بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ پانچ سال کا تھا کہ اس کے والد نے قریبی گاؤں قرین نامی میں شیخ محمد بن الشیخ محسن کے پاس نحو پڑھنے کے لئے بٹھا دیا۔ لیکن اس کی حالت یہ تھی کہ لوگوں کے درمیان تو اس کا جسم ہی جسم ہوا کرتا تھا۔ مگر وہ اشیاء کثیرہ کو خواب میں دیکھ رہا ہوتا تھا۔ اور خواب میں وہ کیا کیا دیکھتا تھا؟ وہ کہتا ہے کہ میں خود ان کا شمار نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ میں جو کچھ خواب میں دیکھا کرتا تھا اس قسم کی کوئی بات معلم کی زبان سے سنائی نہیں دیتی تھی۔ لہٰذا میرا دل پڑھنے کی طرف سے بھی اور دنیا کی طرف سے بھی بالکل اچاٹ گیا۔ یعنی شیخ نے نحو بھی اچھی طرح سے اس علم کے پاس نہیں پڑھی تھی کہ سلسلہ وحی و الہام شروع ہو گیا۔

بہرحال شیخ نے اپنی خود نوشت سوانح حیات میں اپنی دینی تعلیم کا کہیں کوئی ذکر نہیں کیا۔ نہ ہی اس نے یہ بتلایا کہ اس نے علوم دین کس سے حاصل کئے! اور کہاں سے حاصل کئے۔ جب کہ ماحول کا بیان آپ سابقہ عنوان میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ لیکن جو کچھ اس نے خود بتلایا ہے وہ انتہائی طور پر ناقابل اعتبار اور انتہائی حیرت انگیز اور انتہائی تعجب خیز ہے اور شیخ کا یہ بیان اتنا حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے کہ خود شیخ احمد احسائی کو بھی اس بات کا یقین نہیں ہے کہ کوئی بھی شخص اس کی ان گھڑی ہوئی باتوں کا یقین کرے گا۔ کیونکہ اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے علوم دین کسی عام آدمی سے حاصل نہیں کئے بلکہ وہ جس امام کو جس وقت چاہتا تھا، خواب میں بلا لیتا تھا اور اسی امام سے جو کچھ پوچھنا ہوتا تھا پوچھ لیا کرتا تھا۔ شیخ کے خوابوں کا بیان اس کی خود نوشت سوانح حیات میں ملاحظہ کیجئے۔ ان خوابوں کا بیان

کرنے کے بعد جو بات وہ خاص طور پر بیان کرتا ہے اور جس کا ذکر کرنا قارئین کرام کے غور کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ:۔

" وکنت فی تلک الحال ۔ دائماً ۔ اری منامات ، وھی الہامات "
یعنی میری ہمیشہ یہی حالت رہتی تھی کہ خواب دیکھا کرتا تھا اور یہ خواب وحی و الہام ہوتے تھے۔

شیخ احمد احسائی کے فرزند نے بھی اپنے باپ کی جو سوانح حیات تحریر کی ہے اس نے بھی یہی تحریر کیا ہے۔ کہ اس کے باپ نے علوم دین کسی عام انسان سے حاصل نہیں کئے بلکہ اس نے سب کچھ خوابوں میں الہام کے ذریعہ سے حاصل کیا ہے۔ شیخ عبداللہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

خلاصہ رؤیای آں والا مقام بر سبیل کشف و الہام بود نہ اضغاث احلام و در منام خدمت ہر یک از ائمہ اطہار علیہم السلام کی میخواستند میرسیدند و ہر مسألہ کہ مشکل یا مشتبہ بود میپرسیدند و جواب کافی وشافی با اقسام ادلہ و براہین میفرمودند کہ ابداً محتاج بمراجعہ و مطالعہ کتب نبود و اگر احیاناً رجوع میفرمود بعینہا ہماں بود کہ در خواب آزمودہ بود۔

ترجمہ۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان والا مقام یعنی شیخ احمد احسائی کے خواب کشف و الہام تھے کوئی پریشان خواب نہیں ہوتے تھے۔ اور وہ خواب میں آئمہ اطہار میں سے ہر ایک کے پاس جس کے پاس جانے کو ان کا دل چاہتا تھا چلے جایا کرتے تھے۔ اور جو مسئلہ بھی مشکل یا مشتبہ ہوتا تھا پوچھ آتے تھے۔ اور آئمہ اطہار علیہم السلام جواب کافی وشافی کئی طرح کے دلائل و براہین کے ساتھ تبلا دیا کرتے تھے کہ جس کے بعد ہرگز بھی کسی کتاب کو پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی تھی۔ اور اگر اتفاقاً کسی کتاب میں کھول کر دیکھ لیا تو اس میں وہی جواب لکھا ہوا ملتا تھا۔ جو کہ خواب میں اس کو بتلایا گیا تھا۔

شیخ احمد احسائی کے جانشین اوّل سید کاظم رشتی نے بھی یہی کہا ہے۔ کہ شیخ کے تمام علوم علم لدنی تھے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب دلیل المتحیرین میں کہتا ہے۔

ولاشک انہ من لدن رب الارباب وتسدید الائمۃ الاطیاب (ص، ۲۵ ۔ سطر ۲۱)

یعنی اس بات میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ مذکورہ بالا تمام علوم شیخ کو بذریعہ وحی و الہام رب الارباب کی طرف سے آئمہ طاہرین کی تسدید کے ذریعہ سے حاصل ہوئے تھے یعنی شیخ کے تمام علوم علوم لدنی تھے۔

شیخیہ رکنیہ کرمانی خاندان واضح طور پر لکھتے ہیں کہ شیخ نے کسی عام آدمی سے تعلیم حاصل نہیں کی بلکہ شیخ نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ بذریعہ وحی و الہام شفاہتہً آئمہ اطہار سے حاصل کیا ہے چنانچہ محمد کریم خان کرمانی رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان اپنی کتاب ہدایت الطالبین کے ص ۲۵ سطر ۵ تا ۱۲ پر لکھتے ہیں کہ

[illegible]

در آنکہ رئیس این سلسلہ جلیلہ بعد از ایشاں سید سند مولای معظم حاج سید کاظم اعلی اللہ مقامہ اند کہ سید کاظم فہم وغیرہ مافہم و در میان ما معلوم و آشکار است کہ بشیخ عرض کردند کہ اگر دست ما بشما نرسد اخذ این علم ما از کہ بکنیم فرمودند بگیرید از سید کاظم چرا کہ او از من علم را شفاہتہً آموختہ است و من از آئمہ خود شفاہتہً آموختہ ام و ایشاں بے واسطہ کسی از خدا آموختہ اند۔

یعنی شیخ احمد احسائی کے بعد اس سلسلہ جلیلہ شیخیہ کے رئیس سید کاظم رشتی تھے۔ اور یہ بات تواتر کے ساتھ ہم میں سب کو معلوم ہے کہ شیخ جلیل یعنی شیخ احمد احسائی یہ کہا کرتے تھے کہ میرے علوم میرے اسرار اور میرے رموز کو سید کاظم رشتی ہی سمجھتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی دوسرا نہیں سمجھتا۔ اور ہمارے درمیان یہ بات واضح طور پر کھلی ہوئی ایک حقیقت ہے کہ لوگوں نے شیخ احمد احسائی کی خدمت میں عرض کی کہ اگر ہمارا ہاتھ آپ تک نہ ہو سکے تو آپ کے اس علم کو ہم کس سے

حاصل کریں۔ تو اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ میرے علوم کو سید کاظم رشتی سے حاصل کرنا کیونکہ اس نے علم کو مجھ سے مشافہتہً حاصل کیا ہے اور میں نے اپنے آئمہ سے یہ علم مشافہتہً حاصل کیا ہے۔ اور انہوں نے بغیر کسی واسطے کے خداوند تعالےٰ سے علم حاصل کیا ہے۔

شیخیہ رکنیہ کے اس بیان سے ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک بھی شیخ نے کسی عام آدمی سے علم دین حاصل نہیں کئے۔ بلکہ حضرت کاظم رشتی نے مشافہتہً شیخ سے علم حاصل کیا تھا اسی طرح شیخ نے آئمہ طاہرین علیہم السلام سے خواب میں بذریعہ وحی و الہام کے ان علوم کو حاصل کیا تھا۔

شیخیہ احقاقیہ کویت کے نزدیک بھی شیخ نے کسی عام آدمی کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہیں کیا چنانچہ مرزا حسن الحائری الاحقاقی اپنی کتاب الدین بین السائل و المجیب کے ص۲۱ پر اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ شیخ کا استاد کون تھا؟ لکھتے ہیں:۔

ما نعلم للشیخ اساتذة تلمذ عندهم واللہ العالم

ہمیں کوئی علم نہیں ہے کہ شیخ کا کوئی استاد تھا۔ جس کے پاس شیخ نے زانوئے تلمذ طے کیا ہو۔ واللہ اعلم۔

بیان اینکہ شیخ احمد احسائی کو کتنے علوم آتے تھے۔

قارئین محترم اب جب کہ یہ معلوم ہو گیا کہ رؤسائے شیخیہ کے نزدیک شیخ نے کوئی بھی علم کسی آدمی سے حاصل نہیں کیا اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ شیخ احمد احسائی اور تمام رؤسائے شیخیہ اس بات کے مدعی ہیں کہ شیخ کے تمام علوم بذریعہ وحی و الہام خواب میں آئمہ طاہرین علیہم السلام سے حاصل کردہ ہیں۔ تو آیئے اب یہ دیکھیں کہ شیخ کو کن کن علوم میں دسترس حاصل تھی۔

شیخ احمد احسائی کے جانشین اول سید کاظم رشتی نے اپنی کتاب دلیل المتحیرین

کے صفحہ ۱۳ سے ۲۰ تک پورے سات صفحات میں شیخ کے علوم کو بیان کیا ہے۔ اور انہیں علوم کو محمد کریم خان کرمانی رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان نے اپنی کتاب ہدایت الطالبین کے ص۶۳ تا ص۶۵ پر نقل کیا ہے۔ ہم ہدایت الطالبین سے بطور اختصار شیخ کے علوم کا بیان نمبروار نقل کرتے ہیں۔

۱۔ علم عروض۔ کہ دراں بے مثل بودند۔
۲۔ علم موسیقی۔ کی حقیقت کو افلاک سے موازین سے میں بیان کیا۔
۳۔ علم نحو۔ میں سیبویہ ادنیٰ شاگرد تھا۔
۴۔ علم صرف۔ میں خلیل ان کے مدرسے کا الجبہ خواں تھا۔
۵۔ علم معانی بیان۔ میں موسس قواعد تھے۔
۶۔ علم نجوم۔ میں اس کے رئیس تھے۔
۷۔ علم ہندسہ۔ میں اقلیدس ان کی گرد کو نہ پہنچے۔
۸۔ علم ہیئت۔ میں اس علم کے کشف رموز تھے۔
۹۔ علم حساب۔ کے مسائل کو واضح کیا۔
۱۰۔ علم فزکس (اکسیر)۔ میں عجائبات دکھائے۔
۱۱۔ علم کیمیا (اکسیر)۔ میں جابر بن حیان کی ادنیٰ شاگرد تھے۔
۱۲۔ علم اعداد و اوفاق۔ میں رئیس اہل طلسمات و اوفاق تھے۔
۱۳۔ علم حروف۔ میں تصرف کلی رکھتے تھے۔
۱۴۔ علم اسطرلاب و تکسیر۔ میں بے نظیر و بے بدیل تھے۔
۱۵۔ علم جفر۔ میں استاد ماہر تھے۔
۱۶۔ علم طب۔ میں استاد افلاطون و ارسطو تھے۔
۱۷۔ علم تفسیر۔ میں بے نظیر و بے بدیل تھے۔
۱۸۔ علم حدیث۔ میں رئیس المحدثین تھے۔
۱۹۔ علم درایت۔ میں کوئی ان سے مافوق نہ تھا۔

۲۰۔ علم رجال۔ میں بے مثال و اعلم علماء تھے۔
۲۱۔ علم اصول۔ میں استاد کامل تھے۔
۲۲۔ علم فقہ۔ میں اعلم فقہاء و مجتہدین تھے۔
۲۳۔ علم کلام۔ میں سید علماء اسلام تھے۔
۲۴۔ علم حکمت عملی۔ میں از جملہ حکمائے عالی مقدار تھے۔
۲۵۔ علم عجائب البلدان۔ میں اعلم الناس تھے۔
۲۶۔ علم تاثیر نجوم۔ میں ان جیسا کوئی عالم نہ تھا۔
۲۷۔ علم سیمیا۔ میں افضل العلماء تھے۔
۲۸۔ علم کیمیاء۔ میں استاد حکماء تھے۔
۲۹۔ علم ریمیا۔ میں سرور فضلا تھے۔
۳۰۔ علم سیمیا۔ میں رئیس استادین متاخرین و متقدمین تھے۔
۳۱۔ علم طلسمات۔ میں حلال مشکلات تھے۔
۳۲۔ علم تعویذ۔ میں وحید و فرید تھے۔
۳۳۔ علم کتابت و خطاطی۔ میں رئیس کتاب زمان تھے۔
۳۴۔ علم تعلیق کتب۔ از جملہ متفردان روزگار تھے۔
۳۵۔ علم رمل و قرانات۔ میں اشرف العلماء تھے۔
۳۶۔ علم نکات و لغات۔ میں اعظم علماء تھے۔
۳۷۔ علم حفظ اشعار۔ میں اعظم شعراء و ادباء تھے۔

مگر شیخ احمد احسائی اور جملہ رسالے شیخیہ کا دعوٰے یہ ہے کہ شیخ نے کسی استاد سے یہ علوم حاصل نہیں کئے بلکہ خواب میں وحی الہام کے ذریعے سے ان علوم کو حاصل کیا اور کاظم رشتی نے دلیل المتحیرین میں صفحہ ۲ پر سلوک علماء زیدۃ اللہ الشیخ کے عنوان کے تحت مزید اضافہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ دلیل المتحیرین کے صفحہ ۲ سطر ۱۴ تا ۱۹ پر یوں لکھتے ہیں۔ (مذکورہ سطور کا عکس ہدیۂ قارئین ہے)

(اذعنت له العلماء ،
و اقرت بفضله العرفاء ، والادباء والفصحاء والشعراء ، واصحاب الصنائع ، لانه كان عالما بها مثل الخياطة والنساجة والنجارة وصنع الآت الحديد والصفر والذهب والفضة ، واستعمال الفلزات المنطرقة والغير المنطرقة ، والمعادن الجامدة والذائبة ، وما ادري ما اقول ؟ واي شيء منه اصف ؟ واي كمال اذكر ؟ ونوره لا يخفى وفضله

یعنی علماء اس کے معترف تھے اور عرفاء و ادباء و فصحا و شعراء اور صنعت گر سب ہی اس کے فضل کے اقراری تھے کیونکہ وہ صنعت و حرفت میں بھی عالم کامل تھا۔ مثلاً درزی کا کام، جولاہے کا کام۔ ترکھان کا کام۔ لوہار کا کام۔ ٹھٹھیرے کا کام، سنارے کا کام۔ اور کیمیاء گری کا کام وہ سب جانتا تھا۔ اور میں نہیں جانتا کہ کیا بیان کروں؟ اور اس کی کس صفت کا ذکر کروں؟ اور اس کے کون سے کمال کو یاد کروں۔

لیکن یہ سب علوم اور یہ سب فنون شیخ نے کسی استاد سے نہیں سیکھے تھے قارئین کرام! ہم نے اب تک جو کچھ ثابت کیا ہے وہ یہ ہے کہ شیخ احمد احسائی کا دعوٰے یہ ہے کہ اس کے تمام علوم و فنون کشف و وحی و الہام کے ذریعہ حاصل کردہ ہیں۔ شیخ کا دعوٰے ہے کہ وہ عالم الغیب ہے۔ شیخ کا دعوٰے ہے کہ وہ قرآن کا عالم ہے۔ شیخ کا دعوٰے ہے کہ وہ قریٰ ظاہرہ ہے وہ قریٰ ظاہرہ جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ "سیروا فیہا لیالی و ایاما آمنین" شیخ کا دعوٰے ہے کہ وہ رسول ہے، ایسا رسول جیسے رسول سورہ یٰسین میں بیان کردہ تین رسول تھے جن کو حضرت عیسےٰ کے ذریعہ وحی ہوتی پس جس طرح وہ تینوں رسول حضرت عیسےٰ کے توسط سے خدا کے رسول تھے اور جس طرح ان رسولوں کو حضرت عیسےٰ کے توسط سے وحی ہوتی تھی۔ اسی طرح شیخ احمد احسائی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ طاہرین کے توسط سے خدا کا رسول ہے اور اس کو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کے توسط سے وحی و الہام ہوتا تھا۔ اس کے علوم کسبی نہیں

تھے۔ اس نے علم کسی استاد سے حاصل نہیں کیا۔ یہ سب شیخ کے دعووں کا بیان ہے۔ لیکن یہ بات ابھی تک معرض بحث میں نہیں آئی کہ آیا واقعاً اس کو کوئی کشف و الہام ہوتا تھا یا نہیں؟ آیا واقعاً وہ آنکھیں بند کرتے ہی نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ یا کسی بھی امام علیہ السلام کو جس کو اس کا دل چاہتا تھا دیکھ لیتا تھا یا نہیں؟ آیا واقعاً وہ عالم الغیب تھا یا نہیں؟ آیا وہ واقعاً سرقدر الٰہی کا عالم تھا یا نہیں؟ آیا واقعاً وہ قدرت ظاہرہ تھا یا نہیں؟ آیا واقعاً وہ حضرت عیسٰے کے رسولوں جیسا رسول تھا یا نہیں؟ آیا اس نے یہ تمام علوم و فنون نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کو خواب میں بلا کر سیکھے تھے یا کسی ماہر استاد نے کسی اعلیٰ یونیورسٹی میں سکھا کر مرکز شیعہ میں شیعیت اور اسلام میں ایک تفرقہ پیدا کرنے کے لئے اُس کو بھیجا تھا؟ آیا اس کے تمام علوم و فنون کسبی تھے یا من لدنی؟ آ[یا] شیخ کو درزی کا کام نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ نے سکھایا یا کسی اور نے؟ آیا شیخ کو جولاہے کا کام نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سکھایا یا کسی اور نے؟ آیا شیخ کو ترکھان کا کام نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ نے سکھایا یا کسی اور نے؟ آیا شیخ کو لوہار کا کام نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سکھایا یا کسی اور نے؟ آیا شیخ کو ٹھٹھیرے کا کام نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ نے سکھایا یا کسی اور نے؟ کیا شیخ کو کیمیا گری کا کام نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ نے سکھایا یا کسی اور نے۔ اور اسی طرح موسیقی، فزکس، کیمسٹری، طب، نجوم، جیومیٹری، حساب، تواریخ وغیرہ جملہ علوم و فنون نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام نے سکھائے تھے یا کسی اور نے؟

ہم ابھی اپنی رائے محفوظ رکھتے ہیں اور قارئین کرام کو دعوت دیتے ہیں کہ پہلے وہ خود اپنے مقام پہ غور کریں اور اپنے دل و دماغ کو کام میں لا کر سوچیں اور خود فیصلہ کریں کہ اصل حقیقت کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ روسائے شیخیہ کے دعوے کے مطابق شیخ ان علوم و فنون میں معمولی حیثیت کا مالک نہیں تھا بلکہ :-

اقوت بفضلہ ...... اصحاب الصنائع ۔ دلیل المتحیرین ص ۲ -

تمام مصنف گر اس کے فضل کے مقر تھے۔ یعنی اگر کوئی درزی شیخ کو دیکھ لیتا تو کہتا کہ شیخ سے بڑھ کر دنیا میں درزی کوئی نہیں۔ اگر کوئی جولاہا شیخ کو دیکھ لیتا تو کہتا کہ شیخ سے بہتر جولاہا کوئی نہیں۔ اگر کوئی ترکھان شیخ کو دیکھ لیتا تو کہتا کہ شیخ سے بہتر دنیا میں کوئی ترکھان نہیں۔ اگر کوئی لوہار شیخ کو دیکھ لیتا۔ تو کہتا کہ شیخ سے بہتر دنیا میں لوہار کوئی نہیں۔ اگر کوئی ٹھٹھیرا شیخ کو دیکھ لیتا تو کہتا کہ شیخ سے بہتر دنیا میں ٹھٹھیرا کوئی نہیں۔ اگر کوئی کیمیا گر شیخ کو دیکھ لیتا تو کہتا کہ شیخ سے بہتر دنیا میں کیمیا گر کوئی نہیں۔ غرضیکہ فزکس، کیمسٹری، طب، نجوم، جیومیٹری، حساب و تواریخ وغیرہ علوم و فنون کا کوئی بھی ماہر اگر شیخ کو دیکھ لیتا تو کہتا کہ ان علوم و فنون میں شیخ سے بہتر دنیا میں کوئی نہیں۔

لیکن کہتے یہ ہیں کہ شیخ کا استاد کوئی نہیں تھا۔ شیخ کے یہ تمام علوم و فنون کسبی نہیں تھے بلکہ علم لدنی تھے۔ بذریعہ کشف و الہام تھے۔ بذریعہ وحی خاص تھے۔

ہم اپنی تحقیق کو اس سلسلے میں تاریخی شواہد کے ساتھ آگے چل کر پیش کریں گے۔ لیکن اس مقام پہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخیہ اسکویہ، احقاقیہ کویت کے کردار کی ایک جھلک قارئین کو دکھا دی جائے۔

شیخیہ اسکویہ احقاقیہ کویت کے کردار کی ایک جھلک

قارئین محترم! شیخیہ احقاقیہ کویت کے بیان کردہ اصول سیرت نگاری کے مطابق فہرست دستاویزات میں پیش کردہ ان کی کتابوں سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ شیخ کا دعوےٰ یہ ہے کہ اس کو جتنے علوم و فنون حاصل ہوئے ہیں وہ سب کشف و وحی و الہام کے ذریعے حاصل ہوئے ہیں۔ اور یہ بات خود شیخ کی خود نوشت سوانح حیات سے ثابت کی جا چکی ہے کہ شیخ کا خود کا دعوےٰ

ہے کہ اس کے علوم کشف و وحی و الہام کے ذریعہ حاصل ہوئے۔ شیخ کے بیٹے کے بیان سے ثابت ہو چکا کہ شیخ کے تمام علوم کشف و وحی و الہام ہیں۔ شیخ کے جانشین اوّل سید کاظم رشتی کے بیان سے ثابت ہو چکا کہ شیخ کے تمام علوم و فنون حق لدق رب الارباب ہیں اور کشف و وحی و الہام ہیں۔ شیخیہ رکنیہ کریم خانیہ کرمانی کے بیان سے ثابت ہو چکا کہ شیخ کے تمام علوم و فنون کشف و وحی و الہام ہیں۔ اور چونکہ شیخیہ اسکویہ احقاقیہ کویت کا اعتماد و وثوق شیخ کی مذکورہ خود نوشت سوانح حیات اور شیخ عبداللہ کی شرح حالات شیخ احمد احسائی اور سید کاظم رشتی کی دلیل متحیرین پر ثابت کیا جا چکا ہے اور مذکورہ تینوں کتابوں سے یہ بات ثابت ہے کہ شیخ احمد احسائی کشف و وحی و الہام کا مدعی تھا۔ لہٰذا بالواسطہ طریقہ سے شیخیہ اسکویہ احقاقیہ کویت کی طرف سے بھی یہ بات ہو گئی کہ اپنے مقام پر در پردہ وہ بھی شیخ کے کشف و وحی و الہام کے معتقد ہیں لیکن چونکہ شیخیہ اسکویہ احقاقیہ کویت شیخ کو ایک بہت بڑا شیعہ عالم بنا کر اور خود کو شیعہ اثنا عشری ظاہر کر کے شیعوں کو دھوکہ دے کر گمراہ کر رہے ہیں۔ لہٰذا اس مقام پہ شیخیہ اسکویہ احقاقیہ کویت کا کردار لائق ملاحظہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شیعہ عالم حجۃ الاسلام فاضل العلامہ آقائے محسن الامین العاملی نے اپنی مشہور و معروف کتاب "اعیان الشیعہ" میں شیخ احمد احسائی کے حالات لکھتے ہوئے شیخ کے اس دعوائے کشف و الہام پر بھی اعتراض کیا ہے۔ لہٰذا اس پہ رئیس شیخیہ مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی نے اپنی کتاب "الاحقاق دعلی اعتراضات العاملی" کے ص۱۲۴ تا ص۱۲۵ پہ یوں ایراد کیا ہے۔ عکس اصل عبارت کا یہ ہے۔

ولما نقل ترجمة السيد الرشتي عن دليل المتحيرين بطولها صفحة (٣٩٤) الى صفحة (٣٩٧) في كتابه الاعيان انتقد الفاضل العاملي على ترجمته في مواقع ثلاثة لا بأس بنقلها ليتبين انصافه وميزان فهمه ومقدار علمه .

١۔ الاول ان السيد لما مدح استاذه بانه لم يأخذ علومه من استاذ قط وليس له شيخ معروف مع انه حصل اكثر العلوم النقلية والعقلية وله في أكثرها آراء وانظار الى ان قال : انما هو من بعض انواع الالهامات والنفث في الروع او من مثل الكشف والاشراق ونحو ذلك من العنايات الخاصة الخ .

٢۔ انتقد الفاضل العاملي عليه في صفحة (٣٩٧) بقوله ودعوى الكشف والالهام والخروج من ظواهر الشريعة الى بواطنها بدون برهان قطعي ولا نص جلي لا يقبل الاحتمال ولا التأويل مفسدة ما بعدها مفسدة وبسببها كان ضلال بعض الفرق وخروجها عن دين الاسلام الخ .

٣۔ أقول : قد تبين لك قبلاً ان الشيخ (قدس سره) لم يدع الكشف ولا الالهام والاشراق في شيء من بياناته ورسائله وانما تلميذه (ره) لما رأى أن شيخه لم يأخذ معلوماته من استاذ معروف مع تلاطم علومه من أي فن كان لحسن عقيدته وحسن ظنه بشيخه حمل ذلك على الالهام والنفث في الروع يعني ان علومه من المعقول والمنقول وغيرها المترشحة منه البارزة على صفحات الطروس هذه ما كانت عن تعلم واكتساب من احد بل لكثرة رياضاته وصفاء قلبه انكشفت له من باب الالهام والنفث في الروع بعبارة اخرى تلميذه هذا يدعي او يزعم أن معلومات استاذه لم تكن بكسبية بل هي لدنية)

مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی اپنی کتاب "الاحقاق دعلی اعتراضات العاملی" میں فاضل العلامہ محسن الامین العاملی کی کتاب اعیان الشیعہ پہ تنقید کرتے ہوئے ص۱۲۴ تا ص۱۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ فاضل عاملی نے جب سید کاظم رشتی کی کتاب دلیل المتحیرین سے اپنی کتاب اعیان الشیعہ کے ص۳۹۴ سے ص۳۹۷

تک شیخ احمد احسائی کی سوانح حیات کو تحریر کیا تو اس میں شیخ کے اوپر تین مواقع پر تنقید کی ہے ہم ان کو اس مقام پر نقل کر رہے ہیں ۔ تاکہ فاضل العلامہ محسن الامین العاملی کا انصاف ظاہر ہو جائے ۔ اور ان کے فہم و عقل کی میزان معلوم ہو جائے ۔ اور ان کے علم کی مقدار کا پتہ چل جائے ۔

اوّل یہ کہ جب سید کاظم رشتی نے اپنے استاد شیخ احمد احسائی کی مدح میں یہ لکھا کہ شیخ نے اپنے علوم قطعاً کسی استاذ سے حاصل نہیں کئے اور اس کا کوئی معروف شیخ نہیں تھا ۔ در آنحالیکہ اس نے اکثر علوم نقلیہ و عقلیہ حاصل کئے ۔ اور ان علوم و فنون میں شیخ کے اپنے خاص افکار و نظریات ہیں ۔ تو اس نے یہ کہا کہ اس کے شیخ کے یہ تمام علوم و فنون وحی و کشف و الہام کے ذریعہ سے حاصل کردہ تھے اور عنایات خاصہ کا نتیجہ ہیں ۔

سید کاظم رشتی کی اپنے استاد شیخ احمد احسائی کی شان میں اس علو کو دیکھ کر فاضل العاملی نے اپنی کتاب اعیان الشیعہ کے ص ۲۹۰ پر یوں تنقید کی ہے کہ :-
کشف و الہام کا دعوٰے اور شریعت کے ظاہر سے باطن کی طرف خروج بغیر کسی دلیل قطعی اور بغیر کسی نص جلی کے احتمال و تاویل کی صورت میں قبول نہیں کی جا سکتی ۔ شیخ احمد احسائی کا یہ دعوٰے کشف و الہام ایک مفسدہ کے بعد دوسرے مفسدہ کا موجب ہے ۔ اور اس کے سبب سے بعض فرقے گمراہ ہو گئے اور دین اسلام سے نکل گئے ۔

مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی کہتے ہیں کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ شیخ احمد احسائی نے ہرگز کشف و الہام و وحی کا کسی چیز کے بارے میں بھی دعوٰے نہیں کیا ہے ۔ نہ اس نے کبھی اس دعوے کو زبانی طور پر بیان کیا اور نہ ہی اپنے کسی رسالے میں لکھا ۔

البتہ شیخ احمد احسائی کے شاگرد یعنی سید کاظم رشتی نے جب یہ دیکھا کہ اس کے استاد نے اپنے تمام علوم کو کسی استاد سے حاصل نہیں کیا اس کے

باوجود علوم و فنون کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر شیخ کے اندر موجزن ہے تو سید کاظم رشتی نے اپنے استاد شیخ احمد احسائی کے ساتھ حسن ظن اور محبت کی وجہ سے اس کو کشف و الہام و وحی پر محمول کیا ہے ۔ یعنی سید کاظم رشتی نے اپنے حسن ظن کی وجہ سے یہ کہا ہے ۔ کہ شیخ کے تمام علوم و فنون معقول و منقول کسی استاد سے پڑھ کر حاصل کئے ہوئے نہیں تھے ۔ اور یہ کسبی یا اکتسابی نہ تھے ۔ بلکہ یہ تمام علوم و فنون کثرت ریاضت اور صفائی قلب کے باعث کشف و وحی و الہام کے ذریعہ سے حاصل ہوئے تھے ۔

بالفاظ دیگر یہ شیخ احمد احسائی کے شاگرد سید کاظم رشتی کا دعوٰے ہے یا اس کا گمان ہے کہ شیخ کے یہ تمام علوم و فنون کسبی نہیں ہو سکتے ۔ بلکہ یہ سب علوم و فنون لدنی تھے ۔ ختم ہوا بیان مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی کا ۔ رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ نے اپنی یہ تنقید اس لئے پیش کی ہے تاکہ لوگوں پر فاضل العلامہ محسن الامین العاملی کا انصاف ظاہر ہو جائے ۔ اور ان کے عقل کی میزان معلوم ہو جائے ۔ اور ان کے علم کی مقدار کا پتہ چل جائے ۔ اور ان کا شیخ کشف و وحی و الہام کے الزام سے بری ہو جائے ۔

اور ہم نے رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کا مذکورہ بیان اس لئے پیش کیا ہے تاکہ قارئین کرام پر شیخیہ احقاقیہ کا کردار عیاں ہو جائے اور مجتہدین علماء شیعہ حقہ جعفریہ اثنا عشریہ کی صداقت معلوم ہو جائے ۔

اب یہ فیصلہ قارئین نے خود کرنا ہے کہ رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کے اس بیان سے فاضل العلامہ محسن الامین العاملی کے انصاف فہم و عقل کی میزان اور علم کی مقدار کے بارے میں ان کو کیا پتہ چلا ؟ کیا فاضل العلامہ عاملی نے شیخ احمد احسائی کے دعوائے کشف و الہام کے بارے میں سچ لکھا ہے یا جھوٹ لکھا ہے ؟ کیا سابقہ اوراق میں پیش کردہ تحقیق کی روشنی میں فاضل العلامہ عاملی کے بیان کو جھوٹ یا افترا قرار دیا جا سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں ۔ بلکہ انصاف کی بات یہ ہے کہ رئیس مذہب

شیخیہ احقاقیہ کے مذکورہ بیان میں شیخیہ احقاقیہ کے کردار کی جھلک صاف طور پر نظر آرہی ہے۔ کیونکہ شیخیہ احقاقیہ کے خود پیش کردہ اصول سیرت نگاری کے مطابق خود ان کی اپنی کتابوں سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی ہے کہ شیخ احمد احسائی خود کشف و وحی و الہام کا مدعی تھا۔ اور شیخیہ احقاقیہ بالکل لاہوری مرزائیوں کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اور شیخ کے دعوؤں کو چھپا کر اس کو ایک بہت بڑا شیعہ عالم بنا کر اس کے باطل افکار و نظریات و عقائد کو شیعہ عقائد کہہ کر سادہ اور بے خبر شیعہ عوام میں پھیلا رہے ہیں۔ اور رئیس شیخیہ احقاقیہ نے جو یہ لکھا ہے کہ اس نے یہ تنقید اس لئے پیش کی ہے تاکہ فاضل العلامہ العاملی کا انصاف ظاہر ہو جائے تو حتماً و یقیناً ہماری اب تک کی پیش کردہ تحقیقات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مورخ یگانہ فاضل العلامہ حجۃ الاسلام محسن الامین العاملی نے اپنی کتاب اعیان الشیعہ میں ص ۲۹ پر شیخ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس تحریر میں فاضل موصوف نے ذرہ برابر بھی بے انصافی نہیں کی ہے۔

اب رہ گئی فاضل العلامہ محسن الامین العاملی کی فہم و عقل کی میزان اور ان کے علم کی مقدار کی بات تو یہ بات صرف ذہن موصوف تک محدود نہیں ہے بلکہ قارئین کرام اگر تحقیق کر لیجئے تو ان کو معلوم ہوگا کہ دنیائے شیعیت میں سے خواہ کتنا ہی بڑا اعلم العلماء کیوں نہ ہو اگر اس نے ان کے شیخ کے بارے میں ذرا سا بھی اظہار حقیقت کر دیا تو سمجھو کہ شیخیوں کے نزدیک وہ اعلم العلماء بے فہم ہے کم عقل ہے، لا علم ہے۔ بلکہ بالکل جاہل ہے اور حاسد ہے اور یہ شیخیہ احقاقیہ کے کردار کی دوسری جھلک ہے اس سے پاکستان کے سادہ لوح اور بے خبر شیعہ عوام اگر شیخیہ احقاقیہ کے دھوکے میں آجائیں تو یہ اتنے تعجب کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ ان کو اس کا علم ہی نہیں ہے۔ چنانچہ فیصل آباد کا درس آل محمد کھلم کھلا حسن الحائری الاحقاقی رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کو مرجع دینی کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ لیکن پاکستان کے اکثر شیعہ عوام کو کچھ خبر ہی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ مگر تعجب کی بات یہ

ہے کہ مولف معیار شرافت جناب علامہ حسین بخش صاحب جاڑا شیخیہ احقاقیہ کویت کے دھوکے میں آگئے اور ان کی مکر و فریب میں لپٹی ہوئی باتوں سے فریب کھا گئے۔ اور معیار شرافت میں حسد کا بیان کرتے ہوئے انہوں نے شرافت کا بالکل ہی جنازہ نکال دیا۔ یہ مثال دے کر کہ "جیسا کہ شیعہ علماء نے شیخ احمد احسائی سے حسد کیا"۔ اگرچہ مبلغ شیخیہ مولوی محمد اسمٰعیل بانی درس آل محمد نے اپنے مکتوب مطبوعہ گلدستہ مودت میں یہ لکھ کر کہ ہم نے ان کا ایک مولوی توڑ لیا ہے۔ یہ ظاہر کیا ہے کہ علامہ حسین بخش جاڑا صاحب ان کے ہمنوا ہو کر سلسلہ شیخیت سے وابستہ ہو گئے ہیں۔ لیکن حقیقت صرف یہ ہے کہ علامہ موصوف شیخیہ احقاقیہ کی باتوں سے دھوکہ کھا گئے ہیں۔ اور ان کے فریب میں آگئے ہیں۔ میں علامہ موصوف کا احترام کرتا ہوں اور ان کو بد عقیدہ بھی نہیں سمجھتا۔ لیکن ان کا شیخیہ احقاقیہ کے دھوکہ میں آجانا ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا انہوں نے شیخیہ احقاقیہ سے دھوکہ کھا کر علماء و مجتہدین شیعہ پر جو حسد کرنے کا اتہام لگایا ہے اس سے اگر بارگاہ خداوندی میں توبہ کر لیں تو بہتر ہے اور ایک عالم کے پھسلنے سے جو نقصان ہوتا ہے اپنی اس توبہ سے اعلان فرما کر اس نقصان کی تلافی کر دیں تو اچھا ہے۔ بہرحال ہم سامنے شیخیہ کی اپنی کتابوں سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ شیخ احمد احسائی خود ہی کشف و وحی و الہام کا مدعی تھا۔ اور دوسرے تمام دعاوی جو اس کتاب میں ثابت کئے گئے ہیں وہ خود شیخ نے کئے ہیں اور اس کی کتابوں سے ثابت ہیں اور قم مقدسہ کے [illegible] شیعہ مجتہد آقائے روحانی کی ایک کتاب "مزدوران استعمار در لباس مذہب" میں تحریر کردہ بیان بھی صحیح اور درست ثابت ہو گیا ہے۔ اور شیخی مبلغ اور مدافع شیخ غلام حسین تبریزی کا "کلمہ از ہزار در رد نشریہ مزدوران استعمار" میں بیان بالکل شیخیہ احقاقیہ کی مستقل عادت اور کردار کی صحیح تصویر ثابت ہوا۔

بادی النظر میں شیخ کے یہ خواب خود شیخ کو کیسے معلوم ہوتے تھے

قارئین محترم! اردو میں ایک ضرب المثل ہے کہ "چور کی داڑھی میں تنکا"

شیخ کے ان خوابوں پر کسی دوسرے کے شک کرنے سے پہلے شیخ خود ان خوابوں کو بیان کرنے کے بعد مشکوک نظر آرہا ہے۔ بعض افسانہ نگار جس وقت کوئی افسانہ لکھتے ہیں تو اس کو پڑھ کر یہ گمان ہوتا ہے جیسے کہ یہ کوئی سچا واقعہ ہے۔ لیکن شیخ نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ خود اس کو افترا، جھوٹ اور صاف گھڑا ہوا معلوم ہو رہا ہے۔ لہٰذا شیخ کے تحت الشعور سے آواز نکلتی ہے کہ "وان افتریتہ فعلی اجرامی"۔ یعنی اگر میں نے ان خوابوں کو دل سے گھڑا ہو تو اس کا جرم مجھ پر ہے۔ شیخ کا یہ جملہ اس کے خوابوں کی صداقت کی دلیل نہیں بن سکتا۔ اور بالیقین اس نے جو کچھ گھڑ کر بیان کیا ہے اس کے لئے اس کے سوا اور کسی دوسرے کو مجرم نہیں بنایا جا سکتا۔

شیخ احمد احسائی کے ان خوابوں کے جھوٹا ہونے کے شواہد خود ان خوابوں کے بیان میں پوشیدہ ہیں۔ جو ان خوابوں کا سرسری طور پر تجزیہ کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ شیخ کے ان خوابوں کے جھوٹا ہونے کے شواہد میں سے ایک یہ ہے کہ شیخ کہتا ہے کہ اس نے خواب میں امام حسن علیہ السلام سے یہ پوچھا کہ میں اور کتنے عرصے زندہ رہوں گا۔ تو امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ چار سال یا پانچ سال یا یہ فرمایا کہ چار سال اور پانچ سال اور شیخ کے بیان کے مطابق شیخ نے یہ خواب پانچ سال کی عمر میں دیکھا تھا۔ اور کلمہ از تیرا کے مولف کے بیان کے مطابق شیخ نے یہ خواب اپنے آغاز جوانی میں دیکھا۔ چونکہ وہ کلمہ از تیرا نہ کے ص ۱۳ پر یوں لکھتا ہے کہ:

"این ہمہ بیا ہو خوابی است کہ مرحوم شیخ در آغاز جوانی دیدہ است"

یعنی حجۃ الاسلام آقائے روحانی نے اپنی کتاب "مزدوران استعمار" میں جو کچھ لکھا ہے۔ اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام شور و غوغا اس خواب کی بنا پر ہے جو شیخ نے اپنے آغاز جوانی میں دیکھا ہے۔

بہرحال شیخ نے یہ خواب پانچ سال کی عمر میں دیکھا ہو یا اپنے آغاز جوانی میں۔ اگر واقعتاً اس نے یہ خواب دیکھا تھا اور خواب میں آنے والے وہ بزرگ امام حسن علیہ السلام ہی تھے تو یقیناً شیخ کو چار سال کے بعد یا پانچ سال کے

یا پھر زیادہ سے زیادہ نو سال کے بعد مر جانا چاہیئے تھا۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ امام حسن علیہ السلام خواب میں شیخ کو یہ بتلائیں کہ تو صرف چار سال یا پانچ سال یا زیادہ سے زیادہ نو سال اور زندہ رہے گا۔ اور شیخ سنہ ۱۲۴۱ھ تک پورے ۷۵ سال کی زندگی پا کر مرے۔ لہٰذا اس شخص کی جو شیخ کو خواب میں یہ بتلا رہا کہ وہ امام حسن علیہ السلام ہے۔ جب یہ پہلی بات ہی سچی نہ ہوئی تو اس کی اس بات پر ہی کب اعتبار ہو سکتا ہے کہ واقعتاً وہ امام حسن علیہ السلام ہے۔ اور اسی طرح اس کی باقی باتوں پر بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

یقیناً اور حتماً کوئی شیعہ یہ گوارا نہیں کر سکتا اور اس بات کو قبول نہیں کر سکتا اور اس بات کو قبول نہیں کر سکتا کہ خواب میں آ کر جھوٹ اور غلط رہنمائی کرنے والا شخص امام حسن علیہ السلام ہو سکتے ہیں۔

یقیناً کوئی بھی امام یا نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ نہ خواب میں آ کر اور نہ حالت بیداری میں کسی سے جھوٹ نہیں بول سکتے اور کسی کی غلط رہنمائی نہیں کر سکتے۔

تمام رؤسائے شیخیہ کو یہ بات کھٹکتی ضرور ہے لیکن ایک روایت کے سہارے دل کو تسلی دیتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ اور امام علیہ السلام کی شکل میں شیطان متمثل ہو کر نہیں آ سکتا۔

چنانچہ شیخ کا جانشین اول سید کاظم رشتی اپنی کتاب دلیل المتحیرین کے صفحہ ۱۳ پر لکھتا ہے کہ (عکس ملاحظہ ہو)

"و کان یصل الیھم فی الرؤیا الصادقۃ والمقامات الصالحۃ ولا ریب ان الشیطان لا یتمثل بصورھم ولا یشبہ نفسہ بھم"

یعنی شیخ احمد احسائی رؤیائے صادقہ اور مقامات صالحہ کے ذریعہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ اور آئمہ اطہار علیہم السلام کو دیکھا کرتا تھا اور اس میں شک نہیں کہ بالیقین شیطان نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ اور آئمہ اطہار علیہم السلام کی شکل میں متمثل نہیں ہو سکتا۔ اور خود کو ان کے مشابہ اور ہم صورت بنا کر ظاہر نہیں کر سکتا۔ یہی

بات تمام رو سائے شیخیہ کہتے ہیں۔ اور یہی بات دکیل مدافع شیخ آغا مبین مرحسدی نے بھی اپنی کتاب تذکرہ شیخ الاوحد شیخ احمد احسائی کے ص۲۳ پر یوں بیان کی ہے۔

"عالم رؤیا میں دیدار معصومین"

یہ بات تو مسلم و محقق ہے کہ شیطان بصورت نبی و امام متمثل ہو کے نہیں آسکتا لہذا جس نے بھی ان کو خواب میں دیکھا صحیح دیکھا (بحوالہ امالی شیخ صدوق ص۵۸ و عیون الاخبار ج۲ ص۲۶۱) اسی حضرات ان طفل تسلیوں کے ذریعہ سب کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ شیطان نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ اور آئمہ اطہار علیہم السلام کی شکل میں متمثل ہو کر نہیں آسکتا۔ لیکن یہ کہاں سے ثابت کرو گے کہ جو شخص شیخ کے خواب میں آیا وہ اس کی شکل نبی یا امام کی شکل کے مشابہ تھی۔ شیخ سنہ ۱۱۶۶ھ اور سنہ ۱۲۴۱ھ کے درمیان ہوا۔ اور ہمارے آخری امام علیہ السلام کی غیبت کبریٰ سنہ ۳۲۹ھ میں واقع ہوئی۔ گویا نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ اور جملہ آئمہ ھدیٰ علیہم السلام سنہ ۳۲۹ھ کے بعد اس دنیائے ظاہر میں کسی کے سامنے نہیں تھے۔ پس شیخ نے نہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ کو کبھی دیکھا تھا نہ کسی امام کو کبھی دیکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ خواب میں مسجد کے اندر جب پہلی مرتبہ اس شخص کو دیکھا جو تین دوسرے اشخاص کے ساتھ مسجد میں موجود تھا تو شیخ نے اس شخص سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ تو جواب میں اس شخص نے بتایا کہ یہ امام حسن علیہ السلام ہیں۔ اگر شیخ کو نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ یا آئمہ اطہار کی پہچان ہوتی تو اس کو یہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہ تھی کہ یہ کون صاحب ہیں۔ اور جب شیخ پہچانتا ہی نہ تھا تو اس روایت کا مفہوم و منشا یہ ہرگز نہیں ہے کہ شیطان کسی دوسری شکل میں آکر بھی دھوکا نہیں دے سکتا۔ لہذا یقیناً شیطان نبی اکرم اور آئمہ اطہار کی شکل میں نہیں آیا ہوگا۔ مگر چونکہ شیخ کو پہچان نہیں تھی۔ اور شیخ نے نبی اکرم اور آئمہ اطہار علیہم السلام میں سے کسی کو دیکھا نہیں تھا لہذا کسی بھی شکل میں آکر شیخ کو دھوکا دینا شیطان کے لئے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ پس رو سائے شیخیہ اور مدافعین شیخ کی یہ کوشش اور مذکورہ روایت کے

ساتھ تمسک ناکام ہے۔

شیخ کے خوابوں کے جھوٹے ہونے کا دوسرا شاہد اس کا یہ بیان ہے کہ "ایک دن میرے اور شیخ محمد بن شیخ حسین بن منصور بحرانی کے درمیان بہت ہی بحث ہوئی۔ اور اس نے میری باتوں کا بڑی شدت کے ساتھ انکار کیا۔ پس جب رات ہوئی تو میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا پس میں نے اُن سے لوگوں کی حالت کا شکوہ کیا (کہ آپ جو کچھ خواب میں پڑھا کر جاتے ہیں وہ لوگ نہیں مانتے) پس حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا۔ ان لوگوں کو تم اسی حال میں رہنے دو اور جس حال میں تم ہو اس میں مشغول رہو۔

شیخ کی ان باتوں سے ثابت ہوا کہ اگر شیخ نے اپنے خواب کی بنیاد پہ کبھی کسی سے کوئی بات کی تو وہ اتنی غلط اور باطل ہوتی تھی کہ اس کو کوئی بھی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ شیخ کی اس شکایت پر اس شخص کا یہ کہنا جس کو شیخ امام علی نقیؑ کہتا ہے کہ ان کو اسی حال میں رہنے دو اور تم اسی پر چلتے رہو جس پہ تمہیں خواب میں آنے والے چلا رہے ہیں۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان خواب میں آنے والوں نے شیخ کو سب سے جداگانہ راستے پر ڈال دیا تھا۔

اور شیخ کے خوابوں کے جھوٹے ہونے کا تیسرا شاہد خود اس کا وہ بیان ہے کہ ان خوابوں کا کسی کے سامنے بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ خصوصاً جاہلوں کے سامنے کیونکہ کوئی بھی ان خوابوں کی تصدیق نہیں کر سکتا۔ اور کوئی بھی شخص ان خوابوں کو سچا نہیں سمجھ سکتا۔ لہذا اگر واقعاً شیخ نے یہ خواب دیکھے تھے تو یہ ہرگز ہرگز رحمانی خواب یعنی وحی و کشف و الہام نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ان کے شیطانی خواب ہونے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ اور مذکورہ روایت بھی ان خوابوں کے شیطانی خواب ہونے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی بشرطیکہ واقعاً یہ خواب شیخ نے دیکھے ہوں۔ لیکن اگر گہری نظر سے شیخ کے حالات زندگی پر نظر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ شیخ نے ان خوابوں میں سے کوئی بھی خواب نہیں دیکھا تھا۔ لہذا رحمانی خواب اور

شیطانی خواب کی بحث ہی فضول ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ خواب شیخ کے دعووں کا سرپوش ہیں۔ اور شیخ نے اپنے ارادوں اور پروگراموں کو خواب کے پردے میں بیان کیا ہے۔ گویا شیخ جب کوئی کام کرنا چاہتا تھا تو بجائے ظاہری صورت حال کو بیان کرنے کے اس کو خواب کی صورت میں بیان کرتا تھا۔ اور اس حقیقت پر ہم شیخ کی یزد سے کربلا کی طرف روانگی کے بیان میں روشنی ڈالیں گے۔

شیخ احمد احسائی کے تمام خواب شیخ کے دعووں کا سرپوش ہیں

قارئین محترم! آپ سابقہ اوراق میں شیخ کی خود نوشت سوانح حیات میں پڑھ آئے ہیں کہ شیخ نے ابھی نحو بھی اچھی طرح نہ پڑھی تھی کہ شیخ نے خواب میں ایک ۲۵ سالہ آدمی کو دیکھا جو شیخ کے خواب میں آیا اس کے پاس ایک کتاب تھی۔ اس ۲۵ سالہ جوان نے شیخ کو اللہ کے اس قول۔

"الذی خلق فسوی والذی قدر فھدی"

کا مطلب یوں بتلایا کہ خَلَقَ اَصْلَ الشَّئِ یعنی ہیولا۔ یعنی خلق سے مراد اصل چیز کا پیدا کرنا ہے یعنی اس کا ہیولا یا مادہ خلق کیا۔ اور فسوی سے صورت نوعیہ کا درست کرنا مراد ہے اور قدّر سے مراد اس کے اسباب مہیا کئے اور فھدی کا مطلب یہ ہے کہ نیکی اور بدی کا راستہ ظاہر کر دیا یعنی اس نوعیت سے جس طرح اس خواب میں ہدایت کی یا اس ۲۵ سالہ جوان نے مجھے اس نوعیت سے باقی تمام قرآن کی تفسیر پڑھانا شروع کر دی۔

قارئین محترم! ذرا غور کریں۔ یہ سب سے پہلا خواب ہے جس کو دیکھ کر شیخ کا دل دنیا و مافیہا سے اچٹ گیا۔

یہ ۲۵ سالہ جوان کون ہو سکتا ہے جس نے شیخ کو قرآن کی تفسیر بقول شیخ کے خواب میں آ کر اس طریقے سے پڑھائی؟ یہ بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ شیخ یہ کہتا ہے

"الذی اراہ فی المنام معاینتہ لا یقع فیہ غلط"

یعنی جو کچھ میں خواب دیکھتا تھا وہ بالکل ایسا ہوتا تھا جیسے کہ چشم دید بات ہو کہ اس میں غلطی واقع ہو ہی نہیں سکتی۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ اس ۲۵ سالہ جوان کو شیخ نے "رجلاً" کہا ہے۔ لہٰذا اس سے فرشتہ بھی مراد نہیں ہو سکتا ورنہ آپ کہہ سکتے تھے کہ شاید یہ وہی فرشتہ ہو جو کافی عرصہ بعد مرزا غلام احمد کے پاس آیا تھا جس نے اپنا نام ٹیچی ٹیچی بتلایا تھا۔

یہ ۲۵ سالہ جوان نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ یا آئمہ اطہار علیہم السلام میں سے بھی کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر یہ ۲۵ سالہ جوان نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ یا آئمہ اطہار میں سے کوئی ہوتا تو ضرور شیخ یہ کہتا کہ جب نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ اور آئمہ اطہار علیہم السلام نے میرے خواب میں آنا شروع کیا تو میں نے پہچان لیا کہ وہ ۲۵ سالہ جوان مرد جو سب سے پہلے میرے خواب میں آیا تھا وہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ تھے۔ یا فلاں امام علیہ السلام تھے۔

اب صورت حال ان دو صورتوں میں سے کوئی ایک ہی ہو سکتی ہے۔ یا خواب میں آنے والا جوان شیطان تھا جس نے شیخ کو اس بات پر ڈالا کہ وہ قرآن کی ایسی تفسیر لوگوں کے سامنے پیش کرے جس کا اس کے صحیح مفہوم سے کوئی تعلق نہ ہو۔

یا وہ جوان خواب میں نہیں آیا تھا بلکہ احیاناً حالت بیداری میں شیخ کی کسی ایسے ۲۵ سالہ جوان سے ملاقات ہوئی جو دہریت کا شناسا۔ اور فلسفہ کے رموز کا واقف تھا۔ اور اس نے شیخ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ قرآن و حدیث کی تفسیر و تعبیر اس طریقہ سے پیش کرے کہ آج تک کسی نے پیش نہ کی ہو۔ اور جس کا روح قرآن سے کوئی واسطہ نہ ہو۔ اور اس طرح مسلمانوں میں رہتے ہوئے اسلام کو بالکل بدل دے۔ اس صورت میں شیخ نے اس ۲۵ سالہ جوان کے ساتھ اپنی ملاقات۔ کو چھپانے کے لئے اس کا خواب میں آ کر تفسیر پڑھانا بطور سرپوش کے بیان کیا ہے۔ یعنی شیخ نہیں چاہتا کہ کسی پر یہ راز کھلے کہ کس نے اس کو اس طریقے سے تفسیر قرآن بیان کرنے پر آمادہ کیا۔ ایسی تفسیر جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ ہو۔ ثبوت کے طور پر ایک اور آیت کی تفسیر بطور نمونہ ہدیہ قارئین کی جاتی ہے۔ اور وہ آیہ مبارکہ یہ ہے جو ارشاد رب العزت ہے:-

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

اس آیت کا ترجمہ مولانا مقبول احمد صاحب نے یوں کیا ہے۔

مثال ان کی جو اپنا مال راہ خدا میں صرف کرتے ہیں۔ اس دانے کی سی مثال ہے جو سات بالیں اگاتے کہ ہر بال سو دانے ہوں اور اللہ جس کے لئے چاہے بڑھا دیتا ہے اور اللہ صاحب وسعت وعلم ہے۔

مولانا مقبول احمد صاحب نے اس آیت کے حاشیہ ۲ میں تفسیر عیاشی سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت سے منقول ہے کہ جب کوئی بندہ مومن عمل نیک بجالاتا ہے تو پروردگار عالم اس کی ہر نیکی کو سوگنا کر دیتا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی اس آیت سے ثابت ہے۔

قارئین محترم! اس آیت کا مفہوم بالکل صاف اور واضح ہے۔ خداوند تعالیٰ مومنین کو راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرنے کی تشویق و ترغیب کرتے ہوئے راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرنے کے ثواب کی مثال بیان فرما رہا ہے کہ راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرنیکی مثال ایسی ہے کہ کوئی ایک دانہ گندم بوئے اور وہ دانہ سات خوشے نکالے کہ جس کے ہر خوشے میں سو دانے ہوں پس جس طرح ایک دانہ گندم بونے کے بعد بڑھ کر سینکڑوں دانے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بندہ مومن کے راہ خدا میں خرچ کرنے کا ثواب اس کے عمل کی نسبت سے بڑھ کر سینکڑوں گنا ہو جائے گا۔

امام علیہ السلام نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی فرمایا ہے۔ جیسا کہ تفسیر عیاشی کے حوالے سے امام کا قول اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

لیکن شیخ احمد احسائی اس آیت کی تفسیر شرح زیارت کے صفحہ ۹۳ سطر ۲۰، ۲۱ پر یوں بیان کرتا ہے۔

[illegible]

یعنی اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مطلب کہ۔ دانہ گندم کے مانند جس سے سات خوشے نکلیں جس کے ہر خوشے میں سو دانے ہوں۔ یہ ہے کہ بلا شک دانہ گندم سے مراد تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں۔ اور سات بالوں سے مراد امام حسین اور ان کی ذریت سے نو فرزند ہیں۔ اور سو دانوں سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کی صلب سے رجعت میں سو سو خاص اولاد ہوگی۔

اس آیت کی تفسیر کرنے سے پہلے آیت کا ابتدائی حصہ بالکل چھوڑ دیا۔ جو آیت کے صحیح مفہوم کی طرف رہنمائی کرتا تھا۔ اور درمیان سے ملکہ کر بھی ظاہر الفاظ اور ان کی مناسبت کو ملحوظ نہیں رکھا۔ لہذا غور کیجئے قارئین کرام اس بات میں کہ یہ بے معنی اور بے تکی تاویل و تفسیر آیت واقعی بدایہ مذکورہ سے کیا رابطہ رکھتی ہے؟ اور سات خوشوں کو امام حسین علیہ السلام اور ان کی ذریت کے نو فرزندوں کے ساتھ کیا شباہت ہے۔؟ امام حسین علیہ السلام اور آپ کے نو فرزند مل کر دس ہوتے ہیں۔ لہذا سات اور دس میں کیا نسبت؟ کیا رابطہ؟ اور کیا مشابہت ہوئی؟

اور پھر اگر حبہ حضرت فاطمہ علیہا السلام ہیں اور سبع سنابل امام حسین علیہ السلام اور ان کے فرزند مل کر دس آئمہ اطہار ہیں تو امام حسن علیہ السلام کو کہاں کھو دیا؟ جن کو یا یہ خواب میں دیکھتا رہا۔ اور ان کی لعاب دہن پینے کا دعویٰ کرتا رہا ان کو بھول ہی گیا۔ اس پر دعوے ہیں کہ میں جو کچھ خواب میں دیکھتا ہوں تمام احادیث کو اس خواب کے موافق پاتا ہوں۔ اور احادیث میرے خواب سے مطابقت کرتی ہیں۔

یہ احادیث کون سی تھیں، کہاں تھیں جو اس کے ایسے خوابوں سے مطابقت کرتی تھیں، تفسیر عیاشی میں بیان کردہ حدیث مذکور جو اس آیت کی تفسیر میں امام جعفر علیہ السلام سے وارد ہوتی ہے اور بالکل قرآن کے صحیح مفہوم کے مطابق ہے۔ وہ تو شیخ کی بیان کردہ اس تفسیر کے بالکل خلاف ہے اور شیخ کے خواب کے مطابق نہیں ہے۔ اور جب شیخ کے خواب کی یہ تفسیر امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث صحیح میں بیان کردہ اس تفسیر کے خلاف ثابت ہو گئی تو معلوم ہوا کہ شیخ کے یہ تمام دعاوی جھوٹے ہیں اور باطل ہیں۔

البتہ شیخ نے جو یہ کہا ہے کہ میں تمام احادیث کو اپنے خواب کے مطابق پاتا تھا۔ اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ شیخ نے کسی جگہ خصوصی طور پر ایسی روایات کا مطالعہ ضرور کیا ہے۔ جو غالیوں، نصیریوں، مفوضہ اور دیگر فرق باطلہ کی گھڑی ہوئی تھیں۔ اور اس ۲۵ سالہ جوان نے جس کو شیخ نے پہلی مرتبہ خواب میں دیکھا تھا یا جس سے پہلی دفعہ ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے شیخ کو ان روایات میں خصوصی طور پر ٹریننگ دے کر اس ڈگر پر ڈال دیا تھا، کہ وہ ایک شیعہ عالم کے روپ میں مراکز شیعہ میں داخل ہو اور وہاں ہماں روایات کو رواج دے کر ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالے اور اس طرح شیعوں میں تفرقہ کا موجب بنے بہرحال شیخ کے کہنے کے مطابق یہ شیخ کا سب سے پہلا خواب تھا۔

شیخ اس سے اگلے بیان میں جس کو وہ خواب ہی کہتا ہے۔ ایک قدم اور آگے بڑھاتا ہے اور اپنے دعوے کو خواب کے پردے میں یوں بیان کرتا ہے۔

کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تمام لوگ اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھے ہوئے ہیں بس میں بھی اپنے مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ اس حال میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چیز مغرب اور جنوب کے درمیان سے برآمد ہوئی جس کی ایک طرف تو آسمان سے متعلق تھی۔ اور دوسری طرف زمین کی طرف لٹکی ہوئی تھی۔ اور وہ ہماری طرف بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ اور وہ چیز جتنا نیچے اترتی آ رہی تھی۔ اتنا ہی ہم سے نزدیک ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ ہم تک پہنچ گئی پس میں نے اس کا نچلا حصہ اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا۔ تمام کی تمام مخلوق جو اس کو دیکھنے کے لئے اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھی ہوئی تھی۔ میرے سوا اس کو کوئی بھی نہ پکڑ سکی۔ دوسری رات میں نے پھر پہلے خواب کی طرح خواب دیکھا ہے کہ کل انسان اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھے ہوئے ہیں۔ تاکہ اس چیز تک رسائی حاصل کریں۔ جو آسمان سے نازل ہوئی ہے۔ اس کی تمام اطراف آسمان سے ملی ہوئی ہیں۔ اور اس کا درمیانی حصہ ہماری طرف جھکا ہوا ہے۔ ان تمام مخلوق میں سے کوئی بھی فرد واحد اس تک نہ پہنچ سکا۔

قارئین محترم، تمام مسلمان اس رسّی کو جو آسمان سے زمین کی طرف لٹکی ہوئی ہے، قرآن کریم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور وہ چیز جو آسمان سے نازل ہوئی اس سے کتب سماوی مراد لیتے ہیں۔

جن میں سب سے آخری کتاب قرآن مجید ہے۔

گویا شیخ کا پہلے خواب میں دعوے یہ ہے کہ جمیع الناس صاعدین علی السطوح اور دوسرے خواب میں کہتا ہے کان الناس کلھم یتطلعون علی السطوح" یعنی کل انسان چھتوں پر چڑھے ہوئے تھے۔ جمیع الناس میں اور کان الناس کلھم میں کوئی انسان مستثنیٰ نہیں ہے جیسا کہ خداوند تعالےٰ کا اپنے نبی آخر کے لئے ارشاد ہے کہ:

قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔

پس اس آیہ وافی ہدایہ کے مطابق تمام مسلمان حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ کو جمیع ناس کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول مانتے ہیں۔ اور قارئین کرام اس بات پر بھی غور کریں کہ شیخ کہتا ہے۔

ولم یصلوا الیہ احد من تلک الخلائق المتطلعین الیہ غیری۔

اور دوسرے خواب میں کہتا ہے۔

ولم یصل الیہ من تلک الخلائق احد غیری

یعنی کل انسان اور کل خلائق آسمان سے اس نازل ہونے والی چیز یعنی قرآن کریم تک نہ پہنچ سکے یعنی آج تک کسی کو قرآن کریم کے مطالب مفاہیم کا علم نہ ہو سکا۔ یہ صرف میں ہوں جس کو قرآن کریم کی تفسیر کا علم پڑھایا گیا ہے۔ اور وہ اس ۲۵ سالہ جوان نے پڑھایا ہے۔ اور ہم نے اسی لئے شیخ کا بیان کردہ نمونہ تفسیری اپنے قارئین کے مطالعہ کے لئے اوراق سابقہ میں پیش کر دیا ہے۔ تاکہ وہ اس کو پڑھ کر صحیح نتیجے پر پہنچ سکیں۔ اس خواب کے بعد شیخ اپنے دل کی بات اور اپنے اصل دعوے کو خواب کے پردے میں یوں بیان کرتا ہے۔

کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک بہت بلند پہاڑ ہے جس کی چوٹی آسمان کو چھو رہی ہے۔ اور کل مخلوق اس پہاڑ پر چڑھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن تمام مخلوق میں سے کوئی بھی شخص اس پہاڑ کے نچلے سے حصے کے اوپر بھی نہ چڑھ سکا۔

لیکن میں پلک جھپکنے میں بڑی آسانی اور سہولت کے ساتھ اس پہاڑ کی چوٹی کے اوپر چڑھ گیا۔

اس خواب میں قابل غور ہے شیخ کا یہ فقرہ کہ لم یقدر احد منہم یعنی تمام مخلوق میں سے کوئی بھی اس پہاڑ کی چوٹی پر نہ چڑھ سکا۔

قارئین کرام! موٹی سے موٹی عقل کا آدمی بھی شیخ کی اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ شیخ کا دعوے کیا ہے؟ اور شیخ اپنے مریدوں کو خواب کے پردے میں کیا باور کرانا چاہتا ہے۔ یقیناً شیخ نے اپنے اس بیان میں خواب کو سرپوش بنا کر یہ دعوے کیا ہے کہ وہ تمام مخلوق سے افضل ہے۔ اور تمام مخلوق میں اس کے مرتبہ و پایہ کا آدمی کوئی نہیں ہے۔ اور شیخ عزت و عظمت و منصب و مرتبہ کے سرفلک پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا ہوا ہے اسی لیے شیخ نے اپنے خوابوں کے بیان کرنے کے بعد اس حقیقت کا اظہار کر دیا ہے کہ ان خوابوں کی تعبیر کا بیان ایسا ہے کہ جس کو سن کر کوئی بھی شخص تصدیق نہیں کر سکتا اور اس کو بدعت خیال سمجھے گا۔ لہذا ان کا بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ مخصوصاً جاہلوں کے سامنے (پھر کہتا ہے کہ)

جہاں تک میرا تعلق ہے اگر میں نے ان کو دل سے گھڑا ہو تو اس کا گناہ میرے اوپر ہے۔

اب قارئین کرام یہ فیصلہ خود کریں گے کہ شیخ کس مرتبہ و مقام اور کس منصب کا دعوے دار ہے۔

ہم نے شرح زیارت سے اس کے دیگر دعاوی کا بیان بھی اوراق سابقہ میں کر دیا ہے۔ جس میں وہ قریٰ ظاہرہ اور رسول ہونے کا مدعی ہے۔ اور شیخیہ رکنیہ کرمان تو رکنیہ کہلاتے ہی اس لیے ہیں کہ وہ شیخ احمد احسائی کے رکن رابع ہونے کے معتقد ہیں۔

یعنی رکن اول توحید۔ رکن دوم نبوت۔ رکن سوم امامت اور رکن چہارم یا رکن رابع شیخ احمد احسائی اور اس کے جانشین۔ یعنی شیخیہ رکنیہ اپنے شیخ کو

خدا و رسول و امام کے بعد مرتبہ چہارم میں مانتے ہیں۔ اور سید کاظم رشتی نے اپنی کتاب حجۃ البالغہ میں لکھا ہے کہ "منکر رکن رابع جاودانہ باشد در اسفل درکات جہنم است" بحوالہ شہاب ثاقب ص نقل از حجۃ البالغہ سید کاظم رشتی یعنی رکن رابع کا منکر جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوگا۔

اور محمد کریم خان کرمانی رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان نے اپنی کتاب ارشاد العوام کی جلد چہارم مکمل رکن رابع کے بیان میں ہی تصنیف کی ہے۔ غرضیکہ شیخ کے یہ دعاوی اسکی تصانیف میں بالفاظ واضح موجود ہیں لیکن شیخیہ احقاقیہ، لاہوری مرزائیوں کی طرح شیخ کے صریح دعووں کا انکار کرکے اور اس کو شیعوں کے سامنے بہت بڑا شیعہ عالم بنا کر اس کے افکار و نظریات و عقائد کو سادہ لوح اور بے خبر شیعہ عوام میں شیعہ افکار و نظریات و عقائد ظاہر کرکے پھیلا رہے ہیں۔

چنانچہ موسیٰ اسکوئی الحائری نے اپنی کتاب احقاق الحق میں مقالۃ الرابعۃ فی ابطال القول بوحدۃ ناطق میں سارا زور اس بات پر صرف کیا ہے کہ یہ سب باتیں محمد کریم خان کرمانی رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان نے خود گھڑ کر شیخ کی طرف منسوب کر دی ہیں اور ان کے شیخ نے ایسی کوئی بات نہیں کہی ہے۔ ہمارا اس کتاب کے لکھنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے تاکہ ہم اپنے قارئین کو اور جملہ مسلمانان پاکستان کو یہ دکھلائیں کہ شیخیہ رکنیہ کرمان نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں گھڑی ہے بلکہ وہ ربوہ کے قادیانیوں کی طرح اپنے شیخ کے سچے پیرو ہیں اور وہ دعاوی جن کو شیخیہ رکنیہ کرمان بیان کرتے ہیں فی الحقیقت شیخ ہی خود ان کا مدعی تھا۔ اور شیخیہ احقاقیہ کویت بالکل جھوٹے ہیں اور شیعان پاکستان کو بالخصوص اور تمام مسلمانان پاکستان کو بالعموم کھلم کھلا دھوکا دے رہے ہیں اور دھوکا دینے میں انھوں نے ابلیس کو بھی مات دیدی ہے۔ اس فرقے کا مرکز آج کل کویت میں ہے اور مرزا حسن الاسکوئی الحائری الاحقاقی اس فرقے کے موجودہ رئیس ہیں جو پاکستان میں مبلغ شیخیہ مولوی محمد اسماعیل کا قائم کردہ درس آل محمد فیصل آباد چلا رہے ہیں اور وہی اس کے متولی ہیں۔ لہذا درس آل محمد فیصل آباد اس کے

اساتذہ اور اس کے طلبہ اس رئیس شیخیہ احقاقیہ کویت یعنی مرزا حسن الاسکوئی الحائری الاحقاقی کو اب شیعوں کے مرجع دینی کے طور پر اہل پاکستان کے سامنے روشناس کرا رہے ہیں اور شیعوں کے مراجع دینی اور مجتہدین عظام ایران و عراق کی جانب سے توجہ ہٹا کر اس رئیس شیخیہ احقاقیہ کویت کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دے رہے ہیں۔

شیخ کے ائمہ اطہار علیہم السلام سے متعلق خواب اس دعوے کا اظہار ہیں کہ اس کو تمام علوم و فنون نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ اور ائمہ اطہار نے خصوصی طور پر تعلیم کئے ہیں۔

قارئین محترم! شیخ نے یہ خواب دیکھے تھے یا نہیں۔ ابھی اس سے بحث نہیں ہے لیکن ان خوابوں کے بیان کرنے سے شیخ جو کچھ کہنا چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ اس کے تمام علوم و فنون خود نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ اطہار علیہم السلام نے خواب میں آکر اس کو تعلیم کئے تھے۔

ہمیں معلوم نہیں کہ شیخ احمد احسائی اور دوسرے شیخیہ موسیقی اور گانے بجانے کو جو شرعاً حرام ہے حرام سمجھتے ہیں یا نہیں؟ مگر ہمارا کہنا یہ ہے کہ شیخ احمد احسائی اور حضرات شیخیہ کے نزدیک موسیقی اور گانا بجانا حرام ہو یا نہ ہو لیکن شیعہ حقہ اثنا عشریہ بالاتفاق اس کو شرعاً حرام جانتے ہیں۔ اور ہرگز ہرگز یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ موسیقی اور گانے بجانے کا فن سکھانے کی نسبت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی طرف دی جائے خواہ وہ خواب میں سکھانا ہو یا حالت بیداری میں۔

لہذا اگر شیخ نے حقیقتاً یہ فن خواب ہی میں کسی سے سیکھا ہے تو یقیناً وہ شیطان تھا جس نے خواب میں آکر موسیقی سکھائی۔ اور اگر حالت بیداری میں سیکھی

تھی تو پھر یہ سکھانے والا وہی ۲۵ سالہ جوان تھا جس نے شیخ کو نئے انداز سے قرآن کی تفسیر کرنے کی راہ پر ڈال دیا تھا۔ اور جس کا بیان شیخ نے اپنے پہلے خواب کے پردے میں چھپا کر کیا ہے۔ اور چونکہ شیخ نہیں چاہتا تھا۔ یہ بات کہ یہ راز کھلے اور یہ بھید سب پر آشکارا ہو۔ لہذا اس ۲۵ سالہ جوان کا نام نہیں بتایا۔ اگرچہ شیخ نے خواب میں جس کو بھی دیکھا بیان کیا ہے سب کے نام ظاہر کر دیئے۔ اس کے دعوے کے مطابق اس نے امام حسن علیہ السلام کو دیکھا تو ان کا نام ظاہر کیا ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کو دیکھا تو صاف بیان کیا۔ امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا تو صاف بیان کیا امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا تو صاف بیان کیا۔ امام تقی علیہ السلام کو دیکھا تو صاف بیان کیا۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ کو خواب میں دیکھا تو صاف بیان کیا۔ مگر اس ۲۵ سالہ جوان کا نام بیان نہیں کیا۔ اور یہ اس لئے بیان نہیں کیا تاکہ یہ بھید نہ کھلے اور یہ راز چھپا ہی رہے اور یہ معاملہ پُراسرار ہی رہے اسی لئے ہم نے اس کتاب کا نام ایک پُراسرار جاسوسی کردار رکھا ہے

قارئین محترم! پڑھنا کوئی عیب نہیں ہے کسی سے علم حاصل کرنا کوئی بری بات نہیں ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ اطلب العلم ولو کان بالصین۔ ترجمہ: علم حاصل کرو خواہ چین ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن چونکہ اس ۲۵ سالہ جوان کا نام بتلا دینے سے یا اپنے اصلی استاد کا نام ظاہر کر دینے سے بہت سے راز فاش ہو سکتے تھے۔ لہذا شیخ نے اپنے اس استاد کا نام نہیں بتلایا۔ ورنہ جس طرح علی محمد باب کو پٹی پڑھانے والے کا نام معلوم ہو جانے پر اصل راز فاش ہو گیا۔ اسی طرح شیخ کو پٹی پڑھانے والے کا نام معلوم ہو جانے پر شیخ کا راز بھی فاش ہو جاتا۔ چونکہ شیخ عیسے لنکرانی جس نے علی محمد باب کو دعوائے مہدویت پر ابھارا تھا وہ دراصل سفیر روس دالگروکی تھا جو مسلمانوں کا بھیس بدل کر اور دینی طلبہ کی شکل بنا کر سید کاظم رشتی کے حلقہ درس میں شامل ہوا تھا اور کاظم رشتی کے بعد علی محمد باب سے دعوائے مہدویت کرانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یہ راز اس وقت کھلا جب کمیونسٹ پارٹی نے روس میں زار کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور دالگروکی سفیر روس المعروف شیخ عیسے لنکرانی کی رپورٹیں شائع ہوئیں جو کتب خانہ تبریز میں اب بھی محفوظ ہیں۔ کاش بنوامیہ حکومت کا بھی تختہ الٹ جاتا جس نے اس پچیس سالہ جوان کو شیخ احمد احسائی کی ٹریننگ کے لئے بھیجا تھا یا خود شیخ احمد احسائی خواب کے پردے میں چھپا

کر ہی اس کا نام بیان کر دیتا، کہ دنیا کا سب سے بڑا فلاں عالم و فلاسفر و ماہر فنون بھی اس کو خواب میں آ کر جملہ علوم و فنون کی تربیت دیتا رہا۔

چونکہ شیخ نے اس پچیس سالہ جوان کا نام چھپا کر رکھا۔ راز میں رکھا۔ اور اس اسرار پر سے پردہ نہیں اٹھنے دیا۔ لہٰذا ہم بھی اس اسرار سے پردہ نہیں اٹھا سکتے لیکن جس طرح گھر کی بعض راز کی باتیں بچوں کی زبان سے نادانی میں نکل جاتی ہیں۔ اسی طرح شیخ کے بچوں سے یعنی روسائے شیخیہ سے بعض باتیں ایسی زبان سے نکل گئی ہیں جن سے اس راز کا کچھ کچھ اندازہ ہوتا ہے اور اس اسرار کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

ایک راز سے پردہ اٹھتا ہے۔

رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان مرزا ابو القاسم خان اپنی کتاب فہرست کتب مشائخ عظام کے ص ۱۳۲ سے ص ۱۴۱ تک شیخ احمد احسائی کی خود نوشت سوانح حیات کو بطور نقل کرنے کے بعد اس سوانح حیات سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

آنچہ مرا در ایں رسالہ لازم بود کہ بنویسم ہمانا ذکر اساتید ایشان یا استاد خاص معینی را اگر دانستہ باشیم والبتہ معتبر ترین مدرک سماں بود کہ از تحریر یادداشت خود ایشان نقل کنیم وبطوریکہ مشاہدہ فرمودید دراین مقام مطلقاً ذکری نفرمودہ اند۔

یعنی اگر ہمیں شیخ احمد احسائی کے اساتذوں یا کسی خاص معین استاد کا علم ہوتا تو ہم ضرور اس کا ذکر اس رسالہ میں کرتے لیکن معتبر ترین مدرک یہی ہے جو شیخ احمد احسائی نے خود اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اور جیسا کہ آپ نے خود مشاہدہ کیا ہے۔ شیخ احمد احسائی نے مطلقاً اپنے کسی استاد کا ذکر نہیں کیا ہے۔ رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان نے شیخ کی مذکورہ خود نوشت سوانح حیات پر معتبر ترین اور مستند ترین اور معتمد ترین ماخذوں کا ذکر کیا ہے، چنانچہ اسی کتاب فہرست کتب مشائخ عظام کے صفحہ ۱۲۵ سطر ۱۵ پر سب سے زیادہ جن کتابوں کو شیخ کی سوانح حیات کے سلسلے میں سب سے زیادہ معتبر ترین و معتمد ترین و

مستند ترین قرار دیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

کتاب	مؤلف	
۱۔ دلیل المتحیرین	مؤلفہ سید کاظم رشتی	رئیس شیخیہ و جانشین اول شیخ
۲۔ ہدایت الطالبین	مؤلفہ مرزا محمد کریم خان	رئیس شیخیہ رکنیہ کرمان
۳۔ شرح احوال شیخ احمد احسائی	مؤلفہ شیخ عبد اللہ	فرزند شیخ احمد احسائی
۴۔ نور الانوار شرح حال شیخ احمد احسائی	مرزا علی نقی ہندی	مبلغ شیخیہ
۵۔ تنبیہ الغافلین در رد الناظرین	مؤلفہ سید ہادی ہندی	مبلغ شیخیہ
۶۔ سیرۂ شیخ احمد احسائی	مؤلفہ بقلم خود	بانی مذہب شیخیہ

مدارک معتبر مذکورہ کا بیان کرنے کے بعد رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان نے اپنی اسی کتاب فہرست کتب مشائخ عظام میں ص ۱۳۲ سے ص ۱۴۱ تک نمبر شمار چھ میں مذکورہ خود نوشت سوانح حیات کو نقل کیا ہے۔ پھر اس خود نوشت سوانح حیات سے شیخ کا کسی استاد نہ ہونے کا استدلال کرنے کے بعد نمبر شمار ۵ میں مذکورہ معتبر ترین و معتمد ترین کتاب تنبیہ الغافلین در رد الناظرین کے حوالے سے ص ۱۳۵ سطر ۱۸ تا ص ۱۳۶ سطر ۲۲ و ص ۱۳۶ سطر ۱ تا سطر آخر و ص ۱۳۷ سطر ۱ تا ۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔ (عکس ملاحظہ ہو)

ولی صاحب تنبیہ الغافلین روایتی را می نویسد کہ بخط مرحوم عالم فاضل حجۃ الاسلام معروف تبریزی رحمہ اللہ ابن مرحوم مبرور عالم شہیر و حجۃ الاسلام بزرگ مرحوم آخوند ملا محمد ممقانی کہ از اجلہ تلامذہ شیخ اوحد اعلی اللہ مقامہ بودہ است دیدہ و عین روایت این است :

(عکس صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷ ملاحظہ ہو)

رأیت بخط العالم العامل والفاضل الکامل حجۃ الاسلام المیرزا اسمعیل آقا التبریزی سلمہ اللہ ما ہذا لفظہ عن الشیخ الاوحد الامجد الشیخ احمد الاحسائی اعلی اللہ مقامہ و رفع فی الخلد اعلامہ انہ لقی فی البصرۃ رجلا من اہل الکمال و کان حاکماً فی الب رۃ فالتمس الشیخ (رہ) منہ التدریس

فی الحکمة فامتنع من ذلک و اعتذر باشتغاله بامر الحکومة فالتمس الشیخ (ره) منه بعد ذلک ان یمنحه بکلمات کلیات من الحکمة تکون وصلة الی المطالب الحکمیة علی سبیل الاجمال فقال لا تنظر الی الحرکات انظر الی المحرکات لا تنظر الی الاسباب انظر الی المسببات ان الحیوانات تسیر الی الله فی سلسلة الطول والجمادات تسیر الی الله فی سلسلة العرض و تری الجبال تحسبها جامدة و هی تمر مر السحاب انتهی. قال الشیخ الاوحد رحمه الله فانحل بسماع تلک الکلمات من ذلک الرجل الکامل اکثر المشاکل التی کانت فی بالی فی المطالب الحکمیة و انفتح لی ابواب من العلوم فسألته ان یرشدنی الی طریق السلوک الی الله فقلت کیف الوصول الی الحق فقال الق الدنیا فخرجت من مجلسه ولم یبق لی قلبی شیء من محبة الدنیا انتهی حرره اسماعیل بن محمد عفی عنهما.

عرض میکنم مضمون این جمله اخیر را از مولای بزرگوار والد ماجد اعلی الله مقامه هم شنیدم که میفرمود شیخ مرحوم اعلی الله مقامه در بصره شخص کاملی را ملاقات فرمود و از کیفیت وصول از او سؤال نمود او درجواب گفت الق نفسک وتعال عرض میکنم این روایات هم البته صحیح است ولی منظور نگارنده این بود که استاد معین معلوم و معروفی که شیخ مرحوم اعلی الله مقامه در نزد او تلمذ نموده ودرس خوانده باشد واستاد وی در علوم و روایات بشخص او باشد نمی‌شناسیم و در کلمات خود او یا دیگران نخوانده‌ام وندیده‌ام و آنچه از کلمات آن بزرگوار پیداست جز این نیست که همه اعتماد و اتکاء و استناد او در جمیع امور و علوم بائمه اطهار صلوات الله علیهم بوده است و استفاضه و استفاده که در خواب مشاهده از این بزرگواران مینموده است وجمیع مشکلات خود را از ایشان سؤال می‌نموده و جواب می‌شنیده و حتی پیغام دیگران را میرسانیده .... بهر حال همه استناد و اعتماد خود را بآن منامات که در حقیقت مکاشفه والهام است نه اضغاث و احلام نسبت میدهند واطمینان تمام باجازات ائمه اثنی عشر صلوات الله علیهم داشته اند

یعنی تنبیہ الغافلین کے مصنف نے ایک روایت جو انہوں نے حجۃ الاسلام مجتہد

تبریزیؒ ابن مرحوم حجۃ الاسلام بزرگ اخوند ملا محمد ممقانی جو شیخ احمد احسائی کے اجلّہ تلامذہ میں سے تھے کے ہاتھ سے لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ اپنی کتاب میں تحریر کی ہے اور وہ علمی روایت یہ ہے کہ:۔

میں نے عالم العامل اور فاضل الکامل حجۃ الاسلام المیرزا اسمٰعیل آقا تبریزی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی یہ روایت دیکھی ہے جو بلفظہ یہ ہے:۔

شیخ احمد احسائی بیان کرتے ہیں کہ ان کی بصرہ میں ایک اہل کمال مرد سے ملاقات ہوئی تھی اور وہ مرد کامل بصرہ میں حاکم تھا۔ پس شیخ نے اس حاکم بصرہ سے التماس کی کہ مجھے فلسفہ پڑھا دیجئے۔ پس اس حاکم بصرہ نے شیخ کو فلسفہ کے پڑھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ وہ حکومت کے امور کی مشغولیت کی بنا پر اسباق فلسفہ پڑھانے کے لئے وقت نہیں دے سکتا۔ اس پر شیخ نے اس حاکم بصرہ سے گزارش کی کہ کم از کم خلاصے کے طور پر اور اشارات میں کلیات فلسفہ کے چند کلمات اجمالی طور پر ہی اس کو تعلیم کر دیں جس سے فلسفہ کے مطالب تک رسائی ہو سکے۔ تو اس پر اس مرد کامل حاکم بصرہ نے کہا کہ حرکات کی طرف مت دیکھو بلکہ محرکات پر نظر رکھو۔ اسباب کو مت دیکھو بلکہ مسببات پر نظر رکھو۔ بلاشک حیوانات سلسلۃ الطول میں اللہ کی طرف رواں ہیں۔ اور جمادات سلسلہ عرض میں اللہ کی طرف سیر کناں ہیں۔ اور تم پہاڑوں کو یہ سمجھتے ہو کہ وہ اپنے مقام پر جمے ہوئے ہیں حالانکہ وہ ابر کی مانند رواں دواں ہیں۔

شیخ احمد احسائی کہتے ہیں کہ اس مرد کامل سے یہ کلمات سن کر فلسفہ کے مطالب کے اکثر مشکل مسائل جو میرے ذہن میں اٹکے ہوئے تھے۔ وہ حل ہو گئے اور علوم کے بہت سے دروازے میرے لئے کھل گئے۔ پس میں نے اس مرد کامل سے درخواست کی کہ مجھے طریق سلوک الی اللہ کی ہدایت فرمائیے۔ یعنی شیخ نے طریق سلوک الی اللہ کے لئے اس حاکم بصرہ کو اپنا مرشد بنا کر کہا کہ حق سے وصال کیسے ہو سکتا ہے؟ تو اس مرد کامل نے جواب دیا کہ "الق الدنیا" یعنی دنیا چھوڑ دو۔ پس میں اس مرد کامل

کی مجلس سے باہر نکل آیا۔ اور میرے دل سے دنیا کی محبت یکسر ختم ہوگئی اور دنیا کی ذرا بھی محبت میرے دل میں باقی نہ رہی۔ انتہی حررہ اسمٰعیل بن محمد عقاقی" رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ مرزا ابوالقاسم خان کہتے ہیں کہ۔ میں نے اس آخری جملہ کا مضمون اپنے والد صاحب سے بھی سنا ہے کہ جو فرماتے تھے کہ مرحوم شیخ کی بصرہ میں ایک مرد کامل سے ملاقات ہوئی تھی۔ اور وصال خدا کی کیفیت کے بارے میں شیخ نے اس مرد کامل سے سوال کیا تھا تو اس نے یہ جواب دیا تھا کہ "الق نفسک و تعال" یہ سب روایات صحیح ہیں لیکن ہمارا مطلب یہ ہے کہ کوئی معین استاد کہ جس کے پاس شیخ نے سبق پڑھا ہو یا شاگردی کی ہو اور علوم و روایات میں اسی استاد کی طرف استناد کیا ہو معلوم نہیں ہے۔ اور خود شیخ احمد احسائی یا کسی دوسرے کے بیان سے بھی اس بات کا پتہ نہیں چلا..........

اس کے بعد شیخ کی خود نوشت سوانح عمری کے آخری خواب سے استدلال کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ:۔

بہرحال شیخ اپنے تمام اعتماد اور استناد کو انہیں منامات (خواب) کی طرف کہ جو درحقیقت مکاشفہ والہام ہیں نسبت دیتے ہیں اور ائمہ اثنا عشر صلوٰۃ اللہ علیہم کے دیئے ہوئے اجازوں پر ہی اطمینان کامل کا اظہار کرتے ہیں۔

قارئین محترم! شیخ کو تو کشف والہام ہوتا تھا یا نہیں ہوتا تھا لیکن ہمارے لئے شیخ کا یہ بیان ایک انتہائی اہم انکشاف ہے کیونکہ شیخ کے اس بیان سے کئی باتیں منکشف ہوئیں۔

پہلا انکشاف یہ ہے کہ شیخ کی بصرہ میں ایک مرد کامل سے ملاقات ہوئی تھی۔

دوسرا انکشاف یہ ہے کہ وہ مرد کامل بصرہ کا حاکم تھا۔

تیسرا انکشاف یہ ہے کہ شیخ نے اس مرد کامل سے فلسفہ پڑھنے کی درخواست کی تھی۔

چوتھا انکشاف یہ ہے کہ اس حاکم بصرہ نے حکومت کے کاموں کی مشغولیت کا

عذر کیا تھا۔

پانچواں انکشاف یہ ہے کہ پھر شیخ نے یہ درخواست کی کہ اجمالی طور پر فلسفہ کے کچھ نکات اس کو بتا دیئے جائیں۔

چھٹا انکشاف یہ ہے کہ اس مرد کامل نے شیخ کو فلسفہ کے ایسے اجمالی نکات تعلیم کئے جس سے شیخ پر علوم کے کئی دروازے کھل گئے۔

ساتواں انکشاف یہ ہے کہ ان اجمالی نکات میں سے ایک نکتہ یہ بھی تھا کہ حیوانات خدا کی طرف مسلسل طول میں سیر کرتے ہیں۔

آٹھواں انکشاف یہ ہے کہ شیخ نے اس مرد کامل کو مرشد بنا کر طریق سلوک الی اللہ اور وصال حق کے لئے بھی ہدایت چاہی جس کا طریقہ اس مرد کامل نے شیخ کو تعلیم کیا۔

نواں انکشاف یہ ہے کہ شیخ نے جو طریق سلوک الی اللہ اور وصال حق کی ہدایت اس مرد کامل حاکم بصرہ سے لی۔ یہ خالصتاً صوفیہ کی ہی اصطلاحیں ہیں جو یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ حاکم بصرہ اہل تصوف سے تھا۔

قارئین محترم! اگرچہ اس پچیس سالہ جوان کا نام معلوم کرنا تو مشکل تھا کہ جس نے شیخ کو قرآن کی تفسیر نئے ڈھب سے پڑھائی تھی لیکن اس مرد کامل کا نام معلوم کرنا نسبتاً آسان ہے۔ کیونکہ اس میں ایک نشانی موجود ہے اور وہ نشانی یہ ہے کہ وہ مرد کامل بصرہ کا حاکم تھا۔

اگرچہ تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ ان دنوں بصرہ پر انگریزوں کا تسلط تھا جس کو ہم آگے چل کر تاریخی شواہد کے بیان میں تحریر کریں گے لیکن یہ امر تو مسلّم ہے کہ بصرہ پر کسی شیعہ عالم تو کیا کسی عام شیعہ کے حاکم ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ بصرہ پر انگریزوں کے تسلط سے پہلے سلطنت عثمانیہ ترکیہ کا اقتدار تھا۔ اور سلطنت عثمانیہ میں کسی شیعہ کا حاکم بصرہ ہونا بالکل ہی ناممکن بات ہے۔ دوسرے

طریق سلوک الی اللہ اور وصول الی الحق کا جو سبق اس مرد کامل نے دیا اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ حاکم بصرہ وہ مرد کامل اہل تصوف سے تھا اور فلسفہ اور تصوف ایک ہی شجر کی دو شاخیں ہیں۔

اس کے باوجود شیخ احمد احسائی اور جملہ رسائے شیخیہ اور مدافعین شیخ یہ کہتے ہیں کہ شیخ کی حکمت محمد آل محمد علیہم السلام کی حکمت ہے۔ اور شیخ نے جو فلسفہ بیان کیا ہے وہ آئمہ اطہار نے اس کو خواب میں تعلیم کیا ہے۔

اور تعجب کا مقام تو یہ ہے کہ شیخ کے اس سلسلہ طولیہ کو بھی آئمہ اطہار کی طرف ہی منسوب کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ اس مرد کامل نے جو بصرہ کا حاکم تھا شیخ کو پڑھایا تھا اور جس کا اہل تصوف سے ہونا ظاہر ہے۔

قارئین محترم! سلسلہ طولیہ کا مفصل بیان اور اس کا باطل اور صریح کفر ہونا ہماری کتاب "نور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ اور توحید نبی و امام" میں ملاحظہ فرمائیں۔ لیکن اس مقام پر سب سے اہم بات جو خاص طور پر قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ جب شیخ کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ جب چاہتا تھا جس امام کو چاہتا تھا خواب میں دیکھ لیتا تھا اور جو مسئلہ چاہتا تھا اُن سے پوچھ لیتا تھا۔ تو حکمت و فلسفہ و تصوف کا سبق پڑھنے کے لئے شیخ نے بصرہ کے حاکم کی منت سماجت کیوں کی۔ اور اس کو مرشد بنا کر راہ سلوک کا طریق کیوں دریافت کیا۔ کیا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ نے اور آئمہ اطہار علیہم السلام نے حکمت و فلسفہ اور طریق سلوک الی اللہ اور وصول الی الحق کے لئے مرشد بننے سے انکار کر دیا تھا؟

بالحقیقت شیخ نے اپنے منامات اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ اطہار علیہم السلام کو خواب میں دیکھنے کا افسانہ اس لئے گھڑا ہے تاکہ شیخ کے اصل استادوں کا کسی کو پتہ نہ چل جائے اور ان کے نام پر پردہ ہی پڑا رہے اور یہ خواب اس کے ان اسرار کے لئے سرپوشش کا کام دیں۔ پس اندریں حالات یہ کس طرح تسلیم کر لیا جائے کہ شیخ نے جو حکمت و فلسفہ و تصوف کا ملغوبہ پیش کیا ہے وہ

محمد و آل محمد علیہم السلام کی حکمت ہے۔

ایک حقیقت جو حتمی طور پر ثابت ہے۔

قارئین محترم! شیخ نے کوئی خواب دیکھا تھا یا نہیں دیکھا تھا۔ اور شیخ نے کسی استاد سے پڑھا تھا یا نہیں پڑھا تھا۔ یہ تمام امور ابھی معرض بحث میں ہیں اور جن کے بارے میں ابھی سلسلہ تفتیش جاری ہے لیکن ایک حقیقت جو یقینی طور پر اور حتمی ثابت ہے۔ وہ یہ ہے کہ شیخ احمد احسائی نے شیعوں کے مراکز علمی یعنی کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف میں رہ کر تعلیم حاصل نہیں کی اور نہ ہی شیعہ علمائے اعلام اور مجتہدین عظام میں سے کسی کے سامنے علوم دین حاصل کرنے کے لئے زانوئے تلمذ طے کیا اور جملہ رسائے شیخیہ کے نزدیک کسی بھی استاد سے نہیں پڑھا۔

پس اس صورت میں دو صورتوں میں سے کوئی سی ایک صورت کے ماننے بغیر چارہ نہیں ہے۔

اولاً یہ کہ یا تو شیخ کی اس بات کو مان لیا جائے کہ اس نے اپنے تمام علوم و فنون بذریعہ وحی و الہام اسی طرح حاصل کئے جس طرح کہ وہ اپنی خود نوشت سوانح حیات میں بیان کرتا ہے۔ اور یہ تسلیم کر لیا جائے کہ واقعاً وہ مامور من اللہ ہے اور رسالت کے منصب جلیلہ پر فائز ہے یا پھر خواب میں آنے والا شیطان ہے اور اگر خواب میں شیطان کا آنا تسلیم نہ کیا جائے تو پھر دوسری صورت یہ ہے کہ شیخ نے فلاسفہ عرب اور مستشرقین یورپ میں سے کسی ایسے فاضل استاد اور کسی ایسے مرد کامل کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے کہ جس کا بتانا مصلحت کے خلاف ہے۔

یہاں پر ایک بات کا ذکر کرنا خاص طور پر ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ مدافعین شیخ اور جملہ پیروان شیخ بعض شیعہ مورخین اور کسی کالج کے بعض شیعہ اساتذہ کا وہ بیان جو شیخ کی علمی قابلیت کے بیان میں انہوں نے تحریر

کیا ہے لکھ کر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ شیعہ علماء نے ان کے شیخ کی یوں توہین کی ہے حالانکہ جو شخص شیخ کی تصنیفات کا مطالعہ کرے گا۔ وہ ضرور اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ شیخ نرے سوادو بے علم نہیں ہے۔ اس کے استاد کا نام معلوم ہو یا نہ ہو لیکن شیخ کی کتابوں کا قاری یہ اندازہ لگائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ شیخ نے کسی ماہر استاد سے تعلیم حاصل کی ہے اور شیخ نے غالیوں، نصیریوں، مفوضہ، صوفیہ، نصاریٰ اور فلاسفہ کی اکثر کتابوں کا وسیع مطالعہ کیا ہے اور شیعوں کی تفاسیر و احادیث کی کتابوں کو بھی اچھی طرح کھنگالا ہے۔ لہٰذا شیخ بڑی مہارت کے ساتھ مذکورہ مذاہب کے نظریات کا اپنی کتابوں میں حوالہ دیتا ہے۔ اور مشہور فلسفی ملا صدرا کی فلسفہ پر لکھی گئی کتاب مشاعر اور ملا صدرا ہی کی دوسری کتاب عرشیہ کی شرح کرتے ہوئے نہ صرف اس کے نظریات کی رد کرتا ہے بلکہ ان ہی نظریات کو نیا جامہ پہنا کر نئے رنگ میں پیش کرتا ہے اور علامہ محسن فیض کاشانی کے رسالہ علمیہ کی شرح لکھتے ہوئے علامہ کاشانی کے افکار کو غلط قرار دے کر ان ہی نظریات کو نیا جامہ پہنا کر نئے اسلوب سے پیش کرتا ہے۔ اور خود بھی کتاب فوائد اور کتاب شرح فوائد خالص فلسفے پر نئے انداز سے پیش کرتا ہے۔ لیکن علمائے شیعہ اور علمائے اسلام کے نزدیک نہ ملا صدرا کے فلسفہ کا اسلام سے کوئی تعلق تھا۔ اور نہ ہی شیخ کے جدید رنگ میں پیش کئے گئے فلسفہ میں اسلام سے کوئی مطابقت ہے۔ البتہ شیخ نے اپنے فلسفہ میں ایک نئی طرح ڈالی ہے۔ یعنی بقول مقدس اردبیلی۔ جس طرح صوفیوں نے فلاسفہ یونان کے مقالات و نظریات چرا کر تھوڑے سے تصرف کے ساتھ اس کا نیا نام وحدت وجود اور اتحاد و حلول رکھ کر پیش کیا۔ اسی طرح شیخ احمد احسائی نے اپنے فلسفہ میں یہ خاص بات رکھی کہ فلسفہ یونان، ملاحدہ، نصاریٰ اور صوفیہ وحدت وجودیہ و اتحادیہ و حلولیہ کے بیان کردہ افکار و نظریات کو تھوڑے سے تصرف کے ساتھ نئے طریقے سے اور نئے نام سے پیش کر دیا۔ اور اس کا نام اس نے مسلک طولیہ رکھا۔ جس کا باطل اور کفر ہونا۔ ہم اپنی کتاب نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ

اور نوع بنی آدم میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

بہرحال شیخ نے یہ نام تو تمام مراکز شیعہ میں رہ کر نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی شیعہ عالم و مجتہد کے سامنے علوم دینی حاصل کرنے کے لئے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ لیکن شیخ کی تصانیف میں حوالوں کی قطار دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ نے کوئی سالم لائبریری اس طرح چاٹ رکھی ہے جیسے کوئی پی۔ ایچ۔ ڈی کرنے والا کسی موضوع پر کوئی خاص مقالہ لکھنے کے لئے تحقیق کرتا ہے۔ اور موضوع کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ راجپال ہندی کا بھی ایک موضوع تھا۔ اور وہ موضوع یہ تھا کہ اسلام کے سواد اعظم کی معتبر کتابوں سے وہ احادیث تلاش کی جائیں جو اشرف الانبیاء و افضل المرسلین پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کو نعوذ باللہ ایک رنگیلا رسول ظاہر کرنے میں مد ہوں۔ چنانچہ راجپال ہندی نے اس موضوع پر بے شمار احادیث و روایات جمع کر دیں۔ جو یقیناً ہر دو سواد اعظم شیعہ و سنی تمام اہل اسلام کے نزدیک وضعی ضعیف اور جعلی تھیں۔ اسی طرح احساء کے اس راجپال کی اگر کسی محنت کی داد دی جا سکتی ہے۔ تو وہ یہ ہے کہ اس نے استعماری قوتوں کے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے غالیوں مفوضہ، نصیریوں اور صوفیوں کی گھڑی ہوئی جعلی، ضعیف اور وضعی حدیثوں کو تلاش کرنے میں راجپال ہندی کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اور اگر کہیں کوئی صحیح حدیث یا آیہ قرآنی بیان کی تو اس کا مطلب اس طرح بیان کیا جس طرح اس ۲۵ سالہ جوان کی بیان کردہ تفسیر جو اس نے اپنے پہلے خواب میں بیان کی یا لفظ حَبَّۃٍ اور سنبلۃٍ کی تفسیر جس کا بیان بطور نمونہ تفسیری ہم سابقہ اوراق میں بیان کر چکے ہیں۔ اور راجپال ہندی کا مقصد صرف اسلام اور پیغمبر اسلام کو بدنام کرنا تھا۔ لیکن احساء کے اس راجپال کا مقصد کیا تھا؟ یہ ابھی محل تفتیش میں ہے اور شیخ کو اس قسم کی ٹریننگ دینے والا کون تھا۔ یہ ایک سربستہ راز ہے اور کسی راز کا معلوم کرنا آسان کام نہیں ہے۔ البتہ کسی راز کا پتہ یا تو اس صورت میں چل سکتا ہے کہ خود اس پُراسرار شخصیت سے بھول میں کوئی بات نکل جائے جیسے کہ شیخ احمد احسائی

کی زبان سے خود یہ بات نکل گئی ہے کہ سب سے پہلے جو شخص اس کے خواب میں آیا وہ ایک ۲۵ سالہ جوان تھا۔ شیخ کے اس بیان سے اس بات کا تو پتہ چل گیا کہ یہ ۲۵ سالہ جوان بغیراز نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ اور بغیراز آئمہ اطہار علیہم السلام تھا۔ لہٰذا شیخ کی یہ بات تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ اس نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ محمد و آل محمد علیہم السلام سے پوچھ کر اور ان کی تعلیم سے بیان کیا ہے۔ یا کسی کے راز کا پتہ اس صورت میں چل سکتا ہے (اس کے گھر کے بچوں میں سے کسی بچے سے بھول پن میں ایسی بات نکل جائے جس سے اصل حقیقت کے سمجھنے میں مدد مل سکتی ہو۔ مثلاً میں ایک مرتبہ ایک صاحب کے گھر ایک کام کے لئے گیا جب میں نے دستک دی تو گھر سے ایک بچہ نکلا میں نے اس بچے سے پوچھا کہ کیا تمہارے ابا گھر میں ہیں؟ بچے نے جواب دیا ہاں ہیں۔ میں نے کہا ان سے جاکر کہو کہ محمد حسین آپ سے ملنے آیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد بچہ واپس آیا اور اس نے کہا ابا جی کہہ رہے ہیں کہ وہ لاہور گئے ہوئے ہیں۔

اب ہر چند کہ بچے نے کہا تو یہی ہے کہ "وہ لاہور گئے ہوئے ہیں" لیکن بچے کی پہلی بات کہ "وہ گھر میں ہیں" کے ساتھ بچے کی اس بات نے کہ "ابا جی کہہ رہے ہیں" اصل راز سے پردہ اٹھا دیا، کہ وہ صاحب ہیں تو گھر میں ہی لیکن وہ اس وقت مجھے، وقت دینا نہیں چاہتے۔

اسی طرح شیخ کے بچوں میں سے کئی بچوں نے یعنی شیخیہ احقاقیہ کے حجۃ الاسلاموں نے اور شیخیہ رکنیہ کے کریم خانیوں نے اگرچہ بار بار کہا تو یہی ہے کہ شیخ کا کوئی استاد نہیں تھا۔ مگر یہ لکھ کر کہ شیخ کی بصرہ میں ایک مرد کامل سے ملاقات ہوئی تھی، اور وہ مرد کامل بصرہ میں حاکم تھا۔ اور شیخ نے اس سے فلسفے کے کلیات سیکھے تھے، شیخ کی ساری محنت پہ پانی پھیر دیا ہے۔ اور اس راز کو طشت از بام کر دیا ہے کہ شیخ کی حکمت محمد و آل محمد سے سیکھی ہوئی حکمت نہیں ہے۔ بلکہ یہ حاکم بصرہ سے سیکھی ہوئی حکمت ہے جس کے خود کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حاکم بصرہ اہل تصوف کے ساتھ علاقہ رکھتا تھا۔ اور خود شیخ کے سوال سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے

کہ خود شیخ میں بھی صوفیت کے افکار کے جراثیم موجود تھے۔ مگر دوسرے فلاسفہ اور شیخ احمد احسائی میں فرق یہ ہے کہ دوسرے فلاسفہ پوری دیانتداری کے ساتھ جس فلسفہ و حکمت کو پیش کرتے ہیں اس کے ثبوت میں عقلی استدلالات پیش کرتے ہیں۔ بلکہ اسی فلسفہ کو تھوڑے سے تصرف کے ساتھ شیخ احمد احسائی انتہائی بددیانتی کے ساتھ محمد و آل محمد علیہم السلام کے سر منڈھ کر پیش کرتا ہے۔ اور چونکہ محمد و آل محمد علیہم السلام کی حیات ظاہری کو ختم ہوئے تقریباً ایک ہزار سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ لہٰذا ان کو خواب میں دیکھنے کا افسانہ گھڑ کر ان کے کلام کی مراد خود ان سے معلوم کرنے کا ڈھونگ رچاتا ہے۔

بہرحال کسی کے راز کے معلوم ہونے کی دو صورتیں بیان ہو چکی ہیں۔ ان کے علاوہ کسی کے راز کا پتہ چلنے کی تیسری صورت ایک اور بھی ہے اور وہ صورت یہ ہے کہ گھر کے افراد میں پھوٹ پڑ جائے اور وہ دو گروہوں میں تقسیم ہو جائیں اور دونوں گروہ ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریباں ہو جائیں اور ایک دوسرے کو ہر طرح سے نیچا دکھانے کے درپے ہو جائیں تو ان دونوں کی لڑائی میں بھی بہت سے رازوں سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔ اور بہت سے راز فاش ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم پر شیخیوں کے بہت سے راز ان دونوں کی آپس کی لڑائی سے ہی منکشف ہوتے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر ہم نے اپنی کتاب "نور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ اور نوع بنی آدم" میں بھی کیا ہے۔ شیخ احمد احسائی کے استاد کے بارے میں بھی شیخ احمد احسائی کے مریدوں یعنی شیخیہ احقاقیہ اور شیخیہ رکنیہ کی لڑائی سے کچھ راز کھل کر سامنے آتے ہیں۔ کیونکہ دونوں خود کو شیخ کے افکار کا سچا پیرو کہتے ہیں۔ اور دونوں ایک دوسرے کو شیخ کے افکار سے منحرف ہونے کا الزام دیتے ہیں۔

لہٰذا ہم شیخ احمد احسائی کے افکار و نظریات کے سلسلے میں شیخیہ رکنیہ کریم خانیہ کرمان اور شیخیہ اسکوئیہ احقاقیہ کی ایک بحث ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ ان کے یہ الزامات جہاں آپ کو لطف اندوز کریں گے وہاں آپ کو کسی نتیجہ پر پہنچنے میں مدد دے سکتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ۔

محمد کریم خان کرمانی رئیس، مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان نے اپنی کتاب ہدایت الطالبین میں ص۶۵ پر یہ لکھا ہے کہ شیخ احمد احسائی منجملہ ان ۳۸ علوم کے جن کا ذکر ہم سابق اوراق میں کر چکے ہیں۔ علم سیمیا و علم ریمیا و علم لیمیا و علم ہیمیا میں بے مثل و بے نظیر تھا حالانکہ صرف محمد کریم خان کرمانی نے ہی نہیں بلکہ سید کاظم رشتی نے بھی اپنی کتاب دلیل المتحیرین کے ص۱۹ پر شیخ کو علم سیمیا و علم ریمیا و علم لیمیا و علم ہیمیا کا عارف بیان کیا ہے اور خود شیخ اور جملہ روسائے شیخیہ یہ کہتے ہیں کہ یہ سب علوم شیخ نے محمد و آل محمد سے سیکھے ہیں۔

اب رئیس شیخیہ اسکوئیہ احقاقیہ کا ایک الزام رئیس شیخیہ رکنیہ کریم خانیہ کرمان کے خلاف ملاحظہ کریں۔ شاید ہے کہ آپ پر اس سے کسی راز کا انکشاف ہو سکے۔

مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ اپنی کتاب عقیدۃ الشیعہ کے ص۱۸ و ۱۳۱۵ پر لکھتے ہیں۔ جس کا عکس یہ ہے

ولیست هذه الشريعة المقدسة الكاملة ملفقة من سائر الشرائع ولا مجموعة منها ومن قوانين العرب ۔ ولا مؤلفة منها ومن بعض الآراء ، ومن علم السيمياء والليمياء والريمياء والهيمياء كما ذهب اليه فلاسفة الغرب والمستشرقون ۔ منهم سرجان ملكم الانجليزي في تاريخه لايران قائلين بأن النبي صلى الله عليه وآله انتخب هذا الشرع ولفقه ۔ أخذ شيئاً من الشرائع ۔ وشيئاً من قوانين العرب وشيئاً من علوم السيمياء والريمياء ۔ وغير ذلك ۔ وجعله شريعة لنفسه وتبعهم في ذلك الحاج محمد خان الكرماني في رسالته الناموسية التي سماها (مصباح السالكين) في الصفحة التاسعة منها ۔ لسطرين بقيا من الصفحة اليسرى الى ما بعدها من الصفحات الراجعة لهذا المطلب

یعنی یہ شریعت مقدسہ تمام شرائع اور قوانین عرب اور علم سیمیا و لیمیا و ریمیا و ہیمیا سے جمع شدہ نہیں ہے جیسا کہ مغرب کے فلسفیوں اور مستشرقین یورپ نے لکھا ہے

اور ان مغربی فلسفیوں اور مستشرقین یورپ میں سے ایک سرجان میلکم انگلیزی ہے جس نے تاریخ ایران میں یہ لکھا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ نے کچھ تو دوسری شریعتوں سے اخذ کیا کچھ قوانین عرب سے لیا اور کچھ علم سیمیا و علم لیمیا و علم ریمیا و علم ہیمیا سے لیا اور اس طرح اس شریعت کو تشکیل دیا اور محمد خان کرمانی رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ نے بھی اپنی کتاب مصباح السالکین میں سرجان میلکم انگلیزی کی ہی پیروی کی ہے۔

مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی کے چھوٹے بھائی موجودہ رئیس شیخیہ احقاقیہ کویت یعنی مرزا حسن الاسکوئی الحائری الاحقاقی نے بھی اپنی کتاب حقائق شیعان کے ص۳۱ پر بعینہ وہی کچھ لکھا ہے جو ان کے بھائی نے تحریر کیا ہے یعنی رئیس شیخیہ رکنیہ کے مذکورہ افکار کو سرجان میلکم انگلیسی کے افکار سے ماخوذ ہونے کا الزام دیا ہے۔

شیخیوں کے ان دونوں فرقوں کی لڑائی میں ایک راز تو یہ کھلا کہ سرجان میلکم انگلیسی مغرب کا فلسفی اور مستشرقین یورپ سے ہے اور رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان نے وہی نظریات پیش کئے ہیں جو سرجان میلکم انگلیسی کے ہیں۔

سابقہ اوراق میں ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ شیخیہ رکنیہ کرمان کا دعوے یہ ہے کہ انہوں نے علم شافیہ سید کاظم رشتی سے حاصل کیا ہے اور سید کاظم رشتی نے علم شافیہ شیخ احمد احسائی سے حاصل کیا ہے۔ اور شیخ احمد احسائی نے علم شافیہ محمد و آل محمد علیہم السلام سے حاصل کیا ہے اور محمد و آل محمد علیہم السلام نے علم براہ راست خدا سے حاصل کیا ہے۔

مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی کے مذکورہ الزام میں ایک بات جو ضمناً بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ سرجان میلکم انگلیزی جو ایک فلسفی اور مستشرقین یورپ اور خاور شناسان اروپا سے تھا تاریخ ایران تصنیف کی ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ ایک یورپی مستشرق کو تاریخ ایران اور اہل ایران کے ساتھ کیا ہمدردی ہو سکتی ہے؟ البتہ اہل یورپ خصوصاً انگریزوں کی ایران میں دلچسپی تاریخ کا ایک انتہائی اہم باب ہے۔ جو تاریخی شواہد کے بیان میں ہی تحریر کیا جا سکتا ہے۔

لہذا آئندہ صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے ہم اس مقام پر شیخیہ احقاقیہ کے امام کو شیخیہ رکنیہ کی کتاب مصباح السالکین سے نقل کرتے ہیں۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ محمد خان کرمانی نے اپنی کتاب مصباح السالکین میں اس بات کو کس طریقے سے لکھا ہے۔

مصباح السالکین ہمارے پیش نظر ہے اس کے صفحہ ۲ پر یوں لکھا ہے

"بدانکہ خداوند عالم چوں خلق را برائے معرفت و سیر بسوی او خلقت فرمود، امر فرمود ایشان را کہ بصورت پیغمبر او در آیند زیرا کہ او واصل بمطالب و عارف حقیقت و مطلع بر سر، و عارف بغیب و مومن بخدا۔ پس خواست کہ ایشان مطلع شوند بر راہ و حرکت کنند بسوی رضوان امر فرمود بصورت آنکس در آیند کہ او سیر کردہ است و حرکت نمودہ است از این گذشتہ کہ می فرماید در حدیثی "خلق اللہ آدم علی صورتہ" یعنی خداوند آدم را بر صورت خود آفرید و آدم اول پیغمبر آخر الزمان است صلے اللہ علیہ و آلہ و صورت او شریعت او است پس باید بصورت او در آیند تا روح او از ایشان آشکار شود الخ۔

(چونکہ وہ بزرگوار سالک راہ خدا ہیں)

یعنی معلوم ہونا چاہیئے کہ چونکہ خداوند تعالے نے اپنی مخلوق کو اپنی معرفت کے لئے خلق فرمایا ہے۔ اس لئے اس نے یہ حکم دیا ہے کہ وہ اس کے پیغمبر کی صورت کو اختیار کریں۔ کیونکہ وہ بزرگوار سالک راہ خدا ہیں۔ اور عارف حقیقت اسرار سے مطلع، غیب کے عارف اور خدا پر ایمان لانے والے ہیں۔ پس خدا نے چاہا کہ اس کی مخلوق راہ راست سے مطلع ہو جائے اور رضوان خداوندی کی طرف گامزن ہو جائے۔ لہذا اس نے حکم دیا کہ اس شخص کی صورت اختیار کریں کہ جس نے اس کی طرف سیر کی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر خلق فرمایا اور آدم اول پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ و آلہ ہیں اور ان کی صورت ان کی شریعت ہے۔ پس چاہیئے کہ اس کی صورت کو اختیار کریں۔

تاکہ اس کی روح ان سے آشکار ہو۔

اسی مضمون کو شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت کے صفحہ ۱ کی آخری دو سطروں میں اجمالی طور پر بیان کیا ہے۔

محمد خان کرمانی نے مذکورہ عبارت کے بعد وہ بیان لکھا ہے جس کا حوالہ مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی نے عقیدہ الشیعہ کے صفحہ ۱۸۱ پر اور مرزا حسن الاسکوئی الحائری الاحقاقی نے حقائق شیعان کے صفحہ ۳۲ پر دیا ہے۔ اور مذکورہ بیان لکھنے کے بعد محمد کریم خان کرمانی نے علم سیمیا و علم لیمیا و علم ریمیا و علم ہیمیا کی یوں تشریح کی ہے۔

- علم سیمیا۔ یک علم است از ہندیان کہ نقش بندی می کنند پیغمبر تو حکم فرمودہ است کہ تفکر کنید و دوام تفکر ریاضت نقش بندی ناست و انسان طوری می شود در آخر امر کہ ہر چہ خیال کنند پیش رویش حاضر میشود ولکن آنہا در ریاضت شان باعتدال نمی روند ریاضت ما معتدل است۔۔۔
وسیمیا علمی است کہ بان تسخیر می کنند ملائکہ ثلاثہ موکلین بفلک عطارد را کہ شمعون باشد و زیتون و یمون باعوان آنہا آن وقت خیالات مرد کامل می شود و امرش بہ نقش بندی میرسد و خارق عادات از او جاری می شود۔ مصباح السالکین صفحہ ۲ یعنی ہندوستان کے ہندوؤں کے پاس ایک علم ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے نقش بندی کرتے ہیں۔ ہمارے پیغمبر نے حکم دیا ہے کہ تم تفکر کرو اور تفکر کی مداومت نقش بندی کی ریاضت ہے۔ اس ریاضت سے آخر الامر انسان کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ وہ جو کچھ (خیال) کرتا ہے وہی اس کے سامنے حاضر ہو جاتا۔

لیکن ہندوستان کے ہندو اپنی ریاضت میں اعتدال کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ ہماری ریاضت معتدل ہے۔

اور علم سیمیا وہ علم ہے کہ اس سے فلک عطارد کے موکلین ملائکہ ثلاثہ کو ان

کے اعوان کے ساتھ مسخر کیا جاتا ہے۔ ان ملائکہ ثلاثہ کے نام شمعون زیتون دیمون ہیں۔
جب یہ ملائکہ اس علم کے ذریعہ کسی کے مسخر ہو جاتے ہیں تو اس شخص کے خیالات کامل ہو جاتے ہیں۔ اور وہ نقش بندی پر قادر ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ سے خارق عادت امور جاری ہونے لگ جاتے ہیں۔

قارئین محترم! اس علم پر خصوصی طور پر غور کریں اور پھر شیخ کے خوابوں کا مطالعہ کریں اور اس بات کو مدنظر رکھیں کہ چند رسالے شیخیہ اس بات کے مدعی ہیں کہ شیخ احمد احسائی علم سیمیا میں ماہر تھا اور اس نے یہ علوم محمد و آل محمد علیہم السلام سے سیکھے ہیں۔

بہر حال اس کے بعد مصابیح السالکین کے صفحہ ۱۵ پر یوں لکھا ہے۔

یاری ہر چہ بگویم سیمای محمدی بالاتر است زیرا کہ سیمای خدا است وصبغۃ اللہ است ومن احسن من اللہ صبغۃ پس اگر ایشان تسخیر شمعون میکنند دروغ می گویند بلکہ شیاطین را تسخیر میکنند مومن ملائکہ خدا را تسخیر می کنند اینست کہ می فرماید ملائکہ خادمان ما ہستند وخادمان شیعیان۔

یعنی میں یہ کہتا ہوں کہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ کا علم سیمیا ہندوستان کے ہندوؤں کے علم سیمیا سے بالاتر ہے کیونکہ یہ سیمائے خدا ہے اور صبغۃ اللہ ہے۔ اور اللہ کے رنگ سے اچھا رنگ اور کس کا ہو سکتا ہے پس اگر ہندوستان کے ہندو شمعون فرشتے کو تسخیر کرنے کا دعوے کرتے ہیں تو وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ بلکہ وہ شیاطین کو تسخیر کرتے ہیں۔ اور مومن ملائکہ کو تسخیر کرتا ہے۔ اسی چیز کے بارے میں حدیث میں فرمایا ہے کہ ملائکہ ہمارے بھی خادم ہیں۔ اور شیعوں کے بھی خادم ہیں۔

خوب! معلوم ہو گیا قارئین آپ کو کہ ہندوستان کے ہندو تو شیطان کو تسخیر کرتے ہیں اور رسالے شیخیہ کے گمان کے مطابق ملائکہ اسی عمل تسخیر کے ذریعہ آئمہ طاہرین اور شیعوں کے مسخر ہیں۔

معلوم نہیں شیخ کے علم سیمیا سے کوئی فرشتہ مسخر ہو گیا تھا یا کوئی شیطان۔

علم ریمیا:۔ واما ریمیا علمی است کہ در آن بحث می شود از کارہای عجیب وغریب کہ از انسان سر می زند شبیہ معجزہ مثل اینکہ روی ہوا راہ می رود واین بواسطہ ریاضات است و ہیچ ریاضتی بہتر از ریاضات شرعیہ نیست۔ بجای می رسد کہ بے تعب روی ہوا راہ رود روی آب رود۔

اور علم ریمیا وہ علم ہے کہ اس علم میں عجیب و غریب کاموں کے بارے میں بحث کی جاتی ہے کہ جو انسانوں سے مثل معجزہ کے صادر ہوتے ہیں مثلاً ہوا میں چلنا اور یہ علم ریاضت سے حاصل ہوتا ہے۔ اور کوئی ریاضت شرعی ریاضات سے بہتر نہیں ہے اس ریاضت کے کرنے سے انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ ہوا میں اڑنے لگتا ہے۔ اور پانی کے اوپر چلنے لگتا ہے۔

علم لیمیا:۔ لیمیات است وشعبدہ بازی کہ از دوا ہا و تردستی کارہا می کنند واین واقعیت ندارد و خطا ست ولکن خداوند بمومن عقاقیری چند عنایت می فرماید کہ ہر چہ می خواہد بکنند۔

یعنی علم لیمیا لیمیات ہے یعنی شعبدہ بازی کہ جو دواؤں سے یا ہاتھ کی چالاکی سے سرانجام پاتا ہے اور اس کی کوئی واقعیت نہیں ہے اور یہ خطا ہے لیکن خداوند مومن کو چند عقاقیر عطا کر دیتا ہے کہ ان کے ذریعہ مومن جو کچھ چاہتا ہے کر لیتا ہے...... شیخ نے معجزہ شق القمر اسی عنوان سے بیان کیا ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے کوئی معجزہ نہیں دکھلایا تھا اور چاند فی الحقیقت شق نہیں ہوا تھا بلکہ قرص قمر اپنے مقام پر رہا۔ اور لوگوں کو دفریب نظر کے ساتھ یا حقیقتاً) فضا میں چاند کی تصویر نظر آئی اور وہ دو ٹکڑے ہوتے دکھائی دی (اس کا مفصل بیان ہم نے اپنی دوسری کتاب میں کیا ہے

علم ہیمیا :۔ وہیمیا علمی است متعلق بحروف و دعاہا کہ بواسطہ آنہا کاری کنند و ازین باب است اسماء و اوراد و نقش خاتم و اسم اعظم ۔

یعنی علم ہیمیا وہ علم ہے جو حروف اور دعاؤں سے متعلق ہے کہ جن کے ذریعہ انسان جو کام چاہے کرے اور اس میں اسماء و اوراد و نقش خاتم اور اسم اعظم وغیرہ ہیں ۔

رؤسائے شیخیہ کہتے ہیں کہ شیخ ان علوم یعنی علم سیمیا و علم ریمیا و علم لیمیا و علم ہیمیا کا عالم تھا ۔ محمد کریم خان کرمانی نے اپنی کتاب ہدایت الطالبین کے صفحہ ۶۵ پر اور شیخ کے جانشین اول کاظم رشتی نے دلیل المتحیرین کے صفحہ ۱۹۰ پر واضح طور پر لکھا ہے کہ شیخ ان علوم کا عارف تھا ۔

آیئے اب یہ دیکھتے ہیں کہ خود شیخ احمد احسائی ان علوم کے بارے میں کیا کہتا ہے ؟ آیا ان علوم کی شیخ کی طرف نسبت صحیح ہے یا غلط ہے ؟ اور آیا محمد کریم خان کرمانی اور محمد خان کرمانی نے بھی محمد و آل محمد علیہم السلام کی طرف ان علوم کو منسوب کیا ہے ؟ یا شیخ نے بھی ان علوم کو محمد و آل محمد علیہم السلام کی طرف منسوب کیا ہے ؟

ہم ذیل میں قارئین کرام کے ملاحظے کے لئے شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت سے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں نتیجہ آپ خود نکال لیں ۔

شیخ فقرہ المکرمون المقربون کی شرح لکھتے ہوئے شرح زیارۃ کے صفحہ ۱۰۱ سطر ۱۵ تا سطر ۲۳ پر جو کچھ تحریر کرتا ہے اس کا عکس یہ ہے ۔

[illegible]

[illegible]

یعنی انسان کو مکرم بنایا ہے اسباب و مسببات علویہ و سفلیہ کی طرف چلانے سے یعنی خداوند عزوجل نے اپنے بندوں کو ان کی قابلیت کے مطابق اشیاء کے علم صنعت پر دلالت کی ہے ۔ یعنی وہ زراعت کرتے ہیں ، صنعت کرتے ہیں ، کھاتے ہیں پیتے ہیں ، خرید و فروخت کرتے ہیں اور ہر قسم کی صناعت پر عمل کرتے ہیں ۔ اور جو کچھ غائب ہے اور جو آئندہ ہونے والا ہے ۔ اس پر مطلع ہوتے ہیں ۔ علم جعفر کے ذریعہ سے علم نجوم کے ذریعہ سے علم رمل و زجر الطیر اور اضلاع کو بنیہ وغیرہ علوم کے ذریعہ سے اور ان علوم میں سے سب سے زیادہ عجیب علوم خمسہ مکنونہ یعنی پانچ پوشیدہ علوم کے ذریعہ سے کہ وہ پانچ پوشیدہ علوم علم کیمیا ہے ۔ علم لیمیا ہے ۔ علم ریمیا ہے ۔ علم ہیمیا ہے اور علم سیمیا ہے ۔ ان علوم کو حکماء نے پوشیدہ رکھنے میں حد کر دی ہے یہاں تک کہ انہوں نے ان علوم کے بیان کرنے میں اشارے اور رموز بعیدہ استعمال کئے ہیں ۔

پس علم کیمیا تو زراعت ہے ، سونے چاندی ، جواہر نفیسہ مثلاً الماس و یاقوت و لعل و زمرد و فیروزہ و موتی وغیرہ وغیرہ کی اور زیادہ بہتر اور صحیح الفاظ میں معدن سے متعلق ۔ اور

علم لیمیا ۔ علم طلسمات ہے اور اس سے متعلق وہ علم ہے جس میں عقاقیر کی طبائع پر عمل کیا جاتا ہے ۔ اور

علم ریمیا ۔ شعبدہ بازی کا علم ہے ۔ اور

علم ہیمیا ۔ تسخیرات کا علم ہے ۔ اور

علم سیمیا ۔ تخیلات کا علم ہے اور یہ علم تسخیرات و طلسمات و عقاقیر سے متعلق

ہے۔ پس اس علم کے ذریعے سے عجیب و غریب خارق العادۃ امور (یعنی معجزات) صادر ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض جائز ہیں اور بعض حرام اور یہ کل علوم جن سے ان کو واقف کیا جاتا ہے متقی بندوں کے صالح اور عاصیوں کی طبائع کے بیان کے لئے ہوتا ہے اور یہ سب اسباب کے مسببات کی طرف چلانے سے ہوتا ہے۔

اور یہ سب علوم خواہ مباح ہوں یا حرام ہوں یا واجب ہوں یا راجح و مرجوح انسان کے مکرم بنانے کے عنوان میں ہے۔ پس جائز تو اذاے مناتع کے لئے ہیں اور حرام اس لئے ہیں تاکہ وہ ان سے بچیں۔ جیسا کہ خداوند تعالے کا ارشاد ہے (بابل میں نازل ہونے والے دو فرشتوں ہاروت و ماروت کے متعلق کہ) وہ دونوں نہیں تعلیم دیتے تھے کسی کو بھی مگر وہ دونوں یہ کہتے تھے کہ ہم تمہارے لئے آزمائش ہیں پس تم کفر جیسی نجاست زدہ نہ ہو جانا اور یہ سب علوم محمد و آل محمد صلے اللہ علیہ و آلہ کے لئے ان کے تکریم کے آثار سے ہیں کیونکہ یہ سب ان کے ناموں کی صورتیں ہیں اور ان کے افعال کے اسماء ہیں۔ اور ان کی ذوات کے افعال ہیں اور ان میں سے ان کے لئے کوئی بات بھی حرام نہیں ہے۔ کیونکہ جو کچھ حرام ہے وہ اس کی محمد و آل محمد صلے اللہ علیہ و آلہ کی مخالفت کے سبب سے ہے۔ اور شرح زیارت جامعہ ص۱۰۱ سطر ۲ تا ۶ پر یوں لکھا ہے۔ جس کا عکس یہ ہے۔

[illegible]

اور ارواح مومنین کو مکرم بنایا اس علم سے کہ جو رزق طیب ہے کیونکہ یہ مقتضی ہے اللہ کے لئے ان کی اطاعت کا اور اللہ کے عصیان سے بچنے کا۔ پس بلاشبہ جو کوئی تقویٰ اختیار کرے گا تو اللہ اس کو وہ علم عطا فرمائے گا۔ جس کو

وہ نہیں جانتا جیسا کہ خداوند تعالے کا ارشاد ہے: اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اللہ تم کو علم عطا کرے گا: اور خداوند تعالے کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جب وہ (موسیٰ علیہ السلام) قوی اور توانا ہو گیا تو ہم نے اس کو حکمت و علم دیا۔ اور ہم نیکو کار لوگوں کو یونہی جزا دیتے ہیں۔

اور حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ علم نہ تو آسمان کے اندر سے کہ وہ تمہاری طرف نازل ہو گا۔ اور نہ ہی زمین کے اندر ہے کہ وہ تمہاری طرف صعود کرے گا۔ بلکہ علم تو فطری طور پر تمہارے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے تم روحانیین کے اخلاق خود میں پیدا کرو تو پس علم تمہارے لئے ظاہر ہو جائے گا۔ اور ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ تم روحانیین کے آداب کے ساتھ خود کو مودب بناؤ تو علم خود بخود تم کو حاصل ہو جائے گا۔ اور چونکہ کافر مردہ ہوتا ہے تو اس کے پاس عمل کا نور نہیں ہوتا۔ تو اس کو علم سے مکرم نہیں بنایا۔ اور محمد و آل محمد صلے اللہ علیہ و آلہ کے لئے اس تکریم کو قرار دیا ہے کہ ان کو اس حقیقت کے لحاظ سے جس کے وہ اہل تھے اپنے غیب کے خزانے اور اپنے علم کے معدن بنایا ہے:

اس کے بعد اسی صفحہ سطر ۷ تا سطر ۱۱ پر یوں لکھا ہے عکس ملاحظہ ہو۔

[illegible]

یعنی اسلام کے ساتھ اس طرح مکرم بنایا کہ ان کو فرائض و واجبات کا مکلف بنایا۔ اور فرائض ہر زمانے کے لحاظ سے مختلف رہے ہیں۔ اگرچہ وہ احکام و فرائض اللہ کے نزدیک ایک ہی حقیقت واحدہ تھے۔ کہ وہ اسلام ہے۔ اور ان کا اختلاف صرف موضوعات کے اعتبار سے تھا۔ جیسے کہ امن کے زمانے میں وضو کا کرنا واجب ہے اور تقیہ کی حالت میں پاؤں کا دھونا واجب ہے۔

اور فرائض کی ہر صورت جس پر مکلف حسب الامر عمل کرتا ہے اس سے اللہ تعالےٰ کی رضا کو پا لیتا ہے۔ لیکن حکیم کی طرف سے مکلف پر فرائض اس کی قابلیت کے اعتبار سے اور فرائض کے واجب ہونے کے وقت اور زمانے کے لحاظ سے عائد کئے جاتے ہیں پس جب محل اور قابلیت کا اقتضا اعلیٰ ہو گا تو وصف تکلیف بھی اشرف ہو گا۔ اور اس پر عمل بھی افضل ہو گا۔ پھر چونکہ یہ امت مرحومہ محل کے لحاظ سے اور قابلیت کے لحاظ سے اور وقت کے لحاظ سے تمام امتوں سے افضل ہے۔ لہذا حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ ان کا دین اسلام ہو کہ جو سب دینوں سے افضل ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ "ان الدین عند اللہ الاسلام"

قارئین محترم شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت میں بیان کردہ ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ محمد و آل محمد علیہم السلام کی طرف علم لیمیا و علم ریمیا و علم سیمیا و علم ہیمیا کی نسبت دیتے ہیں۔ اور مکلف کی قابلیت اور محل اور وقت اور زمانے کے لحاظ سے حکیم یعنی محمد و آل محمد کی طرف سے فرائض عائد کرنے میں محمد خان کرمانی منفرد نہیں ہے۔ بلکہ فی الواقع محمد کریم خان کرمانی کا یہ دعوٰے صحیح معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جو کچھ سیکھا ہے وہ کاظم رشتی سے مشافہۃً سیکھا ہے۔ اور سید کاظم رشتی نے جو کچھ بیان کیا ہے اور شیخ احمد احسائی نے جو کچھ لکھا ہے وہ محمد و آل محمد سے مشافہۃً سیکھ کر لکھا ہے۔ اب اگر مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی اور مرزا حسن الاسکوئی الحائری الاحقاقی یہ کہتے ہیں کہ یہ مغرب کے فلاسفروں کے نظریات اور مستشرقین یورپ کے افکار ہیں۔ اور سر جان میلکم انگلیسی نے محمد و آل محمد علیہم السلام کی طرف علم لیمیا و علم ہیمیا و علم ریمیا و علم سیمیا اخذ کرنے کی نسبت دی ہے۔ اور محمد خان کرمانی نے اس کا تتبع کیا ہے۔ تو اس نسبت کے دینے میں یا اتباع کرنے میں محمد خان کرمانی نے نہیں بلکہ شیخ احمد احسائی نے پہل کی ہے۔ اور شیخ کے اکثر بیانات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک محمد و آل محمد علیہم السلام نے جو کچھ کیا وہ علم لیمیا و علم ہیمیا و علم ریمیا و علم سیمیا

کی بدولت ہی کیا تھا۔ چنانچہ شیخ نے پیغمبر اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ کے معجزہ شق القمر کو جس طرح سے بیان کیا ہے وہ علم ریمیا یعنی شعبدہ بازی سے بیان کیا ہے۔ وہ علم ریمیا یعنی شعبدہ بازی کا نتیجہ تو ہو سکتا ہے لیکن اس طریقہ سے اظہار کرنا معجزہ نہیں کہلا سکتا۔

قارئین محترم اگر آپ شرح زیارت کی عبارات میں اچھی طرح غور کریں۔ تو آپ کو معلوم ہو گا کہ شیخیہ رکنیہ کی باتیں شیخ احمد احسائی کے بیانات کے زیادہ مطابق ہیں۔ ذرا شیخ کا وہ بیان ملاحظہ ہو جو اس نے شرح زیارت میں ص ۳۲۶ سطر ۱۲ تا ۱۵ یہ تحریر کیا ہے۔ جس میں اس نے جبرئیل کو محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ کا ایسا خیال بتلایا ہے جیسے کہ تم کوئی بات بھول جاؤ پھر اس کو یاد کرو اور یوں کہو کہ میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی یا مجھے یہ خیال آیا۔

فجبرئیل هو هو الوارد اخذ من عقله وقلبه واتی به الی بالوحی۔

پس محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ کے دل میں آنے والا خیال ہی وہ جبرئیل ہے۔ جو انہوں نے اپنی عقل اور دل سے اخذ کیا ہے اور ان کے پاس آیا ہے۔ یعنی وحی کے ساتھ۔ شرح زیارت ص ۳۲۶ سطر ۱۲ تا ۱۵ کا عکس یہ ہے۔

[illegible]

قارئین محترم شیخ کا وحی اور جبرئیل کے بارے میں یوں کہنا سر جان میلکم انگلیسی کے علم سیمیا (یعنی تخیل) کا کرشمہ تو ہو سکتا ہے لیکن وہ حقیقی جبرئیل اور وحی منزل من اللہ نہیں ہو سکتا۔

کیا فیصلہ ہے قارئین محترم اس بارے میں آپ کا؟

اور کوئی تعجب نہیں ہے کہ شیخ کا وہ تمام بیان جو اس نے آئمہ طاہرین علیہم السلام کو خواب میں دیکھنے کے بارے میں لکھا ہے، محض تخیل ہی تخیل ہو اور چونکہ خود اپنے تخیل کو ہی وحی والہام سمجھتا رہا ہو۔ لہٰذا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کے لئے بھی اس نے اپنے ہی تخیلات پر قیاس کر لیا کہ ان کی وحی اور جبرئیل بھی اسی کی طرح ہی علم سیمیا ہی کی مرہون منت ہوگی، اور شیخ کے تخیلات کی طرح تخیلات کا ہی نتیجہ ہوگی۔

بہرحال مرزا ابوالقاسم خاں رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمانی کی کتاب فہرست کتب مشائخ عظام سے تو بعض کے حاکم سے تعلق کا علم حاصل کرنے کا پتہ چلا تھا لیکن مرزا علی اسکوئی الحائری الاحقاقی اور مرزا حسن الاسکوئی الحائری الاحقاقی کویت کے بیان سے یہ ثابت ہوا کہ سر جان میلکم انگلیسی کے اذکار کا کسی نہ کسی طرح سے شیخ احمد احسائی نے بھی اثر لیا ہے، خواہ وہ اس کا استاد ہو یا نہ ہو۔ لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ سر جان میلکم انگلیسی اور شیخ احمد احسائی ایران میں ایک ہی ساتھ داخل ہوئے ہیں تو اس اسرار کے سمجھنے میں کچھ نہ کچھ مدد ضرور ملتی ہے۔ سر جان میلکم انگلیسی کے ایران میں وارد ہونے کا بیان تاریخی حوالے سے بیان میں کیا جائے گا۔ اور شیخ احمد احسائی کے ایران میں وارد ہونے کا بیان شیخ کے سفروں کے ماتحت بیان ہوگا۔

بہرحال خود شیخ کے بیان سے قارئین کرام کو کم از کم یہ تو معلوم ہوگیا کہ علم سیمیا یعنی تخیلات و تسخیرات اور طلسمات وغیرہ سے متعلق علم ہے۔

اور جب تخیلات کی بات ہو تو پھر انسان آزاد ہے کہ وہ جو چاہے خیال کرے اور پھر اس خیال کو خواب کہہ دے اور پھر اس خواب کو وحی الہام کا نام دے دے۔

اب غور کیجئے اس بات پر کہ کاظم رشتی نے دلیل المتحیرین صفحہ اور محمد کریم خان کرمانی نے ہدایت الطالبین کے صفحہ پر صاف طور پہ لکھا ہے کہ شیخ علم موسیقی و علم عروض و علم لیمیا و علم ہیمیا و علم ریمیا و علم سیمیا میں ماہر تھا۔ اور شیخ احمد احسائی نے اپنی خود نوشت سوانح حیات میں اور رشتی علیہ اللعنۃ نے اپنی شرح احوال شیخ احمد احسائی

ہیں اور محمد کریم خان کرمانی نے اپنی کتاب ہدایت الطالبین میں صاف طور پہ لکھا ہے کہ شیخ نے اپنے تمام علوم و فنون محمد و آل محمد علیہم السلام سے حاصل کئے تھے جن کا تفصیلی بیان اوراق سابق میں پیش کیا جا چکا ہے۔ اور محمد و آل محمد علیہم السلام سے یہ علوم و فنون حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیخ یہ کہنا چاہتا ہے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام بھی علم موسیقی و علم لیمیا و علم ہیمیا و علم ریمیا و علم سیمیا میں ماہر تھے۔ جو تخیلات و تسخیرات و طلسمات اور شعبدہ بازی کا علم ہے۔

قارئین محترم! خود شیخ احمد احسائی کو علم موسیقی و علم لیمیا و علم ہیمیا و علم ریمیا و علم سیمیا یعنی تخیلات و تسخیرات و طلسمات و شعبدہ بازی وغیرہ کا علم تھا یا نہیں ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں ہے۔ لیکن قرآن کریم کے مطالعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کفار پیغمبر اکرم کو شاعر کہتے تھے شاعر ہونا عرف عام میں کوئی بری بات نہیں ہے۔ شعراء کو معاشرہ میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لہٰذا اگر پیغمبر کو بھی شعر کہنا آتا ہو تو یہ عیب نہیں ہونا چاہئے تھا۔ لیکن خداوند تعالےٰ نے اس بات کی نفی کی ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبر کو شعر نہیں سکھائے ہیں۔

وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہٗ۔

یعنی ہم نے پیغمبر کو شعر نہیں سکھائے ہیں اور نہ ہی شعر کہنا پیغمبر کی شان کے شایان ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بعض علوم و فنون پیغمبر کی شان کے لائق نہیں ہوتے کفار پیغمبر اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ کو جادوگر کہا کرتے تھے، ساحر کہا کرتے تھے جادو، سحر یعنی طلسمات و شعبدہ بازی بھی علوم و فنون کی اقسام ہیں۔ لیکن خدا نے اپنے پیغمبر سے ان علوم کی نفی کی ہے۔ یہ علوم پیغمبر کی شان کے لائق نہیں تھے۔ لیکن شیخ احمد احسائی نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیغمبر اکرم اور آئمہ اطہار علیہم السلام کی طرف ان علوم کو منسوب کرکے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ پیغمبر اکرم کی وحی بھی ایسے تخیلات کے مانند ہی ہوتی تھی۔ اور پیغمبر اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ کے معجزات علم ریمیا کا ظہور یعنی شعبدہ بازی کا کرشمہ تھے۔ اور پیغمبر اکرم صلے اللہ

علیہ وآلہ اور آئمہ اطہار علیہم السلام کے قدرت واختیار واعجاز کا ظہور علم سیمیا یعنی طلسمات وتسخیرات کی وجہ سے تھا۔ یعنی جس بات کو کفار توہین وتذلیل وطعن وطنز وتشنیع کے طور پر پیغمبر اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ کے حق کہتے تھے اسی بات کو شیخ نے فضیلت کا نام دے کر پیغمبر اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ اطہار علیہم السلام کے حق بیان کیا ہے۔ اور اگر قارئین غور کریں گے تو ان کو معلوم ہوگا کہ شیخ نے اپنے بیان کردہ اکثر فضائل کے اندر اسی فن کا مظاہرہ کیا ہے۔

اب قارئین کرام کو اختیار ہے کہ وہ یہ فیصلہ کریں کہ وہ باتیں جو کفار بطور توہین وتذلیل وطعن وتشنیع کے کیا کرتے تھے کیا وہی باتیں شیخ کی زبان وقلم سے نکلنے کی صورت میں فضائل کا گلدستہ بن گئی ہیں؟

بہر حال اب اس مقام پر پہنچ کر ہم شیخ احمد احسائی کی سوانح حیات سے اس کے آخری خواب کا بیان اور آئمہ اطہار علیہم السلام کے دیئے ہوئے اجازوں کا حال بیان کرکے شیخ کے سفروں کی طرف متوجہ ہوں گے۔ جو شیخ کے فرزند شیخ عبداللہ نے اپنی کتاب شرح احوال شیخ احمد احسائی میں بیان کئے ہیں۔

شیخ احمد احسائی کا آخری خواب

اور

آئمہ طاہرین علیہم السلام کا شیخ کو اجازے دینا۔

اگرچہ یہ خواب شیخ کا آخری خواب نہیں ہے کیونکہ خواب جو شیخ نے اپنی اس خودنوشت سوانح حیات کے بعد دیکھے ہیں۔ وہ اس میں درج نہیں ہیں۔ ان کا بیان شیخ کے فرزند نے اپنی کتاب شرح احوال شیخ احمد احسائی میں اور کاظم رشتی نے اپنی کتاب دلیل المتحیرین میں اور محمد کریم خان کرمانی نے اپنی کتاب ہدایت الطالبین میں کیا ہے۔ جن کا بیان کسی مناسب مقام پہ ہوگا۔

لیکن ہم نے اس خواب کو شیخ کا آخری خواب اس لئے کہا ہے کیونکہ یہ خواب اس کتاب میں درج شدہ سب سے آخری خواب ہے۔ اور یہ خواب بڑا ہی چھوٹا کا خواب ہے۔ یہ خواب شیخ نے اس لئے دیکھا تھا کہ وہ اپنے خواب کی بنا پر جس کسی سے بھی بات کرتا تھا وہ اس کی بات کو قبول نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ شیخ محمد بن عصفور البحرانی سے جب بحث ہوئی اور اس نے شیخ کی باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو شیخ نے اس بات کی شکایت کرنے کے لئے کہ آپ جو کچھ مجھے خواب

میں تعلیم دے کر جاتے ہیں اس کو کوئی ناتمامی نہیں۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ شیخ کے اپنے الفاظ میں "فشکوت الیه حال اهل سن" یعنی میں نے آنحضرت سے لوگوں کی حالت کا شکوہ کیا تو امام علی نقی علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ان لوگوں کو تم اسی حال میں رہنے دو اور تم جس حال میں ہو اسی میں مشغول رہو۔

اس کے بعد شیخ کہتا ہے کہ یہ جواب دینے کے بعد امام علیہ السلام نے کچھ کاغذ نکال کر میری طرف بڑھائے جو آٹھ تھے (یعنی سولہ صفحات) اور کہا کہ یہ بارہ اجازے ہیں۔ میں نے ان کاغذوں کو پکڑ لیا اور ان کو کھول کر دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ہر صفحہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ شروع کیا گیا ہے اور بسم اللہ کے بعد بارہ کے بارہ آئمہ علیہم السلام میں سے ہر ایک امام کا میرے لئے اجازہ لکھا ہوا تھا۔ اور اس میں وہ سب کچھ لکھا ہوا تھا جس کا آئمہ علیہم السلام نے مجھے حکم دیا تھا۔ شیخ کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

"وکان مما امرونی به"

ان اجازوں میں وہ امر تھا جو آئمہ طاہرین علیہم السلام نے مجھے دیا تھا۔ اور جس جس بات کا مجھ سے وعدہ کیا تھا اور جو جو کچھ صفتیں اور تعریفیں اور میری خوبیاں ان اجازوں میں انہوں نے بیان کی تھیں۔ اور انہوں نے میری جو خوبیاں اوصاف، تعریفیں اور مراتب بیان کئے تھے وہ اتنے عظیم تھے جن کو کوئی بھی شخص جو بھی ان کو سنے ان کو انتہائی بزرگ تعریفات اور عظیم صفات سمجھتے ہوئے صحیح اور درست تسلیم نہیں کر سکتا۔ اور ان کو صحیح نہیں مان سکتا۔ اور ان کی تصدیق نہیں کر سکتا۔ شیخ کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

"ما لا یصدق به کل من سمع استعظاما له"

اس کے بعد کہتا ہے کہ حق بات یہ ہے کہ میں ان صفات کا اہل بھی نہیں ہوں شیخ کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

"وانی لست اهلا له"

اور چونکہ خود کو ان مراتب و صفات کا اہل نہیں سمجھتا تھا لہٰذا ان صفات و مراتب

سے نوازنے کا سبب پوچھنے کے لئے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ کو خواب میں دیکھا اور ان سے کہا کہ مجھ میں تو یہ صفات نہیں پس میری یہ صفات بیان کرنے والا کون ہے۔ پس نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ تمہاری یہ صفات ہم نے بیان کی ہیں۔

شیخ کہتا ہے کہ میں نے عرض کی کہ اے میرے آقا آپ مجھے اچھی طرح جانتے ہیں اور میں خود بھی اپنے نفس سے اچھی طرح واقف ہوں کہ میں ان خصوصیات و صفات کا اہل نہیں ہوں۔ پس آپ نے میری یہ صفات کس وجہ سے اور کس سبب سے بیان کی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بغیر کسی سبب کے ہی۔ شیخ کہتا ہے کہ میں نے پھر کہا بغیر کسی سبب کے آپ نے میری یہ صفات بیان فرما دی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے شیخ کہتا ہے کہ میں نے عرض کی کہ کیا آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ میری یہ صفات مجھ سے بیان کریں۔ تو حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ ہاں۔

قارئین محترم! یہ کسی دوسرے شخص کا بیان نہیں ہے۔ شیخ کے مریدوں کی بنائی ہوئی بات بھی نہیں ہے۔ اور حاسدوں، جاہلوں اور شیخ کے مخالفوں کی بنائی ہوئی تہمت بھی نہیں ہے۔ بلکہ خود شیخ احمد احسائی کا خود اپنا بیان ہے۔ اپنی خود نوشت سوانح حیات میں۔ لہٰذا دیکھا آپ یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ کو یہ حکم دینے والا کون تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ شیخ کی یہ صفات بیان کریں؟

کیا آپ یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ شیخ کی مراد یہ نہیں ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ کو خدا نے یہ حکم دیا تھا؟

کیا آپ یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ۸ اوراق میں سولہ صفحات نہیں ہوتے؟

کیا آپ یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ بارہ اماموں کے بارہ اجازے تو بارہ صفحات میں آ گئے تھے۔ لہٰذا شیخ کہنا یہ چاہتا ہے کہ باقی چار صفحات میں وہ احکام تھے جو شیخ کو خدا نے آئمہ علیہم السلام کے ذریعہ دیئے تھے۔

"وکان مما امرونی به"

کیا آپ یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ شیخ رکنیہ کرمانی نے یہ غلط نہیں لکھا کہ ...

"دور غیبت کہ برحسب اوامر و اجازات ائمہ اطہار صلوات اللہ علیہم بودہ است کہ خود را ماموری دانست"

کیا آپ فہرست کتب شیخ اعظم ص ۱۶۱ از مرزا ابوالقاسم خان یعنی لعید نہیں ہے کہ فی ہی اوامر اور اجازات ائمہ اطہار صلوات اللہ علیہم ہی کی وجہ سے شیخ احمد احسائی خود کو مامور من اللہ سمجھتا تھا؟

کیا آپ یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ فتح علی شاہ قاچار نے جو شیخ احمد احسائی کو مامور من عند اللہ کہا تو اس کا شاہ کو کس سے پتہ چلا (رسالہ حیاتیہ ص ۱۶)؟

کیا آپ یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آیا شیخیہ رکنیہ کرمان کا شیخ کو مامور من اللہ ماننا شیخ کے دعوے کے مطابق ہے۔ یا شیخیہ اسکویہ احقاقیہ کویت (متولی درس آل محمد فیض آباد پاکستان) کا شیخ کو صرف شیعہ عالم ظاہر کرنا صحیح ہے؟

کیا آپ یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ شیخیہ رکنیہ کرمان شیخ کو مامور من اللہ ماننے میں سچے ہیں۔ اور شیخیہ اسکویہ احقاقیہ کویت لاہوری مرزائیوں کی طرح شیخ کے صریح عبارات اور واضح دعووں کو چھپا رہے ہیں۔ اور شیعیان پاکستان کو بالخصوص اور کل اسلامیان پاکستان بلکہ کل اسلامیان عالم کو بالعموم صریح دھوکہ دے رہے ہیں۔ اور سراسر جھوٹ بول کر اور شیخ کے دعووں کو چھپا کر شیخی افکار و نظریات و عقائد کو ملبسانہ انداز میں بے خبر اور سادہ لوح شیعہ عوام میں پھیلا رہے ہیں اور ظاہر یہ کر رہے ہیں کہ اصل شیعیت یہی ہے؟

شیخ نے مسئلہ الفعل ع کے سوال اور اپنے مامور من اللہ ہونے کو جس طرح بیان کیا ہے اس کو الحاج محمد کریم خان کرمانی رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان نے ذرا تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب ہدایت الطالبین کے ص ۱۱۵ سطر ۵ تا ص ۱۳ پر یوں بیان کیا ہے۔

فصل۔ در محنت ابتلای شیخ جلیل و مولای نبیل بواسطۂ این خلق منکوس منافقین منحوس بدانکہ اول محنت ہای ایشان کہ حقیقتاً اعظم از ہمہ محنت ہا بود ہمانا معاشرت با این خلق بود چرا کہ محبوب ترین امور عالم در نزد ایشان خلوت و انزوا و تفکر کردن در ملکوت آسمان و زمین و

آثار قدرت خداوند بود و ایشان تا توانستند درمیان خلق نیامدند و از دنیا و مال و جاہ دنیا اجتناب فرمودند و قریب بہ پنجاہ سال در گوشۂ انزوا نشستند و بسیاری از عمر خود را در بیابانہا و کوہ ہا و گوشہ ہا گذرانیدند)

محمد کریم خان کرمانی رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان اپنی کتاب ہدایت الطالبین کے ص ۱۱۵ سطر ۵ تا ۱۳ میں شیخ احمد احسائی کے مصائب کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سب سے بڑی مصیبت جو حقیقتاً سب مصیبتوں سے بڑی مصیبت تھی وہ یہ تھی کہ انہیں اس خلق منکوس اور منافقین منحوس کے ساتھ معاشرت اختیار کرنی پڑی کیونکہ شیخ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ترین چیز خلوت و تنہائی اور ملکوت آسمان و زمین اور خداوند تعالٰے کی قدرت کے آثار میں تفکر کرنا تھا۔

اور اس سے جہاں تک ممکن ہوا وہ خلق کے درمیان نہیں آتے اور مال و جاہ دنیا سے پرہیز کرتے رہے اور تقریباً پچاس سال تک گوشۂ تنہائی میں بیٹھے رہے۔ اور اپنی عمر کے ایک بہت بڑے حصے کو بیابانوں پہاڑوں اور مختلف گوشوں میں گزارا۔

اس کے بعد ص ۱۱۶ سطر ۲۱ تا ۱۹ و ص ۱۱۷ سطر ۱ تا ۱۹ و ص ۱۱۸ سطر ۱ تا ۱۰ پر یوں لکھتے ہیں کہ:۔

"تا آنکہ شبی حضرت پیغمبر صلوات اللہ علیہ و آلہ بخواب دیدند کہ فرمودند باید بیروی و علم خود را کہ ما بتو انعام کردہ ایم درمیان خلق آشکار کنی زیرا کہ مذہب باطلہ در عالم شیوع گرفتہ است و باید بیروی و آن باطل ہا را براندازی چون بیدار شدند بسیار از این خواب غمگین شدند کہ باید صبر بر مکابدۂ انزال و معاشرت اراذل کنند با خود خیال کردند کہ متوسل میشوم بحضرت امیر المومنین علیہ السلام کہ حلال مشکلات است کہ این خدمت را از عہدہ من بردارند و مرا بریاضت و مجاہدہ خود باز گذارند پس متوسل شدند حضرت امیر را در خواب

دیدند کہ فرمودند کہ آنچہ برادرم پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ فرمودہ اند از آن گریزی نیست
باید بروی و علم ما را بمردم برسانی و اصلاح امور فاسدہ را نمائی بیدار شدند
غمگین وحیران با خود خیال کردند کہ صاحب سماحت و علم وجود حضرت امام حسن است
علیہ السلام متوسل بآں بزرگوار میشوم و از آں درخواست می کنم کہ ایشاں شفاعت کنند
و ایں خدمت را از عہدہ من بردارند متوسل شدند و خوابیدند حضرت امام حسن را
علیہ السلام درخواب دیدند کہ فرمودند کہ آنچہ جد و پدرم علیہما السلام فرمودہ اند از
آں چارہ نیست و باید بروی و امر را انجام رسانی باز غمگین و سرگرداں از خواب بیدار
شدند با خود گفتند کہ شفیع جمیع خلائق حضرت امام حسین علیہ السلام است و جمیع
امور بواسطہ ایشاں بانجام میرسد متوسل بایشاں میشوم شاید ایشاں چارہ از برای من
کنند متوسل بایشاں شدند درخواب بخدمت حضرت امام حسین علیہ السلام رسیدند
فرمودند کہ آنچہ جد و پدر و برادر بزرگوارانم فرمودہ اند تخلف ندارد و چارہ از آں
نیست باید بروی و امر را بانجام رسانی و دین را اصلاح کنی۔ باز پریشان و حیراں از
خواب بیدار شدند و دیگر فہمیدم کہ بجز یک یک ائمہ علیہم السلام ایں
طور نتیجہ شدند و ایں جواب را شنیدند تا آنکہ بعد از آں صاحب عصر عجل اللہ
فرجہ متوسل شدند خلاصہ باز ایشاں را در خواب دیدند و ایشاں ہم فرمودند
کہ آنچہ اجداد طاہرین فرمودہ اند ہماں است و گریزی از آں نیست باید
بروی و امر را بانجام رسانی و تحریف غالین و دعوی مبطلین و کلمات جاہلین را
برطرف کنی۔ خلاصہ اجازہ یا دعا فرمودہ اند بہر جہت ائمہ علیہم السلام کہ امر تو
منفی است و حکم تو نافذ بود و امر را بمردم برساں ایں بود کہ از گوشہ
محنت و معاشرت خلق را برخود گذاردند و صد ایں منافقین را بخود ہموار
کردند و درمیان خلق علم و امر خود را آشکار کردند۔

ترجمہ:

یہاں تک کہ ایک رات پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ کو خواب میں دیکھا۔

آنحضرت نے فرمایا کہ اب تم گوشہ تنہائی سے نکل کر خلق کے درمیان جاؤ اور اپنے اس علم
کو جو ہم نے تم کو انعام کیا ہے خلق کے درمیان آشکار کرو۔ کیونکہ عالم میں مذاہب باطلہ
شائع ہو گئے ہیں لہذا تم اب یہاں سے جاؤ اور ان مذاہب باطلہ کو جڑ سے اکھاڑ کر
پھینک دو۔ جب آپ بیدار ہوئے تو اس خواب سے بہت محزون و مغموم ہوئے کہ
اب رذیل لوگوں کے ساتھ مجبوراً معاشرت کرنی پڑے گی۔ اپنے دل میں خیال کیا کہ
میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے متوسل ہو کر درخواست کروں۔ کیونکہ وہ حلال
مشکلات ہیں۔ وہ میری اس مشکل کو ضرور حل کریں گے۔ اور اس خدمت سے مجھے معاف
فرمائیں گے۔ اور مجھے گوشہ تنہائی میں ریاضت کرنے میں ہی مشغول رہنے دیں گے۔ پس
یہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے متوسل ہوا۔ اور ان کو اپنے خواب میں دیکھا
انہوں نے فرمایا کہ جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ نے حکم دیا ہے اس سے گریز ممکن نہیں ہے
تمہیں خلق کے درمیان جانا ہی پڑے گا۔ لہذا خلق کے پاس جاؤ اور ہمارا علم لوگوں
کو پہنچاؤ۔ اور ان امور فاسدہ کی اصلاح کرو۔ یہ خواب دیکھ کر آپ بیدار
ہو گئے۔ غمگین وحیران اپنے دل میں خیال کیا کہ حضرت امام حسن علیہ السلام صاحب
علم وجود ہیں۔ میں ان سے متوسل ہو کر ان سے درخواست کروں کہ وہ میری شفاعت
فرماویں۔ اور اس خدمت کی ذمہ داری سے مجھے سبکدوش کرا دیں لہذا حضرت امام حسن
علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میرے جد بزرگوار اور والد
بزرگوار علیہما السلام نے حکم دیا ہے اس سے کوئی چارہ نہیں ہے۔ تمہیں خلق کے
پاس جانا ہی پڑے گا۔ اور امر کو سرانجام دینا ہی پڑے گا۔ پھر غمگین اور پریشان وحیران
خواب سے بیدار ہوئے اور دل میں کہا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کل خلائق کے
شفیع ہیں اور عالم کے تمام امور ان کے واسطے سے سرانجام پاتے ہیں۔ لہذا میں ان سے
متوسل ہوتا ہوں۔ شاید وہ اس کا کوئی علاج کریں۔ پس امام حسین علیہ السلام کو خواب
میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ میرے جد بزرگوار محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ اور میرے
پدر و برادر بزرگوار علیہم السلام نے حکم دیا ہے اس میں تخلف نہیں ہو سکتا اور

اس امر کو انجام دینے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ تمہیں ہر صورت میں خلق کے پاس جانا ہی پڑے گا۔ اور امر کو سرانجام دینا ہی پڑے گا۔ اور اس دین کی اصلاح کرنی ہو گی۔ پھر پریشان و حیران خواب سے بیدار ہوتے (اس سے محمد کریم خان کرمانی کہتے ہیں کہ) مجھے معلوم نہیں کہ پھر شیخ بہ ترتیب باری باری سب آئمہ سے متوسل ہوتے اور سب سے یہی جواب سنا۔

یا امام حسین علیہ السلام کے بعد ہی صاحب عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کے ساتھ توسل اختیار کیا۔ بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ پھر حضرت صاحب العصر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ جو کچھ میرے اجداد طاہرین نے حکم دیا ہے وہ کرنا ہو گا۔ اور اس سے گریز ممکن نہیں ہے لہٰذا تمہیں خلق کے درمیان جانا پڑے گا۔ اور امر کو انجام دینا ہو گا۔ اور غالین کی تحریف، مبطلین کے دعووں اور جاہلین کے کلمات کو برطرف کرنا ہو گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ شیخ کو اپنے اجازے مرحمت کئے اور تمام آئمہ علیہم السلام کی مہر لگا کر حکم دیا کہ جاؤ آج سے تمہارا امر جاری ہے اور تمہارا حکم نافذ ہے۔ جاؤ اور امر کو لوگوں تک پہنچاؤ (یعنی آج سے تم اولی الامر ہو) یہ وجہ تھی کہ آں بزرگوار نے خلق کے ساتھ معاشرت زحمت و مصیبت کو گوارا کیا۔ اور ان منافقین کا صدمہ جھیلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور خلق کے درمیان اپنے علم اور امر کو آشکار کیا۔

قارئین محترم! ذرا یہاں سے اس کتاب کے اوراق الٹ کر شیخ کی خود نوشت سوانح حیات کا یہ جملہ پھر غور سے پڑھئے۔

"واذا کل صفحۃ مصدرۃ ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم و
بعد البسملۃ اجازۃ واحد منھم علیھم السلام
وکان ما امرونی بہ وعدونی بہ و وصفونی علیھم
السلام بہ"

کہ ہر صفحہ کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کیا گیا تھا۔ اور بسم اللہ کے بعد بارہ کے بارہ

آئمہ علیہم السلام میں سے ہر ایک امام علیہ السلام کا میرے نام اجازہ لکھا ہوا تھا اور اس میں وہ سب کچھ لکھا ہوا تھا جس کا آئمہ علیہم السلام نے مجھے حکم دیا تھا (امرونی بہ) جس کا مجھے امر کیا تھا اور جس جس بات کا مجھ سے وعدہ کیا تھا اور جو جو کچھ صفتیں اور تعریفیں اور خوبیاں ان اجازوں میں انہوں نے میری بیان کی تھیں۔

قارئین محترم اب اس جملہ سے پہلے کے دو تین ورق اور الٹ کر دیکھئے شیخ لکھتا ہے کہ:۔

"وکل مرۃ رایت منھم یجیبنی فی کل ما طلبت
الا مسالۃ الانقطاع فان جوابھم فیہ
کجواب النبی صلی اللہ علیہ و آلہ"

اور کل کے کل آئمہ طاہرین میں سے جن کو بھی میں نے خواب میں دیکھا اور ان سے جو کچھ بھی پوچھا انہوں نے مجھ کو جواب دیا۔ لیکن مسالۂ انقطاع کے بارے میں یعنی خلق کے درمیان نہ جانے کے بارے میں ان سب کا جواب نبی صلی اللہ علیہ و آلہ کے جواب کے مانند ایک ہی تھا۔

قارئین محترم! کیا اب بھی آپ کو اس حقیقت کے سمجھنے میں اور یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری رہ گئی ہے؟ کہ محمد کریم خان کرمانی رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان نے جو کچھ لکھا ہے وہ یہی ہے کہ جو شیخ احمد احسائی کا دعویٰ ہے کہ وہ مامور من اللہ ہے اور اصلاح دین کے لئے برانگیختہ کیا گیا ہے؟

اور کیا اب بھی آپ کو اس بات میں کچھ شک رہ گیا ہے کہ رؤسائے شیخیہ احقاقیہ خواہ مرزا موسیٰ الاسکوئی الحائری ہوں یا مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی ہوں یا مرزا حسن الاسکوئی الحائری الاحقاقی ہوں۔ لاہوری مرزائیوں کی طرح ہیں۔ جو مرزا غلام احمد کے بارے میں مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ اس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا حالانکہ اس کی کتابیں پکار پکار کر اس کے اس دعوے کا اظہار کر رہی ہیں۔ لیکن ربوہ کے قادیانی برملا طور پر اس کے اس دعوے کو

تسلیم کرتے ہیں۔ اسی طرح مرزا حسن الاسکوئی الحائری الاحقاقی ساکن کویت متولی درس آل محمد نعیم آباد اور ان کے آباؤ اجداد شیخ احمد احسائی کے بارے میں شیعوں کو علی الخصوص اور باقی تمام مسلمانوں کو علی العموم دھوکہ دے رہے ہیں۔ کہ شیخ نے کوئی کسی قسم کا دعوٰی نہیں کیا۔ نہ دعوائے کشف کیا۔ نہ دعوائے الہام کیا۔ نہ دعوائے وحی کیا۔ نہ دعوائے علم غیب کیا۔ نہ دعوائے علم سر قدر کیا۔ نہ دعوائے قدرتِ ظاہرہ کیا۔ نہ دعوائے عصمت کیا۔ نہ اصلاح دین کا دعوٰی کیا اور نہ ہی مامور من اللہ ہونے کا دعوٰی کیا وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ شیخ کی کتابیں پکار پکار کر شیخ کے ان دعووں کا اسی طرح اظہار کر رہی ہیں جس طرح مرزا غلام احمد کی کتابیں اس کے دعوائے نبوت کا اظہار کر رہی ہیں۔ اور شیخیہ رکنیہ کریم خانیہ کرمانیہ مرحلہ طهرہ پر شیخ کے تمام دعووں کو اسی طرح تسلیم کر رہے ہیں جس طرح ربوہ کے قادیانی مرزا غلام احمد کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں۔

اور جس طرح لاہوری مرزائی مرزا غلام احمد کو ایک مسلمان عالم ظاہر کر کے اس کے افکار و نظریات و عقائد باطلہ کی تشہیر میں مصروف ہیں۔ اسی طرح شیخیہ احقاقیہ کویت شیخ احمد احسائی کو ایک شیعہ عالم ظاہر کر کے اس کے افکار و نظریات و عقائد باطلہ کی تشہیر میں مصروف ہیں۔

"کیا بارہ آئمہ اطہار علیہم السلام کے اجازے ملنے کے بعد بھی کسی اور اجازے کی ضرورت ہو سکتی ہے؟"

قارئین محترم! ہے شیخ نے جس رتبہ اور مقام کا دعوٰی کیا ہے اس مرتبہ و مقام کے آدمی کے لئے یہ تصور کیا ہی نہیں جا سکتا کہ وہ کسی عام عالم سے اجازہ کے حصول کے لئے رجوع کرے گا۔ ذرا اس کتاب کے آغاز میں شیخ کی

خود نوشت سوانح حیات کے ان الفاظ پر غور کریں۔

ورِدی لی ایضاً۔ کان جبلاً عالیاً الی عنان السماء الخ

یعنی میں نے یہ بھی خواب میں دیکھا جیسا کہ ایک بلند پہاڑ ہے جس کی چوٹی آسمان کو چھو رہی ہے اور کل مخلوق اس پہاڑ پر چڑھنے کی کوشش کر رہی ہے۔ لیکن تمام مخلوق میں سے کوئی بھی شخص اس پہاڑ کے تھوڑے سے حصے کے اوپر بھی نہ چڑھ سکا۔ لیکن میں پلک جھپکنے میں بڑی آسانی اور سہولت کے ساتھ اس کی چوٹی کے اوپر چڑھ گیا۔ شیخ کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

"وکل الخلائق یعالجون فی صعوده ولم یقدر احد منهم ان یصعد منه قلیلا، وانیت انا وصعدت علی الیه باسهل حرکة الی اعلاه"

اور شیخ کا یہ بیان بھی اوراق سابق میں گزر چکا ہے کہ یہ خواب معمولی خواب نہیں تھے۔ بلکہ شیخ کے اپنے الفاظ میں :-

"ان امری منامات وهی الهامات"

یعنی میں جو خواب دیکھا کرتا تھا وہ وحی و الہام ہوتے تھے۔

قارئین محترم! اب آپ شیخ کی اس وحی و الہام کی زبان کو سمجھ سکیں یا نہ سکیں اتنی بات تو سمجھ میں آ ہی سکتی ہے کہ شیخ کا دعوٰی یہ ہے کہ وہ علم و فضل و دانش و عظمت و مرتبہ و منصب و مقام کے پہاڑ کی اس چوٹی پر پہنچا ہوا تھا جو آسمان کو چھو رہی تھی۔ اور باقی کل مخلوق .... اگرچہ کل مخلوق میں ماضی و حال و مستقبل کی سب مخلوق شامل ہے لیکن کم از کم اگر شیخ کے زمانے کی ہی مخلوق ہی مراد لے لی جائے تو بھی شیخ کے دعوے کے مطابق شیخ کے زمانے کی کل مخلوق .... علم و فضل و دانش و عظمت و مرتبہ و منصب و مقام کے اس پہاڑ کے اوپر ذرا سا بھی نہ چڑھ سکی۔ تو ایسی عظیم المرتبہ ہستی کا کسی ایسے شخص سے اجازہ مانگنا جو اس کے علم و فضل و دانش و عظمت و مرتبہ و منصب و مقام کی گرد کو بھی نہ پہنچا ہو۔ ایسا

ہی ہوگا۔ جیسا کہ یہ کہا جائے کہ اشرف الانبیاء و افضل المرسلین پیغمبر اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ نے اپنے اصحاب میں سے سلمان فارسی یا ابوذر غفاری یا مقداد یا عمار یاسر یا کسی اور بزرگ صحابی سے اجازہ روایت طلب کیا تھا۔ یا ان بزرگ اصحاب میں سے کسی نے پیغمبر اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ کو اجازہ روایت دیا تھا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ خصوصاً اس حال میں جب کہ شیخ کے دعوے کے مطابق آئمہ معصومین علیہم السلام نے خواب میں شیخ کو اپنے بارہ اجازے دے دیئے تھے تو کسی عالم سے اجازہ روایت لینا ایسا ہی ہوگا جیسے کہ کوئی صحابی جس نے بالمشافہ پیغمبر اکرمؐ سے خود حدیث سنی ہو وہ مستقبل میں آنے والے کسی ایسے شخص سے اجازت روایت مانگے جس نے پیغمبر سے بالمشافہ طور پر احادیث نہ سنی ہوں۔ تو یہ بات نہ صرف حماقت ہوگی بلکہ اس بات کا تصور کرنا بھی سراسر غلط ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ نے اپنی خودنوشت سوانح حیات میں جو اس نے تقریباً ۱۲۳۱ھ اور ۱۲۳۶ھ کے درمیان لکھی ہے۔ جیسا کہ اوراق سابقہ میں ثابت کیا جاچکا ہے۔ سوائے آئمہ اطہار علیہم السلام کے مذکورہ بارہ اجازوں کے اور کسی عالم سے اجازہ لینے کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ اگر شیخ نے کم از کم ۱۲۳۱ھ تک کسی عالم سے اجازہ روایت لیا ہوتا تو ضرور تھا کہ وہ اس کا بیان اپنی اس خود نوشت سوانح حیات میں ضرور کرتا۔

کیونکہ شیخ احسائی نے قریہ قرین میں شیخ محمد کے پاس نحو پڑھنے کا ذکر کردیا ہے تو بزرگ علماء سے اجازے لینے میں کوئی امر مانع نہیں تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ کم از کم ۱۲۳۱ھ تک شیخ نے کسی بھی عالم سے کوئی اجازہ حاصل نہیں کیا تھا۔ اسی لئے اُس نے صرف خواب میں آئمہ اطہار علیہم السلام کے دیئے ہوئے بارہ اجازوں کا ہی ذکر اپنی خودنوشت سوانح حیات میں کیا ہے۔ لیکن اور کسی عالم کے اجازے کا ذکر نہیں کیا۔ اور یہی بات حقیقت بھی ہے کہ شیخ نے کسی بھی شیعہ عالم سے کوئی بھی اجازہ روایت حاصل نہیں کیا تھا۔ کیونکہ اس کے

پاس اس کے دعوے کے مطابق آئمہ اطہار سے براہ راست اجازے موجود تھے اس لئے اس کو کسی عالم سے اجازہ لینے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ مگر حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا اور ایسا رخ اختیار کیا کہ شیخ کے مریدوں یعنی رؤسائے شیخیہ کو یہ بات اپنی طرف سے گھڑنی پڑی کہ شیخ نے فلاں فلاں بزرگ علماء سے اجازے لئے تھے جس کا ثبوت ہم آئندہ سطور میں پیش کر رہے ہیں۔

پہلا ناکردہ فرضی سفر اور اکلوتا جعلی اجازہ

ہم اس سے پہلے عنوان میں یہ بات ثابت کر آئے ہیں کہ شیخ احمد احسائی نے اپنی خودنوشت سوانح حیات میں جو اس نے کم از کم ۱۲۳۱ھ کے بعد لکھی ہے۔ آئمہ اطہار کے خواب میں دیئے ہوئے بارہ اجازوں کے سوا اور کسی اجازہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ لیکن اب پیروان شیخ اور معتقدین شیخ اپنی اپنی کتابوں میں شیخ کے اجازوں کا بڑے زور شور سے ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔ لہٰذا آیئے اب یہ تحقیق کریں کہ واقعاً شیخ نے یہ اجازے حاصل کئے تھے یا نہیں لیکن اس تحقیق کے لئے ہمیں سب سے پہلے ترجیحات قائم کرنی پڑیں گی۔ یعنی شیخ کے بارے میں لکھنے والوں میں سب سے اول ترجیح کس کو حاصل ہے۔ اور اس کے بعد دوسرے نمبر پر کس کو ترجیح دیں۔ یقیناً سب سے اول ترجیح خود شیخ کی اپنی تحریر کردہ سوانح حیات کو ہی حاصل ہوسکتی ہے۔ جس میں کسی عالم سے اجازہ لینے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ دوسرے نمبر پر شیخ کے فرزند شیخ عبداللہ کی تحریر کردہ شرح احوال شیخ احمد احسائی کو ترجیح حاصل ہوگی۔ چونکہ شیخ عبداللہ کم از کم ۱۱۹۱ھ سے لے کر ۱۲۴۱ھ تک تقریباً پورے پچاس سال اپنے باپ کے ساتھ رہا۔ اور بہ طبق تحریر مرزا علی الحائری الاحقاقی در عقیدۃ الشیعہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد مرا۔ لہٰذا یقیناً حالات شیخ عبداللہ کو اپنے باپ کے

بارے میں معلوم ہو سکتے ہیں ۔ وہ کسی اور کو نہیں ہو سکتے لہٰذا شیخ احمد احسائی کی خود تحریر کردہ اپنی سوانح حیات کے بعد شیخ عبداللہ کی تحریر کردہ سوانح حیات کو ہی ترجیح حاصل ہو سکتی ہے ۔

کاظم رشتی کی کتاب دلیل المتحیرین کا نمبر باعتبار زمانہ تیسرے نمبر پہ ہوگا ۔ کیونکہ مطابق کتاب فہرست ص ۱۱۵ و کتاب دلیل المتحیرین ص ۴۳ کاظم رشتی ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوا اور تقریباً ۱۳ سال کی عمر میں ۱۲۲۵ھ میں بمقام یزد اگر شیخ سے پہلی مرتبہ ملا ۔ لہٰذا کاظم رشتی کو ۱۲۲۵ھ سے پہلے کے حالات کا علم بطور عینی شاہد کے نہیں ہو سکتا ۔

علاوہ ازیں کاظم رشتی نے دلیل المتحیرین کو ۱۲۵۸ھ میں ایک سائل کے جواب میں لکھا تھا جب کہ شیخ احمد احسائی کی تکفیر کا چرچا ہر ملک میں پہنچ گیا تو ہندوستان سے ایک سائل نے کاظم رشتی سے شیخ کو کافر قرار دیئے جانے کی وجہ دریافت کی تھی جس کے جواب میں کاظم رشتی نے کتاب دلیل المتحیرین تصنیف کی جس کی تاریخ فراغت دلیل المتحیرین میں ۱۲۵۸ھ تحریر کیا ہے ۔

لہٰذا دلیل المتحیرین شیخ کی سوانح حیات کی بجائے شیخ کی تکفیر کے واقعات اس کے مصائب کے بیان اور شیخ کی صفائی کے بارے میں کاظم رشتی کی کوششوں کی ایک داستان ہے ۔ جو جھوٹ ، مکر ، فریب ، افترا ، جعل سازی اور اتہام تراشی کا ایک عظیم شاہکار ہے ۔ اور اپنے استاد کے لئے کفر سے برأت اور اس کی صفائی کے سلسلے میں جتنا جعلی مصالحہ وہ تیار کر سکتا تھا اپنے بعد آنے والوں کے لئے تیار کر کے دے گیا ہے ۔

علاوہ ازیں شیخ کے اس پہلے سفر کا حال شیخ کے فرزند شیخ عبداللہ کے سوا اور کسی نے نہیں لکھا ۔ حتیٰ کہ کاظم رشتی نے اپنی کتاب دلیل المتحیرین میں اس سفر کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے ۔ لہٰذا اس سفر کے بارے میں یہی وہ سب سے پہلے سفر کے بارے میں اور کوئی قدیم ماخذ ہے ہی نہیں اور بعد میں آنے والے نے جس نے بھی لکھا وہ شیخ عبداللہ

کی شرح احوال سے ہی نقل کیا ہے ۔ لہٰذا ہم نقل در نقل سے نقل کرنے کی بجائے اصل ماخذ سے اور قدیم ماخذ سے جس میں سب سے پہلے اس سفر کا حال بیان کیا گیا ہے پیش کرتے ہیں جس کو شیخ عبداللہ نے خاص طور پہ تاتے بحرالعلوم مہدی طباطبائی سے اجازہ حاصل کرنے کی داستان گھڑتے ہوئے افسانوی انداز میں خاص طور پہ وضع کر کے پیش کیا ہے اگرچہ ہم نے شیخ عبداللہ کی سالم کتاب شرح احوال شیخ احسائی شروع میں شامل کر دی ہے ۔ لیکن اس سفر کا افسانہ یہاں بھی شیخ عبداللہ کی زبان میں ہی سنیئے ۔ لکھا ہے ۔

" در سنہ یک ہزار و یکصد و ہشتاد و شش (۱۱۸۶) کہ گذشتہ بود از سن مقدسش بیست سال در این حال آن اسرار الٰہی و حکم نامتناہی را الٰہی برائے اظہار بلکہ بیان یک از ہزار در آں بلاد و دیار نیافت زیرا کہ در آں بلاد جمعی سنی بودند و غالب اینہا اہل تصوف و برخی شیعہ اثنا عشری در میان ایشان علمای ظاہری قشری کہ ایشان را ربطی بحکمت نبود چہ جای اسرار خلقت لاجرم آہنگ مہاجرت و ساز مسافرت فرمود و راہ عتبات عالیات در پیش گرفت تا امر الٰہی برائے امر خویش چہ چوں بکربلای معلی و نجف اشرف مشرف گشت در مجالس و محافل علماء و فقہاء حاضر می شد تا پایہ و مایہ ہر یک را معلوم فرماید و مشاہیر علماء در این وقت جناب آقا باقر و جناب سید مہدی بودند اما شیخ جعفر بن شیخ خضر و میر سید علی را چنداں شہرت و ترقی نبود الغرض غائب در مجالس درس و بحث ایشان کاحد من الناس جزو حضار و اہل مجلس حاضر می گشت و می نشست واحدی را از حالش آگہی نبود وقتی از جناب سید مہدی خواہش اجازہ روایتی فرمود چوں معرفتی نداشت تامل و توقفی نمود پس رسید تالیف و تصنیف چہ دارید اوراقی چند در شرح تبصرہ مرحوم رفتہ بود لہٰذا بدو نمایاند پس از وقت نظر گفت یا شیخی سزاوار نشد تو آں است کہ مرا اجازت دہی پس اجازہ نوشت ۔ و داد ۔ "

ترجمہ۔ اس (فرضی افسانہ) کا یہ ہے کہ سنہ ۱۱۸۶ھ میں جب شیخ کی عمر ۲۰ سال کی ہوئی تو شیخ نے دیکھا کہ ان کے اسرار الٰہی اور حکم نامتناہی کے اظہار کے لئے اس جگہ پر کوئی اہل آدمی نہیں ہے۔ چونکہ اس شہر میں بہت سے لوگ تو سنی تھے اور اکثریت اہل تصوف کی تھی اور کچھ شیعہ اثنا عشری تھے۔ مگر ان میں علمائے ظاہری قشری تھے۔ کہ جن کو حکمت و فلسفہ سے کوئی ربط نہیں تھا۔ چہ جائیکہ اسرار خلقت پس شیخ نے رخت سفر باندھ لیا۔ اور وہاں سے ہجرت کر کے راہ عتبات عالیات اختیار کی۔ تاکہ اپنے امر کے لئے وہاں پر کوئی اہل تلاش کریں۔

جب کربلائے معلی اور نجف اشرف میں پہنچے تو علماء و فضلا کی مجالس و محافل میں حاضر ہوئے تاکہ ہر ایک کا پایہ و مایہ معلوم کریں یعنی یہ دیکھیں کہ کون سا عالم کتنے مرتبے اور پائے کا ہے۔ اس وقت جناب آقا باقر (بھبانی) اور جناب سید مہدی بحر العلوم مشاہیر علماء میں سے تھے۔ لیکن شیخ جعفر اور میر سید علی کی اس وقت کوئی شہرت اور علمی مرتبہ نہیں تھا۔ الغرض ان کی مجالس میں ایک عام آدمی کی حیثیت سے شریک ہوتے تھے اس طور پر کہ کسی کو بھی ان کے حال کی اطلاع نہ ہوتی۔ ایک دن جناب سید مہدی (بحر العلوم) سے اجازۂ روایت کی درخواست کی۔ چونکہ آقا سید مہدی (بحر العلوم) کو شیخ سے تعارف نہیں تھا۔ لہٰذا اجازہ روایت دینے میں پس و پیش کیا۔ اور یہ پوچھا کہ آپ نے کیا تالیف و تصنیف کیا ہے۔ چند ورق شرح تجو پہ تحریر کئے ہوئے تھے۔ وہ آقا سید مہدی (بحر العلوم) کو دکھائے پس اس میں غور کرنے کے بعد آقا مہدی (بحر العلوم) نے کہا۔ اے شیخ آپ کی قدر شان کے لائق تو یہ ہے۔ کہ آپ مجھے اجازہ دیں۔ پس آقا مہدی (طباطبائی بحر العلوم) نے اجازہ لکھ کر شیخ کو دیا۔

قارئین کرام! شیخ عبداللہ کی تحریر کردہ شرح احوال شیخ کے اس بیان میں درج ذیل باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں۔

۱. یہ کہ یہ سفر سنہ ۱۱۸۶ھ میں کر نا دکھایا گیا ہے۔

۲. یہ کہ یہ سفر اس لئے کیا کیونکہ احساء میں اس کے اسرار الٰہی اور حکم نامتناہی

کے اظہار کے لئے کوئی اہل آدمی نہیں تھا۔

۳. یہ کہ یہ سفر اس لئے کیا کہ اس کے شہر میں یا تو سنی تھے یا صوفی تھے یا شیعہ ظاہری قشری تھے جن کو شیخ کی حکمت سے کوئی ربط نہیں تھا۔

۴. یہ کہ یہ سفر عتبات عالیات زیارت آئمہ اطہار علیہم السلام کے لئے نہیں تھا بلکہ اس لئے تھا کہ وہاں پر اپنے امر کے لئے کوئی اہل تلاش کرے۔

۵. یہ کہ کربلا و نجف میں علماء کی محافل میں شرکت تحصیل علم کے لئے نہیں تھی، کیونکہ خود اسرار الٰہی اور حکم نامتناہی کا مالک تھا۔ بلکہ اس لئے تھی تاکہ یہ معلوم کرے کہ کربلا و نجف میں کون سا عالم کس مرتبہ اور پائے کا ہے اور سب سے زیادہ قابل غور امر یہی ہے کہ وہ یہ بات کس مقصد کے لئے معلوم کرنا چاہتا تھا۔ کہ کون کس مرتبہ اور پایہ کا عالم ہے۔

۶. یہ کہ اس وقت آقا باقر وحید بھبانی اور آقا سید مہدی طباطبائی بحر العلوم مشاہیر علماء میں سے تھے۔

۷. یہ کہ اس وقت شیخ جعفر بن شیخ خضر اور میر سید علی صاحب ریاض کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔

۸. یہ کہ اسی سفر میں سنہ ۱۱۸۶ھ میں آقا مہدی بحر العلوم سے اجازہ روایت کی درخواست کی جو شیخ عبداللہ کے افسانے کے مطابق مذکورہ الفاظ کہنے کے بعد آقا مہدی (بحر العلوم) نے لکھ کر دے دیا۔

۹. یہ کہ چونکہ شیخ عبداللہ نے اپنی کتاب میں اس اجازے کے سوا اور کسی عالم کے اجازہ کا بیان نہیں کیا ہے۔ بلکہ صرف ایک اجازہ کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا ہم نے اپنی اس کتاب کے شروع میں شیخ عبداللہ کی تحریر کردہ سالم شرح احوال شیخ کو درج کر دیا ہے تاکہ یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ کسی اور صفحے پر دوسرے علماء کے اجازوں کا بیان ہوگا۔

قارئین محترم! اصل حقیقت تک پہنچنے کے لئے حسب ذیل امور یہ بھی خاص طور پر

غور فرمائیں۔

ا۔ یہ کہ شیخ احمد احسائی نے بمطابق تحریر شیخ عبداللہ ۱۱۸۶ھ میں عتبات عالیات سے وطن واپس آ کر آل عصری کی خاتون سے پہلی شادی کی تھی۔ لہذا حتماً شیخ عبداللہ ۱۱۸۶ھ میں پیدا نہیں ہوا تھا لہذا ۱۱۸۶ھ کا حال اس کو عیناً معلوم نہیں ہو سکتا۔

ب۔ یہ کہ کاظم رشتی ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوا اور ۱۲۲۵ھ میں یزد میں آ کر شیخ احمد احسائی سے ملحق ہوا۔ لہذا کاظم رشتی کو بھی اس سفر کا علم نہیں ہو سکتا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاظم رشتی کی نظر سے اس وقت تک یہ شرح احوال شیخ بھی نہیں گزری تھی ورنہ وہ ضرور اس افسانہ کو درج کرتا۔

ج۔ یہ کہ شیخ احمد احسائی نے خود اپنی خود نوشت سوانح حیات میں نہ اس سفر کا کوئی ذکر کیا ہے اور نہ ہی کسی عالم سے اجازہ لینے کا کوئی واقعہ تحریر کیا ہے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ شیخ عبداللہ یہ کہتا ہے کہ آقائے بحرالعلوم طباطبائی سے شیخ نے ۱۱۸۶ھ میں اجازہ روایت لیا تھا۔

لیکن مصنف کلمہ از ہزار نے ریحانۃ الادب کے حوالے سے اس اجازہ کا ۱۲۰۹ھ میں تحریر کیا ہے۔

اور مرزا ابوالقاسم خان نے اپنی کتاب فہرست کتب مشائخ کے ص ۱۶۳ پر صاف طور پر لکھا ہے کہ یہ جو بعض نے لکھا ہے کہ شیخ احمد احسائی کو آقا مہدی بحرالعلوم نے ۱۱۸۶ھ میں اجازہ دیا تھا میری نظر میں صحیح نہیں ہے کیونکہ اجازہ پر تاریخ تحریر درج ہے جو ۱۲۰۹ھ ہے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم نے خود کتاب اجازات الشیخ احمد احسائی کا مطالعہ کیا ہے جو ڈاکٹر حسین علی محفوظ کی شرح و تعلیقہ کے ساتھ مطبعۃ الآداب النجف الاشرف میں طبع ہو کر شائع کی گئی ہے۔ اس کے ص ۳۶ پر یہ تاریخ تحریر

اجازہ یوں درج ہے۔

"محررہ یوم الجمعۃ الثانی والعشرین من ذی الحجۃ الحرام من سنۃ تسع وما تین بعد الالف من ہجرۃ سید الانام":

یعنی یہ اجازہ بروز جمعہ ۲۲ ذوالحجہ ۱۲۰۹ھ کو تحریر کیا گیا۔

اب شیخ عبداللہ کہتا ہے کہ اجازہ ۱۱۸۶ھ میں دیا اور خود اجازہ جو پیش کیا جا رہا ہے اس پر تاریخ تحریر ۱۲۰۹ھ ہے۔ اب یہ بات کیا تھی؟ غور کرنے پر اصل بات جو سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ شیخ عبداللہ کے لئے سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ اس نے اپنے باپ کے سفروں کا قدم بہ قدم حال لکھا ہے۔ جن میں وہ خود اپنے باپ کے ساتھ تھا۔ اور ۱۲۰۸ھ سے ۱۲۱۲ھ کے درمیانی وقفہ میں شیخ عبداللہ اپنے باپ کے ساتھ بحرین میں مقیم تھا۔ اور ۱۲۰۶ھ سے ۱۲۱۲ھ کے درمیانی وقفہ میں شیخ احمد احسائی بحرین سے باہر نہیں نکلا تھا۔ اور چونکہ شیخ کے بحرین کے قیام کا سب کو علم تھا۔ لہذا شیخ عبداللہ ۱۲۰۹ھ میں ہرگز ہرگز یہ سفر تحریر نہیں کر سکتا تھا۔ لہذا اس کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ شیخ کی زندگی کے اس عرصہ میں جو بالکل تاریکی میں ہے ایک فرضی سفر ۱۱۸۶ھ میں گھڑے اور اتفاقی طور پر ۱۱۸۶ھ میں اپنے باپ کو آقا سید مہدی طباطبائی بحرالعلوم سے اجازہ روایت دلوائے۔ مگر شیخ عبداللہ سے غلطی یہ ہو گئی کہ وہ چھپا ہوا اجازہ جس کو آقا سید مہدی بحرالعلوم نے نہ جانے کس کو دیا تھا۔ اس میں اس نے اجازہ گیرندہ کا نام تو بدل دیا لیکن تاریخ تحریر بدلنا بھول گیا۔

ہماری سمجھ میں جو بات آئی تھی وہ ہم نے لکھ دی ہے۔ قارئین کو خود اپنا فیصلہ دینے کا اختیار ہے وہ جو چاہیں فیصلہ کریں۔ مگر یہ بات ذہن میں رکھ کر فیصلہ کریں کہ۔

حتماً یہ ماخذ اول جو معتبر ترین و قدیم ترین ماخذ سمجھا جاتا ہے یہ کہتا ہے

اس کے علاوہ شیخ عبداللہ کی سلم شرح احوال شیخ میں اور کوئی اجازہ روایت بیان نہیں ہوا ہے۔

پس بہمہ وجوہ ثابت ہو گیا کہ نہ شیخ نے کوئی سفر ۱۱۸۶ھ میں کیا تھا۔ اور نہ ہی ۱۱۸۶ھ میں آقا سید مہدی بحرالعلوم نے شیخ کو کوئی اجازہ دیا تھا۔ یہ سب افسانہ کیوں گھڑ لیا اس کا بیان ہم آگے چل کر کریں گے۔

شیخ کے باقی اجازوں کی حقیقت!

شیخ عبداللہ نے اپنی تحریر کردہ کتاب شرح احوال شیخ احمد احسائی میں صرف ایک ہی اجازہ آقا مہدی طباطبائی بحرالعلوم کا دیا ہوا بیان کیا ہے جس کا جعلی ہونا عنوان سابق میں بطور واضح ثابت ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ شیخ عبداللہ نے کوئی دوسرا اجازہ اپنے باپ کے لئے بیان نہیں کیا۔ یقیناً اگر اس وقت کوئی اور اجازہ ہوتا تو وہ ضرور تحریر کرتا۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ باقی اجازوں کے گھڑنے کی ضرورت بھی اس نے محسوس نہیں کی تھی۔ ورنہ جہاں اس نے آقا مہدی بحرالعلوم کا جعلی اجازہ شامل کیا تھا۔ دوسرے اجازوں کے لئے بھی وہ اسی وقت بندوبست کر دیتا۔ وہ ضرورت کیا تھی یہ ہم آئندہ چل کر بیان کریں گے۔

بہرحال اس مقام پر جو بات عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ جب نہ خود شیخ احمد احسائی نے اپنی خود نوشت سوانح حیات میں کسی شیعہ عالم سے اجازہ لینا بیان کیا ہے نہ شیخ کے فرزند شیخ عبداللہ نے اپنی شرح احوال شیخ میں ایک کے سوا کسی شیعہ عالم سے اجازہ لینا بیان کیا تو بعد میں آنے والے رہنمایان شیخیہ کی بات قابل تسلیم نہیں ہو سکتی اوراق کا جھوٹا ہونا اور جعلی ہونا محتاج ثبوت نہیں ہے۔

کہ یہ اجازہ ۱۱۸۶ھ میں دیا گیا تھا۔ اور متن اجازہ یہ بول رہا ہے کہ جس کو بھی دیا گیا تھا ۱۲۰۹ھ میں دیا گیا تھا۔ لہٰذا ہرگز ہرگز یہ اجازہ ۱۱۸۶ھ کا دیا ہوا نہیں ہو سکتا۔

اب جتنے مورخین نے خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم شیخ عبداللہ کی بات پر یقین کر کے یہ لکھا ہے کہ شیخ نے ۱۱۸۶ھ میں عتبات عالیات کا سفر کیا تھا۔ اور وہاں پر آقا مہدی بحرالعلوم سے اجازہ روایت لیا تھا۔ وہ شیخ عبداللہ کے اسی بیان سے اخذ کر کے لکھا ہے۔ جو سراسر غلط ہے۔ لہٰذا جس جس نے بھی اس سے اخذ کر کے لکھا وہ بھی غلط ہے۔ اور جب یہ اجازہ ۱۱۸۶ھ میں نہیں لکھا گیا تو حتماً شیخ نے ۱۱۸۶ھ میں کوئی سفر عتبات کا بھی نہیں کیا کیونکہ یہ پہلا ناکردہ فرضی سفر اسی جعلی اور جلا تے ہوئے اجازے کو کھپانے کے لئے ہی گھڑا گیا تھا۔ جو ذرا سی غلطی کی وجہ سے بے کار ہو گیا ہے۔

اگر شیخ عبداللہ اس اجازے کی تاریخ بدل کر ۱۲۰۹ھ کی بجائے ۱۱۸۶ھ کر دیتے تو کچھ نہ کچھ بات بن جاتی۔ اور پھر ۱۱۸۶ھ کے سفر پہ شک کی گنجائش کم ہو جاتی یا پھر یہ سفر ۱۱۸۶ھ کی بجائے ۱۲۰۹ھ میں دکھا دیتے تو بھی کچھ نہ کچھ بات سنور جاتی۔ اور پھر ۱۲۰۹ھ کا جڑا یا ہوا یہ جعلی اجازہ صریحاً جھوٹ معلوم نہ ہوتا۔

اب اگر بعد کے آنے والے ہماری اس تحقیق کے بعد اور اس چوری اور جعل سازی کے طشت از بام ہو جانے کے بعد اس بات کو کسی طرح سنوارنے کی کوشش کریں تو اہل تحقیق کی نظر میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ شیخ کے مریدوں کے وضعی اجازوں کو جعلی ثابت کرنے کے لئے ہمارے پاس اور بھی بہت کافی مواد موجود ہے۔ جس کا کچھ نہ کچھ ذکر آگے آئے گا۔ جہاں باقی اجازوں کو جعلی ثابت کیا جائے گا۔

بہرحال یہی وہ اکلوتا جعلی اجازہ تھا جس کو شیخ عبداللہ نے اپنی شرح احوال شیخ احمد احسائی میں بیان کیا تھا۔ جس کا یوں حساب صاف ہو گیا ہے۔

لیکن مدافعین شیخ کو اس بات کا گلہ رہ جائے کہ دوسرے اجازوں کا جعلی ہونا اور جھوٹا ہونا ثابت نہیں کیا گیا۔ لہٰذا ہم خود روسائے شیخیہ کے اپنے بیانات سے ان اجازوں کا جھوٹا ہونا اور جعلی ہونا قارئین کرام کے ملاحظہ کے لئے پیش کر رہے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ۔

سید کاظم رشتی جانشین اوّل شیخ اور مذہب شیخیہ کی دونوں شاخوں کے روساء یعنی شیخیہ رکنیہ کرمان کے محمد کریم خان کرمانی اور ان کے جانشین اور شیخیہ احقاقیہ کے روساء مرزا موسیٰ الاسکوئی الحائری مولف احقاق الحق اور ان کے فرزند مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی اور مرزا علی کے بھائی موجودہ رئیس شیخیہ احقاقیہ کویت مرزا حسن الحائری الاحقاقی متولی درس آل محمد فیصل آباد، پاکستان اور جملہ مدافعین شیخ یہ کہتے ہیں کہ شیخ احمد احسائی کو حسب ذیل علمائے کرام و مجتہدین عظام سے جو نے اجازے دیئے تھے ہم ان علمائے بزرگ کے اسمائے گرامی کتاب الاجازات شیخ کے صفحہ ۹ سے نقل کر رہے ہیں۔

۱۔ اجازہ۔ شیخ احمد الدمستانی
۲۔ اجازہ۔ مرزا مہدی الشہرستانی
۳۔ اجازہ۔ السید علی الطباطبائی صاحب الریاض
۴۔ اجازہ۔ السید مہدی الطباطبائی بحر العلوم
۵۔ اجازہ۔ الشیخ جعفر النجفی صاحب کشف الغطا
۶۔ اجازہ۔ الشیخ حسین آل عصفور

اگرچہ سید مہدی طباطبائی بحر العلوم کے اجازے کے جعلی ہونے کا بیان سابقہ عنوان میں کیا جا چکا ہے۔ لیکن اس عنوان کے تحت اب مشترکا بھی اس کا جعلی ہونا ثابت کیا جائے گا۔ ہم ان اجازوں کے جھوٹا ہونے اور جعلی ہونے کے بیان میں صرف دو شہادتیں پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ پہلی شہادت شیخ احمد احسائی کے جانشین اوّل سید کاظم رشتی کی ہے۔ اور

اور دوسری شہادت رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا علی الاسکوئی الحائری، الاحقاقی کی ہے۔

کیونکہ ان اجازوں کے گھڑنے والے، نشر کرنے والے اور بڑھ چڑھ کر تشہیر کرنے والے اور ان اجازوں کو مقام دفاع میں پیش کرنے والے یہی ہیں۔ لہٰذا اس سلسلے میں ان کا اپنا بیان ہی زیادہ وزن دار ہو سکتا ہے اگر ہم کسی اور کے بیان سے ان کو جعلی ثابت کریں گے تو مدافعین شیخ کہیں گے کہ اس نے حسد میں کیا ہے یا اس نے تو عناد میں کیا ہے۔ لہٰذا ہم صرف انہیں کے بیانات پہ اکتفا کرتے ہیں۔

پس ان اجازوں کے بارے میں شیخ کے جانشین اول سید کاظم رشتی کا ان کی کتاب دلیل المتحیرین کے صفحہ ۳۱ سطر ۱۶ تا ۱۸ صفحہ ۳۲ سطر ۱ تا ۳ پہ بیان یہ ہے کہ:۔ عکس ملاحظہ ہو۔

(واما العلماء العظام. والفضلاء الفخام. ممن لم نشاهدهم. وشاهدوا مولانا الجليل واستادنا. النبيل عظموه وبجلوه واقروا له بالفضل وحسن الحال) .... وان لم نشاهدهم وما فزنا بشرف ادراك خدمتهم. حتى نرى سلوكهم معه حتى نشهد شهادة عيان. ولكنا وجدنا كتاباتهم في الاجازات التي كتبوها بعضهم بخطه. فهي تدل على كمال اعتقادهم فيه

اور وہ علماء کرام و مجتہدین عظام جن کو خود تو ہم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن انہوں نے مولانا الجلیل و استادنا النبیل یعنی شیخ احمد احسائی کو دیکھا ہے اور اس کی بہت ہی تعظیم و تکریم کی ہے اور اس کے فضل و شرف کا اقرار کیا ہے اور اس کے بعد مذکورہ اجازہ دہندگان کے اسمائے گرامی لکھنے کے بعد کہتا ہے کہ اگرچہ ہم نے انکو خود نہیں دیکھا اور نہ ہی ہم ان بزرگ علما کی خدمت میں کبھی شرف یاب ہوئے۔ لہٰذا ہم چشم دید گواہی تو نہیں دے سکتے۔ لیکن ہم نے

ان کے لکھے ہوئے اجازے دیکھے ہیں۔ کہ ان میں سے بعض نے خود اپنے خط سے تحریر کئے ہیں۔ اور یہ اجازے ان کے شیخ کے ساتھ کمال اعتقاد پر دلالت کرتے ہیں۔ اس کے بعد دلیل المتحیرین ص۳۵ سطر ۱۱ تا ص۱۵ پر اصرار کیا ہے کہ ان اجازہ دہندگان نے شیخ کی کتابیں دیکھ کر یہ اجازے دیئے تھے۔ کاظم رشتی کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ عکس ملاحظہ ہو۔

مع انتشار رسائله واشتهار كتبه و مصنفاته . واجوبة مسائله و شرحه على الزيارة الجامعة و شرحه على الحكمة العرشيه للملا صدرا و شرحه على المشاعر له . و شرحه على الرسالة العلمية للملا محسن . وسائر مصنفاته كلها بل أغلبها وصلت الى هؤلاء الابرار والنجباء الاطهار . ولم يطعن فيه احد ولم يذكر بعيب ابداً

یہ اجازے ان مجتہدین عظام نے شیخ کو اس وقت دیئے تھے۔ جب کہ شیخ کے تمام رسالے تمام تصانیف اجوبۃ مسائل۔ شرح زیارۃ جامعہ و شرح عرشیہ شرح مشاعر اور شرح رسالہ علمیہ مشتہر ہو چکی تھیں۔ اور اس کی یہ تمام تصانیف شائع ہو کر ان علماء ابرار اور نجباء اطہار کے پاس پہنچی تھیں اور ان مجتہدین عظام نے ان مذکورہ تصانیف کو دیکھا تھا اور کسی نے بھی ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا اور نہ ہی ان کی ان تصانیف میں کسی نے کوئی عیب نکالا تھا۔

قارئین محترم! شیخ کی اصل اور معروف کتابیں حکمت و فلسفہ کے موضوع پر علمی ہیں جن کا نام کاظم رشتی نے اپنے اس بیان میں کیا ہے۔ ان کے علاوہ شرح فوائد بھی شیخ کی حکمت و فلسفہ کے موضوع پر معروف کتاب ہے۔ آئیے اب ہم دیکھتے ہیں کہ شیخ نے یہ کتابیں کب لکھیں۔ چونکہ شیخ نے ان کتابوں پر ان کی تاریخ تحریر لکھی ہوئی ہے۔ لہٰذا صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے ہم دشمن مذہب تشیعہ کی کتاب فہرست کتب مشائخ عظام سے مذکورہ کتابوں کا نمبر شمار تاریخ تحریر مع حوالہ صفحہ ایک گوشوارہ کی شکل میں ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

نمبر شمار کتاب فہرست	نام کتاب	تاریخ تحریر	حوالہ صفحہ فہرست
١٦	شرح زیارۃ الجامعہ	١٠ ربیع الاول ١٢٣٠ھ	٢٣٦
٥٣	شرح علی الحکمۃ العرشیہ	٢٧ ربیع الاول ١٢٣٦ھ	٢٤١
٢٢	شرح علی المشاعر در قواعد حکمت	٢٧ صفر ١٢٣٤ھ	٢٢٨
٢٣	شرح علی الرسالۃ العلمیہ	١٥ ربیع الثانی ١٢٣٠ھ	٢٢٨
٢٠	شرح فوائد الحکمت	٩ شوال ١٢٣٣ھ	٢٢٧

کاظم رشتی جانشین اول شیخ کا دلیل المتحیرین میں بیان یہ ہے کہ مذکورہ جید بزرگ علماء اعلام و مجتہدین عظام شیعہ نے شیخ کی تمام کتابیں تصنیفات رسالے علی الخصوص مذکورہ کتب حکمت فلسفہ دیکھی تھیں اور ان پر انہوں نے نہ کوئی اعتراض کیا اور نہ ہی ان میں کوئی عیب نکالا۔ اور ان کتابوں کو دیکھنے کے بعد اجازے دیئے تھے۔ یہی بات مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی نے اپنے رسالہ "فی الانتقاد علی اعتراضات العاملی" کے ص۱۲۰ و ص۱۲۱ پر فاضل افضل علامہ محسن الامین العاملی کے ان کی کتاب اعیان الشیعہ میں شیخ پر اعتراضات کے جوابات اور ان پر تنقید کرتے ہوئے لکھی ہے۔ ہم محسن الامین العاملی کا اجازوں پر اعتراض اور مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی کے جواب کا عکس فی الانتقاد علی اعتراضات العاملی سے ص۱۲۰ سطر ۱۲ تا ص۲۰ و ص۱۲۱ سطر ۱ تا ۳ سے اپنے قارئین کے ملاحظہ کے لئے پیش کر رہے ہیں۔ مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی لکھتے ہیں۔ عکس اصل عبارت یہ ہے۔

واذا ذكر المجيزين له ودأيهم أطواد أو خلاصة الدهر واساتذة ذلك العصر ولم يتمكن ان يطعن لا في علميتهم وفضلهم ولا في ورعهم وتقواهم كالسيد مهدي بحر العلوم الطباطبائي والسيد علي صاحب الرياض والشيخ جعفر كاشف الغطاء والميرزا السيد مهدي الشهرستاني والشيخ حسين آل عصفور اعلى الله مقامهم وغيرهم.

قال : (الظاهر ان الجازة مؤلاء له كانت في أول امره)
علماً بأن في آخر أمره ما كان أهلا لهذه الاجازات ولو اطلعوا
عليه آخر أمره ما اجازوه والحال أن أولئك الفحول ما أجازوه الا
بعد رؤية تصانيفه وبعد السؤالات والامتحانات وما كان اجتماعه
مع علماء العراق الا لواخر امره وكانت تصانيفه بمرأى منهم
ومشهد وبالاخص شرح الزيارة فان تصنيفه اتفق في سفره الى العراق
في النجف الاشرف في سنة الف والاثنين وواحد وثلاثين كما أرخه
الى المصنف في آخر الجزء الثالث من شرح الزيارة وما عاش بعده
الامدة عشر سنوات تقريبا وما طعن ولحد فيها بالخرافة والقطع
على مجده وعظمه، واجازوه وقال بعضهم في اجازته انه اهل
لان يجيز لا أن يستجيز وذلك لأعلمهم وقوة عقلهم وورعهم
والصافهم

مرزا علی الحائری الاحقاقی کہتے ہیں کہ جب محسن الامین العاملی نے اپنی کتاب اعیان الشیعہ میں شیخ کو اجازہ دینے والے علمائے اعلام و مجتہدین عظام کا ذکر کیا اور انہوں نے یہ دیکھا کہ یہ علمائے اعلام و مجتہدین عظام علوم کے سمندر یگانہ روزگار اور اپنے زمانے کے اساتذہ تھے۔ اور ان بزرگواروں کی علمیت میں، فضل میں اور تقویٰ میں کسی طرح سے طعن کرنا ممکن نہیں ہے۔ جیسے سید مہدی بحر العلوم الطباطبائی اور سید علی صاحب ریاض اور شیخ جعفر کاشف الغطاء اور مرزا سید مہدی الشہرستانی اور شیخ حسین آل عصفور وغیرہ تو محسن الامین نے یہ کہا کہ اس سے ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگواروں نے یہ اجازے اس کو شروع میں یعنی جب تک اس کی خرافات و عقائد باطلہ پر مشتمل کتابیں لکھی نہیں گئی تھیں اوّل امر میں دیئے ہوں گے اور اگر وہ بزرگوار اس کی ان خرافات و عقائد باطلہ پر مشتمل کتابوں پر مطلع ہو جاتے یعنی اس کے آخر امر میں دیکھ لیتے تو اس کو یہ اجازے ہرگز نہ دیتے۔

مرزا علی الحائری الاحقاقی اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ حقیقت حال یہ ہے کہ ان بزرگ علماء اعلام اور مجتہدین عظام شیعہ نے یہ اجازے نہیں دیئے تھے۔ لیکن اس کی تصنیفات کو ملاحظہ کرنے کے بعد اور سوالات و امتحانات کے بعد اور شیخ احمد احسائی کا علماء عراق کے ساتھ اجتماع ہوا ہی نہیں ہے۔ مگر اس کے آخر امر میں یعنی مذکورہ کتابیں شائع ہونے کے بعد اور اس کی یہ تمام کتابیں ان کی نظروں کے سامنے تھیں۔ اور ان کے مشاہدے میں آچکی تھیں خصوصاً شرح زیارہ جامعہ کی تصنیف کا تو اتفاق ہی سفر نجف اشرف کے دوران ہوا اور شیخ نے ۱۲۳۱ھ میں نجف اشرف میں بیٹھ کر شرح زیارت لکھی۔ جیسا کہ خود شیخ نے شرح زیارۃ جامعہ کے جلد ثالث کے آخر میں اس کی تاریخ تحریر درج فرمائی ہے۔ اور شیخ اس کے بعد صرف دس سال ہی زندہ رہا اور کسی بھی عالم نے شیخ کی ان تصانیف میں کسی قسم کا کوئی طعن نہیں کیا۔ اور کوئی عیب نہیں نکالا۔ اور ان میں خرافات نہیں بتلائی۔ بلکہ ان علماء اعلام و مجتہدین عظام نے شیخ کی بہتری تعظیم و تمجید کی اور اس کو اجازے لکھ کر دیئے۔ اور بعض نے اپنے اجازے میں یہ تک لکھا کہ شیخ کے شایانِ شان تو یہ ہے کہ وہ خود مجھ کو اجازہ دے نہ کہ مجھ سے اجازہ مانگے۔ اور یہ ان علماء اعلام کے اعلان اور فضل کی قوت ان کے زہد و تقویٰ و ورع اور ان کے قوت انصاف کی بناء پر تھا

مرزا علی الحائری الاحقاقی نے شرح زیارۃ کا سن تصنیف ۱۲۳۱ھ تحریر کیا ہے لیکن مرزا ابوالقاسم خان رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ نے کتاب فہرست میں ۱۰ ربیع الاول ۱۲۳۰ھ تحریر کیا ہے اور کویت سے شائع ہونے والی شرح زیارت کی جلد ثالث میں سن تصنیف و تحریر ۱۲۲۹ھ درج ہے۔ ہم نے اس موضوع پر اوراق سابقہ میں مفصل بحث کی ہے وہاں رجوع فرمائیں۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ شرح زیارۃ چار جلدوں میں ہے اور پانچویں شرح

زیارت وداع شامل ہے لہذا ان تاریخوں کی مطابقت یوں ہو سکتی ہے کہ جلد ثالث سنہ ۱۲۲۹ھ میں لکھی ہو جلد چہارم سنہ ۱۲۳۰ھ میں لکھی ہو۔ اور شرح زیارت وداع شرح زیارت جامعہ سنہ ۱۲۳۱ھ میں لکھی گئی ہو۔ اس طرح دونوں روسائے شیخیہ سچے ہو سکتے ہیں۔ ورنہ یہ دونوں جھوٹے بنتے ہیں۔

بہرحال مرزا علی الحائری الاحقاقی کی تصنیف کے مطابق اور محسن الامین کے اعتراض پر مرزا علی الحائری الاحقاقی کے اس جواب سے بھی یہ بات ثابت ہوتی کہ مذکورہ کتابیں جو سنہ ۱۲۳۱ھ سے لے کر سنہ ۱۲۳۶ھ کے درمیانی وقفہ میں لکھی گئی تھیں وہ مذکورہ علماء اسلام اور مجتہدین عظام نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں ان کا ملاحظہ و مطالعہ کیا تھا۔ اور انہیں ان کتابوں میں کوئی خرافات کوئی عیب یا کوئی عقیدہ باطل نظر نہیں آیا تھا۔ لہذا انہوں نے اپنے ایمان و زہد و تقوی و ورع اور قوت انصاف کی وجہ سے شیخ کو اجازے مرحمت فرمائے تھے۔ مرزا نعمہ کا ظم رشتی جانشین اول شیخ اور جملہ روسائے شیخیہ رکنیہ کرمان اور جملہ روسائے شیخیہ احقاقیہ اور جملہ مقلدین شیخ اس بات پر متفق ہیں کہ مذکورہ علماء اعلام و مجتہدین عظام نے مذکورہ کتابیں جو ۱۲۳۱ھ اور سنہ ۱۲۳۶ھ کے درمیانی عرصہ میں لکھی گئی تھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ملاحظہ و مطالعہ و مباحثہ کرنے کے بعد اجازے دیئے تھے۔

قارئین محترم! اب ہم اس مقام پہ آپہنچے ہیں کہ جہاں قارئین کرام کو اپنی قوت فیصلہ اور قوت انصاف کا ثبوت دینا ہے۔ لہذا اپنے حواس کو مجتمع کرکے اور اپنے ہوش کو تمام تر متوجہ کرکے اس نکتہ پہ غور کرنے کے بعد فیصلہ دیجئے۔ اور وہ نکتہ یہ ہے کہ مذکورہ علمائے اعلام و مجتہدین عظام جن کے اجازوں کا سنہ ۱۲۳۱ھ سے سنہ ۱۲۳۶ھ کے بعد شیخ کی کتابوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد دیئے جانے کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ ان علماء اعلام و مجتہدین عظام میں سے کوئی بھی ۱۲۳۱ھ کے بعد اس دنیائے فانی میں موجود نہیں تھا۔ بلکہ سب کے سب

سنہ ۱۲۳۱ھ سے پہلے پہلے ہی اس دار فانی سے کوچ کر گئے تھے۔

مرزا حسن الحائری الاحقاقی ساکن کویت متولی درس آل محمد فیصل آباد پاکستان اپنی کتاب "الدین بین السائل والمجیب" کے صفحہ ۱۱ پہ تحریر فرماتے ہیں۔

"من اراد ان یطلع علی اجازات الشیخ مفصلاً فلیطالع کتاب اجازاته"

یعنی جو شخص یہ چاہے کہ شیخ کے اجازوں پر مفصل طور پر آگاہ ہو تو اس کو چاہیئے کہ اس کے اجازوں کی کتاب کتاب اجازات الشیخ احمد الاحسائی کا مطالعہ کرے۔

بالکل ٹھیک آیئے دیکھتے ہیں کہ کتاب اجازات الشیخ احمد الاحسائی میں ان علماء اعلام اور مجتہدین عظام کا سن وفات کیا لکھا ہے۔ کتاب اجازات الشیخ ہمارے پیش نظر ہے ہم اس سے مذکورہ علماء کا سن وفات ایک گوشوارہ کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔

نمبر شمار	نام اجازہ دہندہ	سن وفات	حوالہ صفحہ کتاب اجازات
۱	الشیخ احمد الدمستانی	۱۲۰۵ھ	۱۱
۲	مرزا مہدی شہرستانی	۱۲۱۶ھ	۱۷
۳	السید علی طباطبائی	۱۲۲۱ھ	۲۱
۴	السید مہدی طباطبائی بحر العلوم	۱۲۱۲ھ	۲۷
۵	الشیخ جعفر نجفی	۱۲۲۸ھ	۳۵
۶	الشیخ حسین آل عصفور	۱۲۱۶ھ	۴۱

مذکورہ علماء اعلام و مجتہدین عظام کے سن وفات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کتاب اجازات میں بھی یہی لکھا ہے۔ محمد حنیف سابقی وکیل مدافعہ شیخ نے اپنی

کتاب عبقریۃ الشیخ الاحسائی میں بھی ان کا سن وفات یہی لکھا ہے۔ دکیل مدافعِ شیخ آغا عبدالحسین مبین سرحدی نے بھی ان علما کا سن وفات یہی لکھا ہے۔ اور تاریخ کی مشہور کتاب منتخب التواریخ میں بھی ان علماء عظام و مجتہدین عظام کا سن وفات یہی لکھا ہے۔

قارئین محترم! بس یہی فیصلہ کا مقام ہے کہ وہ علمائے اسلام و مجتہدین عظام جو سب کے سب ۱۲۳۱ھ سے پہلے پہلے مر چکے ہیں شیخ کی ان کتابوں کو جو ۱۲۳۱ھ کے بعد لکھی گئی دیکھ کر کس طرح اجازہ دے سکتے ہیں؟ کیا فیصلہ ہے آپ کا؟ مذکورہ کتابوں کا سن تالیف اور ان مجتہدین عظام کا سن وفات بار بار پڑھیے اور فیصلہ کیجیے۔ یقیناً ہر صاحب فہم، ہر صاحب عقل اور ہر منصف مزاج قاری یہ فیصلہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مذکورہ حقائق کی روشنی میں ان اجازوں کو سچا نہیں کہا جا سکتا۔ یقیناً یہ سب کے سب اجازے گھڑے ہوئے ہیں۔ جعلی ہیں۔ اور جھوٹے ہیں۔ اور رؤسائے شیخیہ اپنے شیخ کے کفر کے دفاع میں مدتوں کے مرے ہوئے علمائے اسلام و مجتہدین عظام کے نام سے منسوب کر کے ان گھڑے ہوئے جعلی جھوٹے اور وضعی اجازوں کو دکھا دکھا کر اپنے شیخ کا انتہائی بودا دفاع کرتے ہیں اور بعض شیعہ مصنفین و مورخین کے پاس چونکہ رؤسائے شیخیہ کی مذکورہ تمام کتابیں نہیں تھیں جو اصل حقیقت پر پوری روشنی ڈال سکتی تھیں۔ لہٰذا وہ ان اجازوں کو "اگر" اور "مگر" کے ساتھ یوں تسلیم کرتے تھے کہ اگر واقعاً یہ اجازے ہمارے ان بزرگ علماء اعلام و مجتہدین عظام نے دیئے ہیں تو یہ اوائل امر میں دیئے ہوں گے۔ آخر امر میں جو خرافات و کفریات شیخ نے بیان کئے ہیں ان کو دیکھ کر ہرگز ہرگز یہ بزرگ علماء شیخ کو یہ اجازے نہیں دے سکتے تھے۔ فاضل العلامہ محسن الامین العاملی نے بھی اپنی کتاب اعیان الشیعہ میں اسی مذکورہ احتمال کو مدنظر رکھ کر وہ بات کہی تھی جس کا بیان مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی نے "فی الانتقاد علی اعتراضات العاملی" میں کیا ہے اور یہی احتمالات دوسرے

سیرت نگاروں کے مدنظر رہے ہیں۔ چنانچہ آقائے۔ ا۔ح۔ یعقوانی۔ اپنی کتاب "ایدئت شیخی گری" کے ص ۳۵ پر کسی استاد سے نہ پڑھنے اور ان اجازوں کے سلسلے میں تین احتمالات اس طور پر پیش کرتے ہیں۔

۱۔ او با کمال جدیت زحمت بیکشیده و درس می خوانده و در حدود خودش یک فرد زحمت کش۔ درس خواں ولی ریاست طلب بوده خودش یا شاگردانش میخواہند او را مانند پیامبر اسلام امی نخوانده معرفی کنند۔

۲۔ چوں درس نخوانده بود، دلبیوا و بوده ازان طرف اسیر مقام و شخصیت بود و میخواست یک مدرک علمی از مرجع عالی قدری مانند سید مہدی بحر العلوم بدست بیاورد برائے این منظور دست بیک سرقت زده و بنام خود تکلید او کرده است و این نحوه [illegible] اوان است۔

[illegible] ب درشرع است ملکہ بوساطت بعضی از محرمین [illegible] گریستہ است و اجازه روایت فقط توثیق میخواہد و اگر راستی شیخ از چنین تالیفی برخوردار بود قاعدتاً باید تقاضای اجازہ اجتہاد کند نہ اجازه روایت؛ اجازه روایت را یک مقدس باسواد بازاری ہم میدہند و شرط اجازه روایت ہمہ اش اجافتست بلکہ امین بودن و ثاقت است۔

ا۔ اس وسیع احمد احسائی نے ایک عام طالب علم کی حیثیت سے کہیں پر انتہائی محنت اور مشقت کر کے تحصیل علوم کی ہے۔ لیکن چونکہ ریاست طلب تھا لہٰذا یا تو وہ خود ہی یا اس کے شاگرد چاہتے یہ ہیں کہ پیامبر امی اسلام صلے اللہ علیہ و آلہ کی طرح یہ ظاہر کریں کہ اس نے یہاں آ کر کسی دنیاوی استاد سے نہیں پڑھا۔

۲۔ یہ کہ چونکہ اس نے کسی استاد سے علم حاصل نہیں کیا تھا۔ اور کسی عالم کے سامنے زانوئے تلمذ طے نہیں کیا تھا۔ اور بے علم تھا۔ اور دوسری طرف مقام و شخصیت و مرتبہ کا خواہاں تھا۔ اور یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح مرجع عالیقدر مثل سید مہدی بحرالعلوم کا کوئی علمی تصدیق نامہ اجازہ یا سرٹیفکیٹ ہاتھ آ جائے لہٰذا اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے کسی کا حاصل کردہ اجازہ چوری کر کے اس میں اپنا نام بدل کر لکھ لیا اور اس قسم کی علمی چوریاں فراوان ہیں۔

یہاں پر یہ امر مدنظر رہے کہ آقائے لیقوانی شیخ عبداللہ کی تحریر کردہ سوانح حیات میں بیان کردہ صرف اس اکلوتے اجازے کے بارے میں اپنے احتمالات کا بیان کر رہے ہیں جس کا مفصل بیان ہم نے اوراق سابقہ میں "پہلا ناکردہ فرضی سفر اور اکلوتا جعلی اجازہ" کے عنوان کے تحت کیا ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ شیخ عبداللہ نے اور کوئی اجازہ تحریر نہیں کیا ہے۔ لہٰذا اور کوئی دوسرا اجازہ ان کے مدنظر نہیں ہے۔ اور نہ ہی انہوں نے اور کسی اجازے پر اپنی رائے ظاہر کی ہے اور نہ ہی ان کے بارے میں کوئی احتمال پیش کرنے کی ضرورت ہوتی۔ مگر ہمارے پاس اصل کتاب اجازات شیخ احمد احسائی موجود ہے جس میں شیخ کے تمام اجازے درج کئے گئے ہیں۔ لہٰذا ہم نے مفصل و مکمل طور پہ ان تمام اجازوں پہ تحقیق پیش کی ہے۔ بہر حال وہ اس کے بعد تیسرے احتمال میں فرماتے ہیں کہ

۳۔ یہ کہ اصولاً یہ مطلب سرے سے ہی جھوٹا ہے بلکہ بعض محققین کی وساطت سے اجازہ روائتی حاصل کیا ہے اور اجازہ روائیت میں صرف توثیق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر واقعتاً شیخ کی کوئی ایسی تصنیف تھی تو اس کو اجازہ اجتہاد طلب کرنا چاہئے تھا۔ نہ کہ اجازہ

روایت' اور اجازہ روائیت کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ کسی بھی عام مقدس بازاری و صاحب علم کو بھی دیا جا سکتا ہے۔ اور اجازہ روائیت میں اس کا کامل طور پہ عالم ہونا شرط نہیں ہے۔ بلکہ امانت دار ہونا اور ثاقت ہے۔

اس مقام پر ہم یہ یاد دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ بعض مصنفین نے مذکورہ احتمالات جیسے احتمالات صرف اس لئے لکھے ہیں کیونکہ رو سائے شیخیہ نے شیخ کے اجازوں کا خوب ڈھنڈورا پیٹا ہے۔ اور اس بات کو خوب شہرت دی کہ مذکورہ علمائے اعلام نے ان کے شیخ کو یہ اجازے دیئے ہیں چونکہ ان مصنفین کے پاس نہ شیخ کی کتاب اجازات تھی۔ (چونکہ یہ بعد میں چھپی اور پوشیدہ رکھی گئی) نہ شیخ عبداللہ کی تحریر کردہ شرح احوال شیخ تھی۔ نہ رو سائے شیخیہ احقاقیہ کی شیخ کی سیرت سے متعلق کوئی تحریریں تھیں۔ لہٰذا جب انہوں نے شیخ کے تجربات اور ان کے باطل عقائد پہ اطلاع پائی اور شیخ کے اجازوں کا قصہ سنا تو انہوں نے شیخ کے اجازوں کے بارے میں مذکورہ احتمالات تحریر کئے۔ اگر ان مصنفین کے پاس مذکورہ کتابیں ہوتیں تو مذکورہ احتمالات میں سے کوئی احتمال بھی پیش نہ کرتے۔ بلکہ حتماً و یقیناً یہ فیصلہ کر سکتے کہ یہ اجازے بالکل جھوٹے ہیں۔ جعلی ہیں۔ وضعی ہیں۔ خود ساختہ ہیں۔ اور گھڑے ہوئے ہیں۔ البتہ اگر کوئی احتمال کیا جا سکتا ہے تو صرف یہ کہ جس طرح شیخ نے آئمہ اطہار علیہم السلام کے اس دنیائے فانی سے تشریف لے جانے کے ایک ہزار سال بعد خواب میں آئمہ اطہار سے اجازے لینے بیان کئے ہیں۔ اسی طرح ان علماء اسلام و مجتہدین عظام سے بھی ان کے مرنے کے عرصوں بعد خواب میں ہی اجازہ کا ملنا اپنے کسی مرید سے بیان کیا ہو۔ یا کسی سے ایسے اجازہ کا ذکر کیا ہو اور آگے چل کر شیخ کے مریدوں نے اس خواب میں دیکھے ہوئے اجازے کو الفاظ کا جامہ پہنا کر صفحۂ قرطاس پہ منتقل کر دیا ہو۔ اور یوں یہ جعلی یا خواب میں دیکھے ہوئے اجازے معرض وجود میں آ گئے ہوں۔ اور

چونکہ حقائق کی روشنی میں شیخ کے خواب اور اس کے خواب میں آئمہ اطہار علیہم السلام
سے حاصل کردہ اجازے خود ایک من گھڑت افسانہ ہیں۔ لہٰذا اگر مذکورہ علماء اعلام
و مجتہدین عظام سے بھی اسی طرح خواب میں اجازے حاصل کرنے کا کسی مرید نے
بیان کیا ہو تو ان کا من گھڑت ہونا محتاج ثبوت نہیں ہے۔ یہ بات بھی مدنظر رہے
کہ یہ ساری بحث شیخ کے اجازہ روایت کے بارے میں ہے جس کی کوئی اہمیت
بھی نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک اجازہ اجتہاد کا تعلق ہے تو روسائے شیخیہ
میں سے بھی آج تک کسی نے شیخ کے لئے کسی مجتہد شیعہ سے اجازہ اجتہاد
کے حصول کا دعوے نہیں کیا ہے۔ اور نہ ہی ان کی کسی کتاب میں اس کا کہیں
ذکر ہے۔ مگر مدعی سست گواہ چست، یا ماں سے زیادہ چاہے سو پھاپھا کٹنی
کہلاؤں۔ ہمارے بھائی سید شاہد حسین زیدی دریا خان سے "درنجف" میں
تذکرہ علمائے امامیہ یا توہین علماء امامیہ کے عنوان کے تحت" درنجف ۱۹۸۳
فروری ۱۹۸۳ء کے صـ۲ پر یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"اور سنو شیخ احمد احسائی اعلیٰ مقام کو سند اجتہاد نجف کے علماء نے
دی۔" میرے بھائی آخر گمراہی کی کوئی حد ہوتی ہے۔ اگرچہ شیخیوں نے پاکستان
کے سادہ لوح اور بے خبر شیعہ عوام کو گمراہ کرنے میں حد کر دی ہے۔
مگر آپ تو اس حد سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ اور جس بات کا دعوے
خود شیخ نے نہ کیا۔ جس بات کا دعوے روسائے شیخیہ رکنیہ کرمان میں سے
کسی نے نہیں کیا۔ اور جس بات کا دعوے روسائے شیخیہ احقاقیہ کویت
میں سے کسی نے نہیں کیا، آپ وہ دعوے لے کر اب کھڑے ہو رہے ہیں۔
اب ہم کیا عرض کریں اپنے حق میں آپ خود ہی انصاف کریں۔ اور
قارئین جو فیصلہ چاہیں کریں۔

شیخ عبداللہ نے

صرف ایک اجازہ روایت کا افسانہ کیوں گھڑا؟

اور کاظم رشتی نے چھ مجتہدین عظام کے اجازوں کا افسانہ کیوں گھڑا؟

اور تحقیق تکفیر شیخ احمد احسائی

قارئین محترم! اب ہم انتہائی حساس ترین مقام پر پہنچ گئے ہیں اور
تحقیق کے میدان میں اس نازک ترین مقام میں قدم رکھ رہے ہیں جس کو دیکھ
کر یا سن کر یا پڑھ کر شیخیوں کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ ان کی
آتش انتقام بھڑک اٹھتی ہے۔ دماغ ان کا آؤٹ ہو جاتا ہے۔ اور زبان بے
لگام ہو جاتی ہے۔ اور یہ شیخ کی تکفیر کا بیان ہے۔ کیونکہ شیخ احمد احسائی
کی سوانح حیات اور اس کی تکفیر کا بیان ایسا لازم و ملزوم ہو گیا ہے کہ خود
شیخ احمد احسائی کے کسی معتقد کے لئے بھی ناممکن ہے۔ یہ بات کہ وہ شیخ
احمد احسائی کی سوانح حیات قلمبند کرے اور اس کی تکفیر کا بیان نہ کرے
فرق صرف اتنا ہے کہ شیخ احمد احسائی کے معتقدین میں سے جو بھی کوئی اس کی
سوانح حیات قلمبند کرے گا وہ تو وکیل صفائی کے طور پر اس کی تکفیر کا بیان
کرے گا۔ لیکن ایسا سوانح نگار جس کو شیخ کے ساتھ کسی قسم کی عقیدت نہ ہو

وہ اس کی تکفیر کا ذکر حقیقت کے طور پر اور ایک امر واقعہ کے طور پر کرے گا۔ اور جیسا کہ ہم آغاز میں عرض کر چکے ہیں کہ اس کتاب میں شیخ کے عقائد باطلہ اور فاسد افکار و نظریات کی بحث نہیں کی جائے گی۔ اور نہ ہی اس کتاب میں اتنی گنجائش ہے کہ ہم اس میں موجبات تکفیر شیخ پر بحث کریں۔ اس مقصد کے لئے ہماری دوسری کتابوں "نور محمد صلے اللہ علیہ و آلہ اور نوع نبی و امام" اور "الفرق بین الشیعۃ الحقیقۃ والشیخیۃ المفسد" کی طرف رجوع کریں۔

اس کتاب میں شیخ کی تکفیر کا بیان صرف ایک امر واقعہ کے طور پر کیا جائے گا۔ کہ شیخ کی تکفیر کی گئی اور علمائے اسلام و مجتہدین عظام ایران و عراق نے شیخ احمد احسائی کو کافر قرار دیا۔ اس بات کے ثبوت کے لئے ہم حسب وعدہ کسی شیعہ مصنف کے بیان کو بطور ثبوت پیش نہیں کریں گے۔ بلکہ رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی کے بیان کردہ اصول سیرت نگاری کے مطابق صرف ان شیخی کتابوں سے بیان کیا جائے گا۔ اور اس سلسلے میں شیخیہ رکنیہ کرمان اور شیخیہ احقاقیہ کویت دونوں کی ہی کتابوں سے اس حقیقت کا بیان ہو گا۔

پس سب سے پہلے شیخیہ رکنیہ کرمان کے رئیس و سربراہ مرزا محمد کریم خان کرمانی کا بیان ان کی کتاب ہدایت الطالبین کے صفحہ ۱۱۹ سے ملاحظہ کیجئے۔ شیخ کی پہلی مصیبت کا بیان اس کتاب سے معاشرت خلق کے بارے میں اوراق سابقہ میں بیان ہو چکا ہے۔ اب دوسری مصیبت کا بیان ہوتا ہے کہ:۔

یاری و دیگر از محنت ہائے ایشان بود کہ بعد از عدم معاشرت از ایشان قبول نکردہ بلکہ تکفیر ایشان کردند و بر ایشان رد کردند و بازاینکہ انکار فضائل آل محمد ہم کردند و مردم را از اقرار بفضائل باز داشتند چرا کہ ایشان چیزی از خود نمی گفتند و فضل کسی دیگر را ذکر نمی فرمودند بلکہ علم آل محمد را علیہم السلام و فضائل

ایشان را می گفتند۔

یعنی شیخ احمد احسائی کی مصیبتوں میں سے دوسری مصیبت یہ تھی کہ عدم معاشرت خلق کے بعد ان کی تبلیغ کو اور ان کے افکار و نظریات و عقائد کو کسی نے قبول نہ کیا۔ بلکہ ان کی تکفیر کی۔ ان کو کافر گردانا۔ اور ان کے افکار و نظریات و عقائد کو رد کر دیا۔ اور پھر آل محمد کے فضائل کا بھی انکار کر دیا۔ اور لوگوں کو فضائل آل محمد کا اقرار کرنے سے روک دیا کیونکہ وہ خود اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہتے تھے۔ اور کسی اور کی فضیلت بیان نہیں کرتے تھے۔ بلکہ علم آل محمد اور ان کے فضائل کا بیان کرتے تھے۔

معلوم نہیں پاکستان کے شیعہ عوام روسائے شیخیہ کے اس قول کا کیا مطلب لیتے ہیں "پھر آل محمد کے فضائل کا بھی انکار کر دیا۔ اور لوگوں کو فضائل آل محمد کا اقرار کرنے سے روک دیا"۔

کیا کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف کے شیعہ علماء اعلام و مجتہدین عظام اور سب کے سب شیعہ عوام آل محمد کے فضائل کے منکر تھے؟ اور شیخ احمد احسائی فضائل آل محمد بیان کرنے والا تھا؟

یا وہ شیخ کے باطل افکار و فاسد نظریات کو حقائق ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ آپ کی مرضی ہے جو چاہے فیصلہ کریں!

اس کے بعد کریم خان کرمان یوں کہتا ہے۔

"و محنت دیگر آنکہ مجلس را برپا کردند و آن کتاب را تالیف کردند و در عصرہا در آن مجلس جمیع آئین می خواندند و ایشان را لعن و طعن و تکفیر می کردند۔

و محنت دیگر آنکہ ہر کس می رسیدند آن منافقین می دیدند کہ طبع او را از چہ بسیار منافرت دارد جہاں را نسبت باں بزرگوار میدادند تا او خوب وحشت کند و از محض قلب و طبع ایشان را تکفیر کند۔"

اوران کی تیسری مصیبت یہ تھی کہ انہوں نے مجلس منعقد کی اور ایک کتاب تالیف کی، اور روزانہ عصر کے وقت اس مجلس جہنم آئین میں اس کتاب کو پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سناتے تھے اور وہ شیخ پر لعنت بھیجتے تھے اور طعن کرتے تھے اور اس کی تکفیر کرتے تھے۔

اور چوتھی مصیبت یہ تھی کہ وہ لوگ جس کے پاس جاتے تھے اور وہ منافقین یہ دیکھتے تھے کہ اس کی طبیعت کس بات سے زیادہ نفرت کرتی ہے تو اسی بات کو شیخ کی طرف منسوب کر دیتے تھے تاکہ وہ شیخ سے خوب وحشت کرے۔ اور صمیم قلب کے ساتھ شیخ کی تکفیر کرے اور شیخ کو کافر مانے۔

قارئین محترم! یہ بیان کسی شیعہ عالم کا نہیں ہے۔ اور ہمارے بھائی سید شاہد حسین صاحب زیدی ساکن دریا خان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ بیان خالصی کا بھی نہیں ہے جس کی انہوں نے اپنے در نجف میں شائع کردہ مضمون میں گردان کی ہے بلکہ یہ بیان رئیس شیخیہ رکنیہ کریم خانیہ کرمان محمد کریم خان کرمانی کا ہے۔ اور خالصی کی پیدائش سے تقریباً سو سال پہلے کا ہے۔ ہم اس بیان پر کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتے کیونکہ ابھی بیانات کا سلسلہ جاری ہے اور کافی بیانات قابل تحریر ہیں۔ لہذا ہم اب ان میں سے رئیس شیخیہ احقاقیہ کویت کا بیان پیش کرتے ہیں۔

مرزا حسن الاسکوئی الحائری الاحقاقی رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت متولی درس آل محمد فیصل آباد پاکستان اپنی کتاب الدین بین السائل والمجیب کے ص۱۱۶ سطر ۴ تا ۱۲ پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے شیخ کے مصائب کا بیان یوں تحریر فرماتے ہیں۔ عکس اصل عبارت یہ ہے۔

جواب:

لقد واجه قدس الله سره أعظم المصاعب وأشد المصائب الا وهي مصيبة التكفير وقد رماه الحاسدون بالكفر اتهموه بالغلو في حق المعصومين عليهم السلام وبانكار المعاد الجسماني والمعراج الجسماني

وانكار شق القمر افتراءا عليه وحاشاه من كل ما رموه به وسموا تلامذته واتباعه بالشيخية والكشفية، كما سميت الشيعة بالترابية والرافضية. وقصته أعلى الله مقامه وقصة تلاميذه مع المخالفين طويلة وعريضة. فمن أراد الاطلاع عليها مفصلا مشروحا فعليه بكتاب دليل المتحيرين الذي ألفه تلميذه الارشد السيد كاظم الرشتي قدس الله سره.

یعنی شیخ احمد احسائی نے عظیم سختیاں جھیلیں اور شدید مصیبتیں برداشت کیں۔ اور ان میں سے شدید ترین مصیبت شیخ کی تکفیر تھی۔ حاسدوں نے اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ اور اس پر معصومین علیہم السلام کے بارے میں غلو کا اتہام عائد کیا۔ اور اس کو معاد جسمانی کے انکار، معراج جسمانی کے انکار اور شق القمر کے انکار کا ملزم گردانا۔ حالانکہ جتنے بھی الزام اس پر عائد کئے گئے وہ انکار ثابت نہیں ہوا تھا۔ اور انہوں نے شیخ کے شاگردوں اور اس کی پیروی کرنے والوں کا نام شیخیہ اور کشفیہ رکھا۔ جیسا کہ شیعوں کو ترابی اور رافضی کہا جاتا ہے۔ اور شیخ احمد احسائی اور ان کے شاگردوں کا قصہ مخالفین کے ساتھ بہت طویل و عریض ہے۔ جو شخص مفصل طور پر اور مکمل و شرح طور پر پڑھنا چاہے وہ شیخ کے شاگرد ارشد سید کاظم رشتی کی لکھی ہوئی کتاب دلیل المتحیرین کا مطالعہ کرے کہ اسی میں سید کاظم رشتی نے بڑی تفصیل کے ساتھ اور پوری تشریح کے ساتھ شیخ کے کافر قرار دیئے جانے کا واقعہ تحریر کیا ہے۔

قارئین محترم! آیئے اب دیکھئے کہ سید کاظم رشتی دلیل المتحیرین میں کیا کہتا ہے۔ کاظم رشتی دلیل المتحیرین کے ص۳ سطر ۱۲ تا ۱۷ پر "صدور مبادی الاختلاف" کے عنوان کے تحت لکھتا ہے۔ عکس عبارت یہ ہے۔

صدور مبادى الاختلاف

"واعلم انه لما تكررت زيارة الشيخ المرحوم المطاب ثراه الى ... ورجوعه الى مسكنه الذي هو كرمانشاه كانت ثائرة الاختلاف مطفوءة وعيون النفاق راقدة . ولا يمكن تفصيل ذلك ..."

یعنی معلوم ہو کہ جب تک شیخ کرمان شاہ میں مقیم رہا اور عتبات عالیات کی زیارت

کے لئے آتا جاتا رہا اور اپنے مسکن کرمان شاہ واپس لوٹتا رہا۔ اس وقت تک مخالفت کی آگ بالکل سرد تھی۔ اور نفاق کے چشمے بالکل خشک تھے۔ اور ان جناب کی فضیلت میں لوگوں کی زبانیں رطب اللسان تھیں۔

قارئین محترم! اس بیاق میں کاظم رشتی کنایہ چاہتا ہے کہ شیخ احمد احسائی جب تک کرمان شاہ میں مقیم رہا اور زیارت کے لئے کربلا و نجف جاکر ایک زائر کی طرح واپس لوٹ آتا رہا۔ اس وقت تک کوئی مخالفت نہ تھی۔ لیکن جب شیخ نے کربلا اور نجف اشرف میں قیام کرنے اور اس مقام مقدس کو وطن بنا کر مجاورت کرنے کا ارادہ کیا تو کربلائے معلی کے سب منافقین یعنی شیعہ علمائے اعلام اور مجتہدین عظام اور سارے شیعہ عوام حرکت میں آگئے کہ اب یہ ہماری اجارہ داری بنائے گا اور ہمارے رزق میں حصہ دار بن جائے گا۔ لہٰذا شیخ پر تکفیر کا فتویٰ لگا دیا۔

بہرحال اس کے بعد کاظم رشتی دلیل المتحیرین کے ص ۲۹ سطر ۲ تا ۷ پر یوں لکھتا ہے۔ (عکس ملاحظہ ہو)

فلما استقر به الجلوس بعد مدة مديدة ، تحرك اهل الشقاق ، والذين في قلوبهم مرض النفاق ، وعلى العداوة مع آل الله اهل الاتفاق اتوا الى جناب السيد المهدي السيد مهدي بن المرحوم المبرور المغفور السيد علي تغمده الله بغفرانه ، واوصلوا الى [illegible] وشبهوا له واتوا ببعض العبارات المحذوفة الاول والآخر والوسط والعبارات التي لا انس لهم بها ، ولا معرفة لهم باصطلاحها فذكروا له غير المراد واظهروا الضغائن المستكنة في الفؤاد خوفا على دنياهم الدنيه

یعنی جب شیخ کو کچھ عرصہ کربلائے معلی میں رہتے ہوئے گزر گیا تو کربلائے معلی کے اہل شقاق یعنی تمام شیعہ علمائے اعلام و مجتہدین عظام اور شیعہ عوام جن کے دلوں میں مرض نفاق تھا اور آل اللہ کے مخالف تھے۔ وہ سب کے سب جناب السید مہدی السید مہدی کے پاس جمع ہوتے اور ان کو مشتبہ کر دیا اور شیخ کی عبارتیں جو اول و آخر و وسط سے حذف کرکے لائے تھے ان کو دکھائیں

اور شیخ کی وہ عبارتیں ان کے سامنے پیش کیں جن سے وہ مانوس نہیں تھے اور ان اصطلاحوں کی ان کو معرفت نہیں تھی۔ پس انہوں نے ان کے سامنے ان عبارات کے ایسے معنی بیان کئے جو شیخ کی مراد نہیں تھے۔ اور انہوں نے اپنے دلوں میں چھپے ہوئے کھوٹ کو ظاہر کر دیا۔ چونکہ وہ ڈرتے تھے کہ کہیں شیخ کربلا رہنے سے ان کا رزق اور روزینہ ختم نہ ہو جائے۔

کاظم رشتی نے اپنی اس تحریر میں اپنے مکتوب الیہ کو مطمئن کرنے کے لئے کس طرح سنوار کر باتیں بنائی ہیں۔ وہ تو خود قارئین کرام کے غور کرنے سے سمجھ میں آسکتی ہیں۔ لیکن ایک بات جس کی ہم خاص طور پر نشاندہی کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ کاظم رشتی کے اس بیان سے یہ ثابت ہو گیا کہ السید مہدی السید مہدی اس وقت کربلائے معلیٰ میں مرجع عالی قدر شیعان جہان تھے لہٰذا سب علماء و مجتہدین انہی کے پاس آتے اور شیخ کی تکفیر کا فتویٰ لینے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور کوئی شیعہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ کوئی بھی مرجع عالیقدر شیعان جہان بغیر سوچے سمجھے کسی کے خلاف کفر کا فتویٰ دے سکتا ہے۔

بہرحال اس کے بعد ص ۲۱ سطر ۲ تا ۸ پر یوں لکھتا ہے۔

(والناس اهل الشرور والمفاسد يطلبون الفتنة ، ويحبون وقوع الفتنة ، ربما يصيبهم بعض المنال الدنيوي والعرض الزائل الذي ما له الجبران ، وعاقبته الحرمان . فلما اظهر جناب السيد الاعراض وتفوه بكلمات لم تناسبه زادوا في كلماته كلمات وفي عباراته عبارات ، وشهروها بين العوام ونشروها عند الطغام . فثارت نائرة الفتنة وهاجت اعصار المحنة . وشهروا عند الخلق من العوام من الرجال والنساء ان الشيخ احمد قد كفر

اور لوگ اہل شر و ریں اور فسادی فتنہ پرور ہیں۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ فتنہ و فساد برپا ہو تاکہ وہ کچھ دنیاوی مال و منال حاصل کر سکیں جس کا

نتیجہ صرف خسارہ ہے اور عاقبت محرومی ہے جب جناب سید مہدی نے اعتراض کا اظہار کیا اور ایسے کلمات منہ سے نکالے جن کا نکالنا ان کے لئے مناسب نہیں تھا تو ان کی باتوں میں مزید باتیں ملا کر اور ان کی عبارتوں میں مزید عبارتیں شامل کر کے عوام میں خوب مشہور کیا اور فسادیوں اور سرکشوں میں ان کو خوب نشر کیا۔ پس اس سے فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی اور انہوں نے تمام خلق کے درمیان اس بات کو شہرت دے دی اور کل عوام میں مردوں میں، عورتوں میں سب میں یہ مشہور کر دیا کہ "ان الشیخ احمد قد کفر" کہ شیخ احمد کافر ہو گیا ہے۔

قارئین محترم! اور میرے عزیز بھائی سید شاہد حسین زیدی اس مقام پہ توجہ ہو لگے! کہ یہ شیخ احمد احسائی کے سانحے کا واقعہ ہے اس وقت مزید حقیر سید محمد حسین زیدی موجود تھا۔ نہ ہی حجۃ الاسلام سرکار علامہ الشیخ محمد حسین صاحب قبلہ مدظلہ العالی اس عرصہ شہود میں تشریف لائے تھے۔ نہ خالصی نے اس دنیا میں قدم رکھا تھا۔ نہ بہبہانی نے ابھی اس دنیا کی صورت دیکھی تھی۔ نہ آقائے روحانی قمی ابھی پیدا ہوئے تھے۔ کربلا آباد تھی۔ اور خاص الخاص شیعان حقہ جعفریہ اثنا عشریہ وہاں پر سکونت پذیر تھے۔ علم و عمل کا دور دورہ تھا۔ مرجع عالی قدر شیعان جہان السید محمد مہدی ابن سید علی صاحب ریاض کربلائے معلے میں شیعوں کے مرجع اعظم تھے اور وہ سب کے سب حضرات جن کو کاظم رشتی نے اور دیگر رسالے شیخیہ نے فتنہ پرور، فسادی، جاہل، حاسد، منافق اور منکر فضائل آل محمد وغیرہ وغیرہ لکھا ہے سب کے سب شیعہ علمائے اعلام و مجتہدین عظام و روسائے اسلام تھے۔ ان کی حیثیت کا اندازہ خود کاظم رشتی کے اپنے بیان سے ہوتا ہے۔ جو اس نے دلیل التحیر میں اسی صفحہ سطر ۱۲ و ۱۴ پر یوں لکھا ہے۔

(عکس ملاحظہ ہو)

"ثم عقدوا مجلسا و احضروا اهل الحل والعقد و ثبتت اسمیهم باسمائهم. ولا أرماتت الى اشخاصهم. ولكن من امرهم قد تكرمت"

یعنی پھر انہوں نے ایک مجلس منعقد کی اور تمام اہل حل و عقد کو جمع کیا اور اگر میں چاہتا تو ان کے نام لکھ دیتا اور ان اشخاص کی نشاندہی کر دیتا۔ لیکن میں نے ازراہ تکریم اس امر سے پہلو تہی کی ہے۔

کاظم رشتی کے اس بیان سے ثابت ہوا کہ اس مجلس میں تمام اہل حل و عقد جمع ہوئے تھے یہ ہستیاں کوئی معمولی حیثیت کی مالک نہیں تھیں۔ بلکہ صاحب عزت و شرف و بزرگی و کرم تھیں۔ لیکن اس نے شیخ کی تکفیر کے سبب کاظم رشتی ان کو کبھی منافق کہتا ہے کبھی جاہل کہتا ہے کبھی حاسد کہتا ہے، کبھی فسادی کہتا ہے کبھی فتنہ پرور کہتا ہے۔ بہرحال اس کے بعد دیکھئے کہ کیا ہوا۔ اور کاظم رشتی کیا کہتا ہے دلیل المتحیر کے اسی صفحہ ۳ سطر ۲۲ منی ۲ صفحہ سطر ۱ تا ۷ پر یوں لکھتا ہے۔ جس کا عکس یہ ہے۔

(حتی ان شخصاً لا برد الله مضجعه ولا رزقه جنته قد كتب كتاباً، وذكر فيه المذاهب الباطلة من مذاهب الملاحدة والزنادقة والصوفية والغلاة والمفوضة، ومذاهب اهل التثليث، ومكائد اهل التلبيس كلها نسبها الى ذلك العالم الرباني والولي الصمداني، و كان له مجلس، عصر تجتمع الناس عنده، فيقرء عليهم ذلك الكتاب ويقول لهم بهذه العقائد اعتقادات الشيخ احمد الاحسائي، فتصيح الناس بالعنة الكبرى

یعنی یہاں تک کہ ایک شخص نے خدا اس کی قبر کو ٹھنڈا نہ ہونے دے اور اس کو جنت نصیب نہ کرے ایک کتاب تحریر کی اور اس میں تمام مذاہب باطلہ کا ذکر کیا۔ مذہب ملاحدہ۔ مذہب زنادقہ، مذہب صوفیہ، مذہب غلاۃ۔ مذہب مفوضہ مذہب نصاریٰ اور تمام اہل باطل کے مکائد کو تحریر کر کے سب کو اس عالم ربانی اور ولی صمدانی یعنی شیخ احمد احسائی کی طرف منسوب کیا کہ شیخ کے عقائد ان تمام

مذاہب باطلہ کے افکار وعقائد باطلہ کے موافق ہیں۔ اور وہ شخص عصر کے وقت ایک مجلس منعقد کرتا تھا جس میں کربلائے معلیٰ کے تمام شیعہ لوگ اس کے پاس جمع ہوتے تھے پس وہ ان کو وہ کتاب پڑھ پڑھ کر سناتا اور اس کے بعد یہ کہتا کہ یہ ہیں عقائد شیخ احمد احسائی کے پس لوگ چیختے تھے اور نعرے لگاتے تھے کہ شیخ احمد احسائی پر لعنت، شیخ احمد احسائی پر لعنت، شیخ احمد احسائی پر لعنت شیخ احمد احسائی پر لعنت۔

میرے بھائی سید شاہد حسین زیدی کو اور تمام شیعان پاکستان کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ واقعہ شیخ کے سامنے کا ہے جب کہ اس وقت زندگی کا باپ پیدا ہوا تھا۔ اور حاجی سید محمد حسین زیدی کا دادا پیدا ہوا تھا۔ اور یہ بات کسی مخالف شیخیہ شیعہ عالم کی بھی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ رئیس مذہب شیخیہ اور جانشین اول شیخ یعنی سید کاظم رشتی کی تحریر کردہ ہے۔

رہا شیخ کا مذکورہ عقائد باطلہ اور مذہب باطلہ سے موافق ہونا تو جس کا دل چاہے رؤسائے شیخیہ اور بانی مذہب شیخیہ کی کتابوں کے حوالہ سے مذکورہ حقیقت کے ثبوت کے لئے ہماری کتاب "نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ اور نوع نبی و امام" کا مطالعہ کرے۔ اور الفرق بین الشیعہ المحقہ والشیخیہ المفتقدہ۔ بہر حال اسی کتاب کے بارے میں کاظم رشتی دلیل المتحیرین کے صفحہ ۲۱،۲۲ پر اپنے شیخ کی کرامات کا بیان یوں تحریر کرتا ہے۔

وبالجملة: عقدوا مجلساً ليكتبوا سجلاً في تكفير ذلك العالم الرباني وينقشوا صحيفة في بطلان عقائد ذلك النور السبحاني. فلما ارادوا اجراء ذلك الامر الشنيع، وقعت زلزلة شديدة. فرقت جمعهم ولم يعهد وقوع الزلزلة قبل تلك الليلة في مشهد سيدنا الحسين عليه السلام بل في جميع العراق. تلك كرامة ظاهرة لكنه ما افادتهم كسنة من كان قبلهم. فاكثروا الاقاويل الباطلة والزور والبهتان والتمويه على الناس بعض الجائر حتى ادخلوها في قلوب العوام الذين كالانعام والهمج مردة ابليس.

یعنی بالجملہ انہوں نے ایک مجلس منعقد کی تاکہ شیخ احمد احسائی کی تکفیر کے بارے میں ایک دستاویز تحریر کریں اور اس نور سبحانی کے عقائد کے بطلان میں ایک کتاب لکھیں پس جب انہوں نے اس امر شنیع کے کرنے کی ابتداء کی تو ایک شدید زلزلہ آیا۔ جس سے وہ سب کے سب متفرق ہو گئے۔ اور اس سے پہلے مشہد سیدنا حسین علیہ السلام میں بلکہ عالم عراق میں کبھی زلزلہ نہیں آیا تھا۔ یہ شیخ کی ایک کرامت ظاہر تھی لیکن سنت قدیمہ کی طرح اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ پس شیخ کی بعض عیاروں کے بارے میں جھوٹ بہتان اور باطل اقوال کثرت سے پھیلا دیئے گئے۔ یہاں تک کہ وہ عوام کے دلوں میں جو مثل حیوانات کے ہوتے ہیں اور جو قوموں کے دلوں میں جو شیطان کا گروہ ہے خوب اچھی طرح داخل کر دیئے گئے۔ لیکن تعجب کا مقام یہ ہے کہ جب پہلی مرتبہ وہ دستاویز یا وہ کتاب یا وہ تحریر لکھنے بیٹھے تو شیخ کی کرامت ظاہر ہوئی۔ اور زلزلہ آگیا۔ لیکن جب دوسری دفعہ پھر لکھنے بیٹھے تو وہ کرامت ختم ہو گئی۔ اور کوئی زلزلہ نہ آیا حالانکہ اس کتاب کا حال اور اس کے لکھنے والے کے بارے میں اور اس کتاب کے مضامین سن کر کربلائے معلی کے شیعہ عوام کیا نعرے لگاتے تھے۔ کاظم رشتی کی کتاب دلیل المتحیرین کے صفحہ و سطر کے حوالہ سے سابقہ سطور میں بیان ہو چکا ہے۔ درآنحالیکہ شیخ احمد احسائی کربلائے معلی میں خود ان کے یہاں موجود تھا چنانچہ کاظم رشتی دلیل المتحیرین کے صفحہ ۲۲ سطر ۱۳ تا ۱۹ پر لکھتا ہے۔ عکس ملاحظہ ہو۔

وهو
اعلا الله مقامه بين اظهرهم، ويقول لهم يا قوم أما قتلتم بها وان ربكم الرحمان فاتبعوني، واطيعوا امري، فانا بريء من هذه العقائد فان وجدتموها في كتبي، فهذه كتبي حاضرة، فاحضروها بين ايديكم، واحضروني معها، وابين لكم معانيها واشرح لكم مبانيها، واعلموا اني ما اقول الا ما اتفقت عليه كلمة الشيعة، ولا ادين الا بما دانت به حملة الشريعة. ما قالوا آل محمد قلنا، وما دانوا به دنا.

یعنی شیخ احمد احسائی ان کے سامنے موجود تھا۔ اور ان سے کہتا تھا کہ اے قوم:

تم ان کے ذریعہ سے آزمائے گئے ہو اور تمہارا رب رحمان ہے۔ پس تم میری پیروی کرو اور میری اطاعت کرو پس میں ان عقائد سے بری ہوں۔ اگر تم نے ان عقائد کو میری کتابوں میں پڑھا ہے تو میں اپنی کتابیں تمہارے سامنے پیش کئے دیتا ہوں۔ اور خود تمہارے سامنے حاضر ہو جاتا ہوں۔ اور میں تمہارے سامنے ان کے معانی ظاہر کرتا ہوں۔ اور ان کی تشریح کر کے بتا دیتا ہوں کہ میری ان عبارتوں سے کیا مراد ہے۔ اور تم جان لو کہ میں وہی کچھ کہتا ہوں جس پر تمام شیعوں کا اتفاق ہے۔ اور جو ظاہر شریعت نے جو دین دیا ہے میرا دین وہی ہے جو کچھ آل محمد نے کہا ہے (خواب میں آکر) میں وہی کہتا ہوں اور جو دین انہوں نے بتلایا ہے میرا دین وہی ہے۔ یہاں تک کہ صـ۱۶۴ و صـ۱۶۵ پر لکھا ہے (عکس صـ۱۶۴ سطر آخر و صـ۱۶۵ سطر ۱، ۲ حسب ذیل ہے)

• فلم یلتفتوا الی قوله ... ولم یصغوا الی کلامه . وخالفوا قول الله سبحانه : (ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مؤمناً)

پس انہوں نے شیخ احمد احسائی کے اس بیان کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کی۔ اور اس کی بات پر ذرا بھی دھیان نہ دیا اور اللہ کے اس قول کی مخالفت کی کہ جو شخص تمہارے سامنے اپنا اسلام پیش کرے اس کو یہ مت کہو کہ تم مومن نہیں ہو یعنی شیخ چیختا رہا کہ میرا مطلب وہ نہیں ہے جو تم نے سمجھا ہے۔ اور شیخ چلاتا رہا کہ میری کتابوں میں لکھی ہوئی عبارتوں کا مفہوم وہ نہیں ہے کہ جو تم نے مراد لیا ہے لیکن کربلائے معلیٰ میں کسی نے بھی اس کی بات نہیں مانی اور اس کو کافر قرار دیا پھر کاظم رشتی اپنے شیخ کی فریاد و فغاں نقل کرتے کرتے دلیل المتحیرین کے صـ۱۶۵ سطر ۱۹ تا صـ۲۳ و صـ۱۶۵ سطر ۱ تا ۶ پر شیخ کی فریاد و فغاں کو یوں نقل کیا ہے۔

فهلا اطعتم الله فی قوله سبحانه وتعالی : (ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمناً) وها انا القی الیکم عقائد الاسلام وعقاید الایمان فهلا قال سبحانه وتعالی : (ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا باننا ما قالوا) ولم یقل بما کتبوا . هلا تراعون معی ظاهر الشریعة ؟ فستذکرون ما اقول لکم وافوض امری الی الله ان الله بصیر بالعباد فلم یلتفتوا الی قوله ولم یصغوا الی کلامه . واصروا واستکبروا استکباراً وازدادوا عتواً وعناداً ولم یحضروا معه : ولم یسألوا عنه ولم یلتفتوا الی قوله (وکتبوا فی البلدان الی رؤسائها واهل الحل والعقد ان الشیخ احمد کذا و کذا اعتقاده وشوشوا قلوب الناس وجعلوه فی الناس

یعنی شیخ نے ان سے کہا کہ تم نے اللہ تعالٰی کے اس قول کی پیروی کیوں نہ کی کہ جو کوئی تمہارے سامنے اپنا اسلام بیان کر دے تو تم اس کو یوں نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔ اور میں نے تمہارے سامنے اسلام کے عقائد بھی بیان کر دیئے ہیں اور ایمان کے عقائد بھی بیان کر دیئے ہیں۔ اور کیا اللہ سبحانہ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ بے شک انہوں نے کلمۂ کفر کیا اور جو کچھ انہوں نے زبان سے بیان کیا وہ انہوں نے کفر کیا ہے۔ خدا نے زبان سے کہنے کو کفر کیا ہے۔ اور زبان سے کافرانہ عقائد بیان کرنے والے کو کافر کہا ہے اور خدا نے یہ تو نہیں کہا ہے کہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس میں کفر کیا۔ "ولم یقل بما کتبوا" (قارئین کرام شیخ کی اس دلیل کو خاص طور پر غور فرمائیں کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کتابوں میں چاہے جتنا کفر بیان کرو پھر بھی کفر نہیں ہے۔ حالانکہ جو لکھا جاتا ہے وہ زبان سے پڑھا بھی جاتا ہے) بہرحال شیخ نے کہا کہ خدا نے یہ نہیں کہا کہ جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس میں کفر کیا۔ پس تم میرے ساتھ ظاہری شریعت کے مطابق رعایت کیوں نہیں کرتے اس کے بعد کاظم رشتی لکھتا ہے کہ۔

شیخ کی اس تمام فریاد و فغاں کے باوجود کسی نے بھی اس کی بات پر توجہ نہیں دی اور کسی نے بھی اس کے کلام پر دھیان نہ دیا۔ اور اپنی بات پر اصرار کیا اور تکبر کیا اور دشمنی اور عناد میں بڑھتے ہی چلے گئے۔ اور تمام ممالک میں اور تمام شہروں میں وہاں کے رؤساء کو اور تمام اہل حل و عقد کو خطوط لکھ لکھ کر

ارسال کئے کہ شیخ احمد احسائی کے ایسے ایسے اعتقادات ہیں۔ پس انہوں نے تمام لوگوں کے دلوں کو مشوش کر دیا۔ اور ان سب کو شک میں ڈال دیا۔ پھر "تعمدهم الافتراء وتفريق الكلمة" کے عنوان کے تحت کاظم رشتی دلیل المتحیرین کے ۳۲ سطر ۱۷ تا ۲۲ و ۳۳ سطر ۱ تا ۹ پر یوں لکھتے ہے۔ جس کا عکس یہ ہے۔

تعمدهم الافتراء وتفريق الكلمة

وشرح ذلك ، وبيان ماهنالك : أن القوم لما ابرزوا تلك العبارة حرفوها . وغيروها وبدلوها ، كسنة الذين من قبلهم من الذين يحرفون الكلم ، ونسخوها نسخاً كثيرة ، وسلموها بيد السوقة ، من بقال وعطار وخباز وسائر السفلة من طغام الاعوام ، وسلموا من تلك النسخ بيد النسوان ، وفسروها لهم بأقبح تفسير ، واشنع ت... ؛ وشهروها بين الناس . (ومشهد مولانا الحسين عليه السلام مختلف الزوار والمترددين من كل بلد ومكان

وحملوا تلك العبائر وتلك المعاني الفاسدة القبيحة في السنة كل صادر ووارد حتى اشتهرت وشاعت تلك الفضائح في الاطراف والاكناف وكان مولانا الشيخ أعلا الله مقامه بين أظهرهم في تلك الايام ، وانكر عليهم ، وانكر ان تكون معاني تلك الكلمات هي ... شهروها بين الناس ، وذكر ان تلك العبائر على طريقة العلماء من ... هذا الفن والشأن ، فلم يلتفتوا الى كلامه ، ولم يلتفتوا الى مقصوده ومرامه)

وقد نهاهم الشيخ الاجل ، والافضل الاكمل ، قدوة العلماء قدوة المجتهدين الفقهاء ، الشيخ موسى بن المرحوم الشيخ جعفر عن تلك الافعال القبيحة ، والاقوال الشنيعة ، فما انتهوا من نهيه ، واصروا على تشييع الفاحشة في الذين آمنوا ليستوجبوا بذلك العذاب الاليم في الدنيا والاخرة . ثم لما رآهم لا يرتدعون عن غيهم ولا يستطيعون عن اعوجاجهم . قال لي ذات يوم أعرض بخدمة الشيخ أن يكتب صريح العقائد الحقة التي هو عليها والتي هي مرجع تلك العبارات بصريح العبارة ويرشحه بخاتمه وآتني بالمكتوب حتى اطفي تلك النائرة . واسكن هيجان

تلك النائرة . لان المتكلم اذا بين مراده يجب تصديقه بالضرورة من الدين وهؤلاء الجماعة لا يخالفون الضرورة ولعلهم جاهلون بمراد الشيخ في الحقيقة . فاستحسنت رأيه واتيت الى مولانا الشيخ وعرضت بخدمته ما قال الشيخ موسى . فكتب اعلا الله مقامه في ساعته بخطه الشريف صريح العقائد . وأن جميع عباراته وكلماته ترجع الى هذا المعنى ، وتؤدي هذا المؤدى ، ورشحه بخاتمه . فاعطانيه : فاخذته وارسلته الى جناب الشيخ الشيخ موسى) . فاستحسنه وجعله عنده واراهم اياه وما زادهم الا نفورا واستكبارا في الارض ومكر السيء .

اور تفصیل و تشریح اس واقعہ کی یہ ہے کہ جب اس قوم نے ان عبارتوں کو نکالا تو ان میں تحریف کرکے اور ان کو تغیر دے کر اپنے سے پہلے تحریف کرنے والے لوگوں کی سنت کی مانند جو کلام خدا میں تحریف کرتے تھے بدل کر ان عبارتوں کی بے شمار نقلیں کیں۔ اور سبزی فروشوں میں، عطاروں میں، نانبائیوں میں اور ہر قسم کے پست اور بازاری لوگوں میں ان نسخوں کو تقسیم کیا۔ اور عورتوں میں وہ نسخے تقسیم کئے اور ان عبارتوں کی انتہائی قبیح تفسیر کی۔ اور بہت ہی بری تعبیر ان کلمات کی پیش کی۔ اور ان عبارتوں کی تمام لوگوں کے درمیان تشہیر کرائی اور حرم مقدس حضرت امام حسین علیہ السلام جو ہر ملک اور ہر شہر کے زواروں کی آمد و رفت کا مقام تھا۔ انہوں نے ان عبارتوں کو ان فاسد اور قبیح معانی کو ہر آنے جانے کی زبان زد کر دیئے۔ یہاں تک کہ یہ قبائح تمام اطراف و اکناف مشتہر و شائع ہو گئے۔ حالانکہ ان دنوں خود شیخ احمد احسائی ان کے سامنے وہاں پر موجود تھا اور ان کے سامنے یہ کہتا رہا کہ میری ان عبارتوں کا مطلب یہ نہیں ہے اور میرے ان کلمات سے میری مراد وہ نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو۔ اور جس کی تمام لوگوں کے درمیان تشہیر کی گئی ہے اور وہ یہ بیان کرتا رہا کہ یہ عبارتیں اس فن کے علماء کے طریقے پر بیان کی گئی ہیں لیکن کسی نے بھی اس کی باتوں پر کوئی دھیان نہ دیا۔ اور کوئی بھی اس کے مقصود و مرام کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ حالانکہ شیخ اجل شیخ موسیٰ بن شیخ جعفر نے ان کو ان افعال قبیحہ سے منع کیا لیکن وہ اس کے منع کرنے سے بھی نہ رکے اور اہل ایمان کے بارے

میں برائی پھیلانے پر مصر ہے۔ تاکہ اس کی وجہ سے دنیا و آخرت میں عذاب الیم کے مستحق ہو جائیں۔ پھر جب شیخ موسیٰ بن شیخ جعفر نجفی نے یہ دیکھا کہ وہ لوگ ان کی باتوں کو نہیں مان رہے تو انہوں نے ایک دن مجھ کاظم رشتی سے کہا کہ میری طرف سے شیخ احمد احسائی سے کہیں کہ شیخ صریح عقائد حقہ کو صاف صریح اور واضح عبارت میں لکھ دے کہ وہ ان اعتقادات کا معتقد ہے اور اس کی جتنی عبارتیں مشتبہ دکھائی دے رہی ہیں ان کا مرجع یہی اعتقادات ہیں اور اس پر اپنی مہر لگا کر وہ تحریر مجھے لا دو تاکہ میں اس آگ کو جو شیخ کی تکفیر کے بارے میں بھڑکی ہوئی ہے بجھا سکوں اور اس آگ کے ہیجان کو ٹھنڈا کر سکوں۔ کیونکہ جب کوئی کلام کرنے والا اپنے کلام کی مراد کو ظاہر کر دے تو اس کی تصدیق واجب ہو جاتی ہے اور یہ بات ضروری دین سے ہے اور یہ جماعت ضروری دین کی مخالفت نہیں کرے گی۔ اور شاید ہے کہ یہ جماعت فی الحقیقت شیخ کے کلمات کی مراد سے واقف نہ ہو۔ پس میں نے ان کی رائے کو بنظر استحسان دیکھا اور میں مولانا شیخ احمد احسائی کے پاس آیا اور جو کچھ شیخ موسیٰ نے کہا تھا وہ شیخ احمد احسائی سے عرض کیا۔ پس شیخ احمد احسائی نے اسی وقت اپنے خط شریف سے صریح عقائد تحریر کئے اور یہ کہ تمام عبارات اور اس کے تمام کلمات اسی معنی کی طرف راجع ہیں اور اسی مطلب کے ادا کرنے والے ہیں۔ اور ان صریح عقائد کے بیان پر اپنی مہر ثبت کی اور وہ صریح عقائد پر مشتمل تحریر میرے حوالے کی۔ میں وہ صریح عقائد پر مشتمل تحریر لے کر شیخ موسیٰ بن شیخ جعفر کے پاس آیا پس شیخ موسیٰ نے اس کو بنظر استحسان دیکھا اور اس کو اپنے پاس رکھ لیا اور اس تحریر کو ان تمام لوگوں کو دکھایا۔ لیکن ان کی نفرت اور بدگمانی اور استکبار میں کوئی کمی نہ آئی۔ اس کے بعد شیخ موسیٰ کی طرف سے اس قوم کو بہت سمجھانے کا بیان تحریر کرنے کے

بعد دلیل المتحیرین ن ۲ سطر ۲۲-۲۳ و ن ۳ سطر ۱۰ پر یوں لکھتا ہے جس ملاحظہ ہو۔

فبالجملة : فانه (ره) تكلم بامثال هذه الكلمات واوضح الحق في الكلام في الملأ العام، الذي قد اجتمع فيه الخواص والعوام. وكنت حاضراً في ذلك المجلس، وشاهداً ذلك المدرس، فبالغ في الوعظ والتحذير فما زادوا الا طغياناً، وما استفادوا الا عدواناً.

پس بالجملہ شیخ موسیٰ بن شیخ جعفر نے ان لوگوں کو بہت سمجھایا اور اس مجمع عام میں جس میں تمام خاص و عام موجود تھے۔ اور میں بھی اس مجلس میں موجود تھا۔ اسی طرح کے کلمات سے اصل حقیقت کو واضح کیا۔ اور وعظ و نصیحت کا حق ادا کیا۔ لیکن ان کی سرکشی بڑھتی ہی چلی گئی۔ اور سوائے دشمنی کے اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ اور ان لوگوں کو اس طرح سے حالت رہی یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

قارئین محترم! کاظم رشتی نے اپنے مکتوب الیہ کو کس طرح گھڑ گھڑ کر باتیں بنا بنا کر مطلق کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور کس طرح سے سنوار سنوار کر اپنے مدعا کو پیش کیا ہے۔ ہم بخوف طوالت اس پر کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتے۔ ہم نے اصل عبارتوں کا عکس دلیل المتحیرین سے ہدیہ ناظرین کر دیا ہے۔ لیکن ایک بات جس پر آپ کی خصوصی توجہ مبذول کرانا مطلوب ہے اور جس کے لئے ہم نے یہ سب تحریریں خاص طور پر پیش کی ہیں یہ ہے کہ آپ کو اس نتیجہ تک پہنچا سکیں اور جہاں پر آپ یہ فیصلہ کرنے کے قابل ہو جائیں کہ یہ سب معرکہ کربلائے معلیٰ میں خود شیخ کی موجودگی میں شیخ کے روبرو ہوا تھا یا بعد میں۔ اور خالصی و شیخی و روحانی و ڈھکو وغیرہم کا نام اچھالنے والوں کی قلعی اچھی طرح کھل جائے۔ اور آپ پر یہ حقیقت آئینہ ہو جائے کہ کہاں تھے اس وقت خالصی اور کہاں تھے اس وقت روحانی اور کہاں تھے۔ اس وقت حجۃ الاسلام الشیخ محمد حسین قبلہ مجتہد مدظلہ العالی اور کہاں تھا۔ اس وقت یہ حقیر سید محمد حسین زیدی برستی کیا آپ یہ گمان کر سکتے ہیں کہ ان حضرات نے یہ معرکہ اپنی پیدائش سے دو سو سال پہلے بپا کر دیا تھا۔ اور کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کربلائے معلیٰ میں سب کے سب شیعہ اور سب کے سب علماء اعلام، سب کے سب مجتہدین عظام ایسے ہی تھے جیسے کہ کاظم رشتی نے لکھے ہیں۔ کیا وہ سب کے سب جاہل تھے۔ کیا وہ سب کے سب حاسد تھے۔ کیا وہ سب کے سب نا سمجھ تھے۔ کیا وہ سب کے سب منافق تھے۔ کیا وہ سب کے سب منکر فضائل آل محمد تھے اور صرف شیخ اور اس کے پیرو ہی تنہا فضائل آل محمد بیان کرنے والے تھے۔ حالانکہ تمام مکفرین شیخ یعنی شیخ احمد احسائی

کو کافر قرار دینے والے کربلائے معلیٰ میں اپنے زمانے کے مراجع تقلید تھے
اور مرجع دینی شیخ علی جان تھے۔ لیکن کاظم رشتی اور رؤسائے شیخیہ مکار لومڑی
کی طرح انتہائی پر فریب الفاظ سے اپنے معنوی مطالب کو جس طرح سنوار سنوار
کر بیان کرتے ہیں یہ حقیقت قارئین پر ذرا سا غور کرنے سے آشکار ہو سکتی ہے۔
قارئین محترم! یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ یہ کتاب یعنی دلیل المتحیرین کاظم
رشتی نے ۱۲۵۸ھ میں جیسا کہ اس کتاب کے آخر میں اس کا سن تالیف درج
کیا ہے اپنے مرنے سے صرف ایک سال پہلے ہندوستان کے ایک سائل کے جواب میں
لکھ کر بھیجی تھی جس میں اس سائل نے شیخ احمد احسائی اور سید کاظم رشتی کے
خلاف کفر کے فتووں کی اصل حقیقت دریافت کی تھی۔ لہٰذا یہ کتاب کاظم
رشتی کی کذب بیانی، دروغ گوئی، جعلسازی، مکاری، عیاری اور فریب کا
وہ عظیم شاہکار ہے جس میں چلتر عورتوں سے بڑھ کر چلتر دکھائے ہیں اور مکار عورتوں
سے بڑھ کر مکاری کرنے میں چلتر سے چلتر اور مکار سے مکار عورتوں کو بھی پیچھے
چھوڑ دیا ہے۔

خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں عزیز مصر کی عورت کے بارے میں فرمایا
ہے کہ: ان کیدکن عظیم تمہارے مکر اور چلتر بہت ہی عظیم ہیں۔
اور عزیز مصر کی عورت کا سب سے بڑا چلتر اور عظیم مکر یہ تھا کہ اس نے اپنے
شوہر سے کہا کہ:-

"ما جزاء من اراد باهلك سوءاً"

یعنی اس شخص کو کیا سزا ملنی چاہئے کہ جو تیری عورت کے ساتھ برائی
کا ارادہ کرے۔

یعنی وہ برائی کی بات جو وہ خود کر رہی تھی اپنے شوہر کے سامنے حضرت
یوسف علیہ السلام کے سر مڑھ دی۔ اسی طرح استعمار کے ان ایجنٹوں نے اپنی تکفیر
کا انتقام لینے کے لئے وہابی کربلا پر جو مصیبت وارد کی اس کو شیعہ علمائے اعلام

اور مجتہدین عظام اور کربلائے شیعہ عوام کے سر مڑھ دیا اور استعمار کے ابلیس
صفت ہاتھوں کے ذریعہ جو شیخ کو اس گدھے اور خچر کے زمانے میں اپنے مشن پر
اس طرح گردش دے رہا تھا۔ وہابی بغداد سے حملہ کرا کر کربلائے معلیٰ میں وہ قتل
عام کرایا کہ جس کے سامنے چنگیزیت بھی گرد ہو کر رہ گئی۔ اور عزیز مصر کی عورت کی طرح
اپنے مکر اور چلتر کا مظاہرہ یوں کیا کہ وہ حملہ جو وہابی کربلا پر خود کروایا تھا۔ کربلا کے
شیعہ عوام اور علمائے اعلام اور مجتہدین عظام کے سر اس طرح مڑھا کہ انہوں نے
شیخ کی کتاب شرح زیارت کی جلد چہارم والی بغداد کو دکھا دی جس میں خلفاء کے
خلاف مطاعن لکھے ہوئے تھے۔ شیخ کی یہ سازش اور کاظم رشتی کا یہ چلتر خود پکار
پکار کر کہہ رہا ہے کہ اگر شیخ نے اپنی کتاب شرح زیارت کی جلد چہارم میں خلفاء کے
خلاف مطاعن درج کئے ہوئے تھے تو اس کی سزا شیخ احمد احسائی کو ملنی چاہئے
تھی اور اس کی کتاب لے جا کر دکھلانے والوں کو نوازنا چاہئے تھا۔ لیکن ہوا یہ کہ شیخ
کافی عرصہ تک کربلا میں مقیم رہا۔ لیکن وہابی بغداد نے کوئی حملہ نہ کیا اور جب شیخ
کربلا سے شام کے راستے سعودیہ عربیہ جانے کے لئے فرار ہوا تو کربلائے معلیٰ
میں وہ قتل عام ہوا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

کاظم رشتی اپنے اس چلتر کا بیان دلیل المتحیرین کے صفحہ ۵۲ سطر ۲ تا ۱۰ پر یوں کرتا ہے
(اصل عبارت کا عکس یوں ہے)

وعليكم فلذلك حتى انهم اخذوا الجزء الرابع من شرح الزيارة الجامعة ،
واتوا به الى الوالي ببغداد . وفيها من مطاعن الخلفاء ومثالبهم ماشاء الله

یعنی شیخ کی تکفیر کرنے اور لوگوں کے دلوں کو مشوش کرنے پر ہی
انہوں نے اکتفا نہیں کی بلکہ انہوں نے شرح زیارت جامعہ کا
جزو چہارم والی بغداد کو لے کر دکھا دیا۔ اور اس میں خلفاء
کے مطاعن اور برائیاں لکھی ہوئی تھیں۔ پھر دلیل التحیر کے صفحہ ۵۲
سطر ۲ تا ۸ پر لکھتا ہے۔ اصل عبارت کا عکس یوں ہے۔

نمبر ۱۱

اخبر مولانا الشیخ بذلک. اغتم غما شدیدا. وحزن حزنا طویلا لما دخل الضرر علی جمیع الشیعة وعلیه. وکان یترقب وقوع البلیة فی کل ساعة ودقیقة. الی ان لم یتمکن من القرار. ولا یسعه الاستقرار واقتضی العزم والتکلیف الالهی الفرار

پھر جب مولانا الشیخ الاحسائی کو اس بات کی خبر ہوئی تو ان کو بہت ہی غم و اندوہ پہنچا اور بہت ہی حزن و ملال ہوا۔ کیونکہ تمام شیعوں پر اور خود شیخ پر اس سے ضرر کا خطرہ تھا۔ اور ہر گھڑی اور ہر ثانیہ کسی مصیبت کے نازل ہونے کا متوقع تھا۔ یہاں تک کہ شیخ سے کربلا میں قیام کرنا ناممکن ہوگیا۔ اور کربلا میں ٹھہرنا مشکل ہوگیا۔ اور بہ تقاضائے علم و تکلیف الٰہی کربلائے معلیٰ سے فرار کر جانے کو غنیمت سمجھا۔

اس کے بعد فرار الشیخ الی مکہ وموتہ فی ھدیہ کے عنوان کے تحت لکھتا ہے (اصل عبارت ص۲۵ سطر۱۱ تا آخر ص۲۵ سطر۱ تا ۲ کا عکس ہے)

فرار الشیخ الی مکۃ وموتہ فی ھدیۃ

(وما کان الفرار الی اللہ سبحانہ ھو الامان من کل الحوادث، فر الی اللہ سبحانہ ممتثلا لأمر اللہ حیث یقول: [ففروا الی اللہ] فقصد حج بیت اللہ، خوفا من فرا عنة هذه الامة مقتفیا بسید الشہداء، حیث فر منہم الی بیت اللہ من حرم جدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ، فکذلک الشیخ اعلی اللہ مقامہ ورفع فی الدارین اعلامہ، انہزم من الظالمین وسار باھلہ وعیالہ وابنائہ وزوجاتہ، وباع کلما عندہم من المتاع والحلی والصیاغ، فقصد السفر ذلک السفر الشاق مع ضعف بنیتہ ونفاد قوتہ و کبر سنہ، وشدة خوفہ، فسافر بالعیال. وشد الرحال وابقانی بایدی ھؤلاء الاقوام الانذال. وحیدا غریبا بلا ناصر ولا معین الا مدد اللہ وعنایتہ وحفظہ وکلاءتہ) (فلما بلغ بعیالہ وبعض

اولادہ الی (ھدیۃ). وھی من المدینۃ النبویۃ ثلاث مراحل، اتاہ رسل اللہ سبحانہ ودعاہ الی جوار اللہ ونادتہ حی علی الفلاح حی علی الفلاح. لبیت علیہ الریح للشوقہ) الی لقاء اللہ تعالی ثم هبت علیه

اور چونکہ ہر قسم کے خوف سے اللہ کی طرف فرار ہی امان ہے پس اللہ کے اس حکم کے بموجب کہ اللہ کی طرف فرار کر جاؤ۔ اللہ سبحانہ کی طرف راہ فرار اختیار کی اور سید الشہداء کی پیروی کرتے ہوئے اس امت کے فرعونوں کے خوف سے ڈرتے ہوئے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا جیسے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے نانا کے روضے کو چھوڑ کر بیت اللہ کی طرف راہ فرار اختیار کی تھی۔ پس شیخ احمد احسائی بھی اسی طرح ظالموں سے منہزم ہو کر اور اپنے اہل و عیال آل و اولاد اور تمام ازواج کو ساتھ لے کر اور تمام گھر کا ساز و سامان فروخت کر کے اس بڑھاپے کے عالم میں ضعف و کمزوری کی حالت میں اس سفر شاق پر روانہ ہوئے اور مجھے اس ذلیل قوم کے درمیان یکہ و تنہا بے یار و مددگار چھوڑ کر روانہ ہوگئے اور میرے لئے سوائے خدا کی مدد و عنایت اور اللہ کی حفاظت کے اور کوئی باقی نہ رہا۔ پس جب وہ اپنے اہل و عیال اور آل و اولاد کے ساتھ مقام ہدیہ پر پہنچے کہ جو مدینہ منورہ سے تین منزل کے فاصلے پر ہے۔ تو ملک الموت نے آ لیا۔ اور شیخ کی ہدیہ پر روح قبض کر لی گئی۔

کاظم رشتی کے اس بیان میں کئی نکات پوشیدہ ہیں۔ جن کا ظاہر کرنا نہایت ضروری ہے۔

کاظم رشتی کے ذیل المتحرق کے مذکورہ اقتباسات سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہے کہ کربلائے معلیٰ میں شیخ کے خلاف کفر کے فتووں نے ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا کہ اب شیخ نے یہ سازش کی کہ وہ جونہی کربلا سے روانہ ہو کربلا کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے۔ لیکن کاظم رشتی کو اور اس کے پیروکاروں کو کچھ نہ کیا جائے۔ لیکن کاظم رشتی اس وجہ کو جو شیخ کے فرار

کا اصل سبب تھا بالکل درخور اعتنا نہ قرار دیتے ہوئے ایک نئی وجہ تراشتا ہے اور کربلائے معلیٰ پر حملہ کرانے کی اس سازش کو جو اس کے شیخ نے اور خود اس نے مل کر کی تھی۔ عزیز مصر کی عورت کے چلتر کی طرح کربلا کے شیعہ علماء اعلام و مجتہدین عظام اور شیعہ عوام کے سر تھوپ دیتا ہے۔ کہ انہوں نے والی بغداد کو شیخ کی لکھی ہوئی کتاب شرح زیارت جامعہ کی چوتھی جلد لے جا کر دکھا دی۔ لہذا ضرور ہے کہ وہ کربلا پر حملہ کرے گا۔ اور شیخ خوفزدہ ہو کر کربلا سے فرار کر گیا۔

اس ایک تیر سے کاظم رشتی نے دوہرا شکار کیا ہے ایک اس بات کا بھرم رکھا کہ شیخ کفر کے فتووں سے چلتا ہوا کربلا سے نہیں گیا۔ دوسرے اپنی سازش پر پردہ ڈالا یعنی والی بغداد نے ان کی سازش سے حملہ نہیں کیا۔ بلکہ اس وجہ سے کیا کہ شیعہ علماء اعلام و مجتہدین عظام اور کربلا کے شیعہ عوام نے ان کی شرح زیارت والی بغداد کو جا کر دکھا دی تھی۔

کاظم رشتی کے اس بیان میں ایک نکتہ یہ ہے جو انتہائی اہم ہے کہ شیخ فراعنہ امت کے خوف سے فرار ہو کر حج بیت اللہ کے لئے چلا گیا۔ فراعنہ امت کا لفظ یہاں ذو معنی ہے۔ اس طور پر کہ اگر کربلا کے شیعہ عوام اس کی گردن پکڑیں تو کہہ سکیں کہ میں نے تو یہ والی بغداد کو کہا ہے اور اگر والی بغداد اس کی گردن پکڑے تو کہہ دے کہ میں نے تو یہ لفظ کربلائے معلیٰ کے شیعہ علمائے اعلام و مجتہدین عظام اور شیعہ عوام کے لئے کہا ہے۔ لیکن اصل مرجع اس کے ان الفاظ کا کربلائے معلیٰ کے علمائے اعلام و مجتہدین عظام ہی ہیں کیونکہ اس شعر کا لاحقہ بنے ہیں کہ وہ

القاني یا جدی هولاء الاقوام الانذال وحیداً غریباً
بلا ناصر ولا معین۔

اور مجھے اس ذلیل قوم کے درمیان یکہ و تنہا بے یار و مددگار چھوڑ کر روانہ ہو گئے اور جن کے درمیان شیخ احمد احسائی کاظم رشتی کو چھوڑ گیا تھا وہ کربلائے معلیٰ

کے علمائے اعلام و مجتہدین عظام اور شیعہ عوام ہی تھے۔

تیسرا نکتہ کاظم رشتی کے اس بیان میں یہ ہے کہ شیخ فراعنہ امت کے خوف سے فرار کر کے حج بیت اللہ الحرام کے لئے روانہ ہو گیا۔

کاظم رشتی کے اس بیان میں نکتہ قابل غور یہ ہے کہ حج بیت اللہ الحرام واجب ہے اور اس کا قربۃً الی اللہ بجا لانا فرض ہے۔ لیکن کاظم رشتی کہتا ہے کہ شیخ فراعنہ امت کے خوف سے فرار ہو کر حج بیت اللہ کے لئے گیا۔ کاظم رشتی کی اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ شیخ کا حج اور شیخ کی تمام زیارات فی الحقیقت قربۃً الی اللہ حج یا زیارت نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ کسی خوف کی وجہ سے یا کسی مشن کی تکمیل کی غرض سے ہوتی تھیں۔ اور اس بات کا صحیح اندازہ قارئین کرام شیخ کے دوسرے سفروں کے بیان سے لگا سکیں گے۔ جو آگے چل کر بیان ہو گا۔

اور امام حسین علیہ السلام کے سفر کے ساتھ شیخ کے سفر کی مماثلت کے بارے میں قارئین کرام خود غور کریں اور فیصلہ کریں کہ کیا امام حسین علیہ السلام نے اسی وجہ سے سفر کیا تھا؟ جس وجہ سے شیخ نے سفر کیا ہے؟ یہ فضائل بیان کرنے والوں کی شاعریاں ہیں۔ شاید اس میں بھی کچھ باطن ہو۔ اور پھر باطن کا باطن ہو۔ لہذا ہم نے اس سلسلے میں کچھ کہہ دیا تو یہ معترض کی بات کہلائے گی۔ اور مقصرین کی فہم کی رسائی بھلا وہاں تک کہاں؟

مگر اس میں ہمیں تو کوئی مماثلت نظر نہیں آتی۔ نہ وجہ مسافرت میں نہ بعد از مسافرت فراعنہ امت کے عمل میں کیونکہ امام حسین علیہ السلام نے جب مدینہ سے مکہ کو ہجرت کی تو یزید نے امام حسین علیہ السلام کے چلے جانے کے بعد امام حسین علیہ السلام سے ہی غرض رکھی اور امام حسین علیہ السلام کے بیعت نہ کرنے کی وجہ سے مدینے پر چڑھائی نہیں کی۔ بلکہ امام حسینؑ کا ہی پیچھا کیا اور مکہ میں بھی نوبت یہاں تک پہنچا دی کہ امام حسین علیہ السلام کو بروز ترویہ احرام توڑ کر مکہ سے نکلنا پڑا۔ اور جب

امام حسین علیہ السلام مکہ سے چلے گئے تو پھر حسین علیہ السلام کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے مکہ سے رخصت کے بعد مکہ والوں پر چڑھائی نہیں کی تھی کہ کربلائے معلی تک امام حسین علیہ السلام کا ہی پیچھا کیا۔ لیکن یہاں پر شیخ نے جو کچھ کیا تھا اس کی شکایت بھی بقول کاظم رشتی اور دیگر رسائے شیخیہ کے کربلا کے علماء اعلام ومجتہدین عظام اور شیعہ عوام نے کی تھی۔ مگر جب تک شیخ کربلا میں مقیم رہا داؤد پاشا والی بغداد نے نہ اس کو کچھ کہا نہ اس کے ماننے والوں کو کچھ کہا اور جب وہ چلا گیا تو خود والیٔ بغداد نے حملہ کر دیا۔ لیکن کربلا میں مقیم شیخ کے ماننے والوں کو کچھ نہ کیا۔ داؤد پاشا کے حملے کا حال رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمانی مرزا محمد کریم خان کرمانی نے اپنی کتاب ہدایت الطالبین کے ص۱۳۰ پر یوں تحریر کیا ہے۔

"ببین این عزم بکجا رسید و این عقده دل داؤد پاشا کجا باز شد ببین عقده در دلش بود تا بالآخر چند ماهی فاصله میرآخور را فرستاده که کربلا را محاصره کرد۔ و یازده ماه کربلا را محاصره کرد و قحط شدید افتاد و نقل کردند دوازده هزار گلوله توپ و خمپاره بکربلا زدند و کفش کن مقدس حضرت امام حسین علیه السلام را خراب کرد و گلوله از شبکه قبه مطهر داخل قبه و حرم شد و آنجا بآدمی خورد و بسیاری خانه‌های کربلا خراب شده جمع کثیری کشته شدند ببین که فتنه چه می کند و خون و مال عیال چه قدر مسلمین ضائع کردند"

اب دیکھو یہ عزم کس حد تک پہنچا اور داؤد پاشا کا دلی مقصد کس طرح حاصل ہوا۔ اس کے دل میں یہی عقدہ تھا یہاں تک کہ آخر کار کچھ مہینے گزر جانے کے بعد داؤد پاشا نے اپنے میر آخور کو روانہ کیا۔ اور کربلا کا محاصرہ کر لیا اور گیارہ مہینے تک کربلا کا محاصرہ جاری رکھا۔ جس سے شدید قحط پڑ گیا۔ اور جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے بارہ ہزار توپ کے

گولے کربلا پر برسائے گئے اور اس سے امام حسین علیہ السلام کے حرم مقدس کا کفش کن تباہ و برباد ہو گیا اور قبہ مطہر کے روشن دان کے ذریعہ سے توپ کا گولہ قبہ و حرم میں داخل ہو گیا۔ اور اندر آدمیوں کو جا کر لگا اور کربلائے معلی کے بہت سے گھر ویران و تباہ و برباد ہو گئے اور جمع کثیر قتل ہو گئی۔ دیکھو اس فتنہ کا کیا نتیجہ نکلا۔ اور کتنے مسلمانوں کا خون بہا اور کتنا مال ضائع ہوا۔

بہر حال شیخ احمد احسائی کی تکفیر شیخ احمد احسائی کے سامنے ہوئی۔ اور کربلائے معلی میں شیخ کی تکفیر کا یہ سارا معرکہ شیخ عبداللہ نے بچشم خود دیکھا کیونکہ شیخ عبداللہ حسب تحریر مرزا علی الحائری الاحقاقی در ترجمہ احوال شیخ علی نقی الاحسائی ص۸۵۔ هو اخوهم الاصغر عاش بعد والده المرحوم مدة يسيرة الخ۔

یعنی شیخ عبداللہ ان کا سب سے چھوٹا بھائی تھا اور اپنے والد مرحوم شیخ احمد احسائی کے بعد بہت ہی تھوڑے دن زندہ رہا۔ اور اسی عرصہ میں اس نے اپنے باپ کی سوانح حیات شرح احوال شیخ احمد احسائی تحریر کی۔ چونکہ کربلائے معلی میں اس نے ایک ہی مرجع عالی قدر شیعیان جہان حضرت حجۃ الاسلام آیت اللہ فی الانام آقائے سید مہدی ابن میر سید علی کا معرکہ تکفیر دیکھا تھا۔ لہٰذا اس نے صرف سید مہدی طباطبائی بحر العلوم کا اجازہ لکھنے پر ہی اکتفا کیا اور اس کے لئے ایک ناکردہ فرضی سفر ۱۲۲۴ھ میں کرتا دکھایا اور یہ لکھا کہ اس وقت آقا محمد باقر وحید بہبہانی اور آقائے بحر العلوم طباطبائی سید مہدی مشاہیر علماء میں سے تھے۔ لیکن سید علی صاحب ریاض اور شیخ جعفر کبیر کاشف الغطاء کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔

مگر شیخ عبداللہ کربلا و نجف اشرف کے تمام علماء اعلام و مجتہدین عظام کا معرکہ تکفیر بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا تو وہ اس وقت سید کاظم جب

ریاض اور شیخ جعفر کبیر کو بے حیثیت سمجھتا۔ یہ بات شیخ احمد احسائی اور
شیخ عبداللہ دونوں کے مرنے کے بعد ہوئی۔ لہٰذا اس کی کتاب میں تو مذکورہ
بزرگ علماء ۱۱۸۶ھ میں معمولی حیثیت کے ہی رہے لیکن جب ان کے
بعد کاظم رشتی کے زمانے میں شیخ و سید کی تکفیر کا معرکہ کربلا و نجف میں گرم
ہوا تو ضرورت پڑی اس بات کی کہ شیخ و استاذ کے اس سائل کو ملنے کے
کے بعد کچھ اور عرصے ہوئے شیوخ علماء اعلام و مجتہدین عظام کے مزید
اجازے گھڑے جائیں۔ لہٰذا وہی سید علی صاحب ریاض اور وہی شیخ جعفر
کبیر ابن شیخ خضر کاشف الغطاء جو شیخ عبداللہ کی شرح احوال شیخ
احمد احسائی میں بے حیثیت تھے۔ کاظم رشتی اور دوسرے علمائے شیخیہ کی
کتابوں میں اس وقت یعنی ۱۱۸۶ھ میں ہی باحیثیت بن گئے۔

چنانچہ رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان مرزا ابوالقاسم خان اپنی کتاب
فہرست کتب مشائخ کے ص۱۶۱ و ص۱۶۲ پر یوں تحریر فرماتے ہیں۔

در حال در حدود بیست سالگی بعتبات عالیات مشرف شد
و در ضمن زیارت و تشرف بعتبات مقدسہ بمجامع مدارس و محاضر
علماء اعلام حاضری شد و در آں ایام مشاہیر علمائے عتبات
عالیات جناب عالم فاضل کامل آقا باقر بود و جناب عالم کامل وحید
العصر آقا سید مہدی طباطبائی و جناب عالم و عامل شیخ جعفر بن
شیخ خضر و جناب عالم کامل و فقیہ جامع آقا میر سید علی طباطبائی
اعلی اللہ درجاتہم و بعض دیگر بودند۔

یعنی بہر حال ۲۰ سال کی عمر میں ۱۱۸۶ھ میں عتبات عالیات کی زیارت
سے مشرف ہوئے اور عتبات مشرفہ کی زیارت کے دوران علماء اعلام کی
مجالس و محافل میں حاضر ہوتے رہے اور ان ایام میں عتبات عالیات میں
مشاہیر علماء جناب عالم فاضل کامل آقا باقر بہبہانی تھے اور جناب عالم کامل

وحید العصر آقا سید مہدی طباطبائی تھے اور جناب عالم عامل شیخ جعفر بن شیخ خضر تھے اور جناب
عالم کامل و فقیہ جامع آقا میر سید علی طباطبائی اعلی اللہ درجاتہم تھے اور بعض دوسرے علماء تھے

قارئین محترم! دیکھا آپ نے اب اس کتاب کے اوراق الٹیے۔ اور
شیخ عبداللہ کی شرح احوال سے ۱۱۸۶ھ میں اس نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ
[illegible] شیخ عبداللہ نے لکھا ہے کہ ۱۱۸۶ھ میں جب اس کا باپ عتبات عالیات
گیا تو آقا باقر اور آقا بحر العلوم مشاہیر علماء میں سے تھے اور آقا میر سید علی اور
شیخ جعفر کی اس وقت کوئی حیثیت نہیں تھی۔ اور وہ آقا میر سید علی نے ۱۱۸۶ھ
میں پڑھانا بھی شروع نہیں کیا تھا۔ لیکن آقا باقر بہبہانی اور آقا بحر العلوم کے بعد یہی حضرات
مرجع عوام تھے جو ۱۲۳۱ھ تک وفات پا گئے۔ لیکن جب ان بزرگوں کے اجازے
گھڑے گئے تو ان کو اسی سفر میں یعنی ۱۱۸۶ھ میں ہی بے حیثیت سے باحیثیت
بنا دیا گیا۔ یہ اس لئے ہوا کیونکہ ۱۲۳۱ھ میں صرف ایک ہی اجازہ گھڑ لینا کافی
ہو سکتا تھا لیکن کاظم رشتی کے دور میں جو معرکۂ تکفیر گرم ہوا۔ اس میں کربلا اور
نجف اشرف دونوں مقامات مقدسہ کے علماء اعلام اور مجتہدین عظام متفق
تھے مگر ۱۲۴۲ھ میں اہل نجف شیخ کی کتابوں پر اچھی طرح مطلع نہ ہوئے تھے
اور یہ بات کربلا تک محدود تھی۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جس وقت
متحدہ پاکستان میں مرزا غلام احمد نے دعوئے نبوت کیا تو سب سے پہلے
امرتسر، گورداسپور اور قادیان کے گرد و نواح کے علمائے اہل سنت نے
مرزا غلام احمد کے خلاف کفر کے فتوے صادر کئے تھے۔ مگر چونکہ علمائے
دیوبند مرزا غلام احمد کے افکار و نظریات پر کماحقہ مطلع نہ ہو سکے تھے۔
اور قبل ازیں وہ مرزا غلام احمد کو عیسائیوں اور آریہ سماجیوں کے خلاف
ایک مناظر اسلام اور مبلغ اسلام کی حیثیت سے مناظروں کو سر کرتے ہوئے
دیکھ چکے تھے لہٰذا وہ اس کو ایک عالم اہل سنت ہی تصور کرتے تھے۔
بنابریں کافی عرصہ تک علمائے دیوبند مرزا غلام احمد کی تکفیر کے خلاف رہے اور

اس کو امرتسر۔ گورداسپور اور قادیان کے گرد و نواح کے علمائے اہل سنت کی مرزا غلام احمد کے خلاف زیادہ تعقوز کرتے رہے۔ اسی طرح چونکہ شیخ احمد احسائی کرمان شاہ سے آکر سنہ ۱۲۳۰ھ سے کربلائے معلےٰ میں ہی مقیم رہے اور اس کی کتابیں اول اول کربلا میں ہی منتشر ہوئیں۔ لہذا عراق میں اول اول کربلا کے شیعہ علمائے اعلام اور مجتہدین عظام نے ہی کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ اور شیخ کی موجودگی میں نجف اشرف تک یہ نوبت نہ پہنچی مگر شیخ کے فرار کے بعد کاظم رشتی کے دور میں جب علمائے نجف بھی شیخ کے افکار و نظریات پر مطلع ہوئے اور شیخ کے نظریات وعقائد باطلہ کا علم ان کو ہو گیا تو پھر انہوں نے بھی شیخ پر کفر کا فتوے داغ دیا۔ اس مقام پہ قابل غور ہے یہ نکتہ کہ جب تک علمائے نجف نے شیخ کی تکفیر نہیں کی اس وقت تک کسی کو نجف کے ان علماء اعلام کے مرے ہوئے اساتذہ اور آباؤ اجداد کے اجازوں کے گھڑنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ مگر جب شیخ جعفر کبیر کے فرزندوں شیخ موسیٰ اور شیخ علی نے بھی شیخ احمد احسائی اور سید کاظم رشتی کے اوپر کفر کا فتویٰ دیدیا اور آقائے سید مہدی شہرستانی کے فرزند آقائے السید محمد علی شہرستانی نے بھی کفر کا فتویٰ دے دیا تو ضرورت پڑی کاظم رشتی کو اس بات کی کہ ان مکفرین شیخ کے مرے ہوئے اساتذہ اور آباؤ اجداد کے اجازے گھڑے تاکہ وہ خود اور اس کے بعد میں آنے والے رؤسائے شیخیہ یہ کہہ سکیں کہ جب شیخ جعفر نے شیخ احمد احسائی کو اجازہ روایت دیا تو شیخ جعفر کے فرزندوں شیخ موسیٰ اور شیخ علی کے کفر کے فتووں کی کیا حیثیت ہے۔ اور جب بحر العلوم السید مہدی طباطبائی نے اور میر سید علی نے اجازہ روایت دیا تو آقا سید مہدی ابن میر سید علی کے کفر کے فتووں کی کیا اہمیت ہے اور جب سید محمد مہدی شہرستانی نے اجازہ دیا تو ان کے فرزند سید محمد علی شہرستانی ابن سید محمد مہدی شہرستانی کے کفر کے فتوے کی کیا حیثیت ہے۔

اور پھر یہ کہنا شروع کیا کہ ان بزرگ علماء نے شیخ کی ان کتابوں کو دیکھ کر اجازے دیئے تھے حالانکہ ہم خود ان کی ہی کتابوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ جب شیخ نے مذکورہ کتابیں لکھیں تو یہ سب بزرگ علماء مدت ہوئے مر چکے تھے اور چونکہ وہ مرنے والے شیخیوں کی اس غلط بیانی کی تردید کرنے آ نہیں سکتے تھے لہذا بڑے پُر زور الفاظ میں یہ کہنا شروع کیا کیا ان بزرگ علماء کو ان کتابوں میں شیخ کا کفر نظر نہ آیا اور ان کی اولاد کو آ گیا؟

قارئین محترم! یہاں پہ ایک نکتہ کی وضاحت کر دینا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ خود شیخ کے یہاں بھی اور باقی تمام رؤسائے شیخیہ کے یہاں بھی ایک بات بہت کثرت سے دہرائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ شیخ کی عبارات کے جو معنی علمائے شیعہ نے مراد لئے ہیں شیخ نے اس معنی کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ شیخ پکار پکار کر کہتا رہا کہ میں نے اس معنی کا ارادہ نہیں کیا ہے۔ میری اس عبارت سے میری مراد یہ نہیں ہے۔ لیکن کسی نے شیخ کی بات نہیں مانی۔ ہم اس مفہوم کو ایک مثال کے ذریعہ اپنے قارئین کے ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں۔

مسمیٰ "الف" "ب" کے بارے میں اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ "ب" بڑا حرام زادہ ہے۔ جس وقت "ب" کی نظر اس تحریر پہ پڑے گی تو کیا ہوگا۔ یقیناً وہ "الف" کے خلاف محاذ گرم کردے گا۔ اس کو مارنے پیٹنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ اور اپنے ساتھیوں کو لے کر "الف" کی اچھی طرح خبر لینے کے لئے پہنچ جائے گا۔ اور جب "الف" یہ دیکھے گا کہ "ب" نے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے تو وہ چیخ چیخ کے کہنے لگے کہ یارو تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم نے میری عبارت کا مفہوم غلط سمجھ لیا ہے۔ میری اس عبارت سے وہ مراد نہیں ہے جو تم نے سمجھی ہے۔ لاؤ میری کتاب لاؤ۔

میں تمہیں سمجھاتا ہوں اور تمہیں اس کی تشریح کر کے بتلاتا ہوں۔ کہ حرام
کا مطلب کیا ہے۔ دیکھو حرام حرمۃ سے مشتق ہے۔ اور حرمۃ کا مطلب ہے محترم
ہونا۔ مثلاً بیت اللہ الحرام یعنی حرمت و احترام والا گھر اور مشعر اللہ الحرام
یعنی اللہ کا حرمت و احترام والا مینہ۔

قارئین محترم کیا آپ کے نزدیک "الف" کی یہ تشریح یا الف کا اس
طرح مراد لینا "ب" کے لئے قابل تسلیم ہو جائے گا۔ کیا "ب" "الف" کی اس بات کو
مان جائے گا۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ "الف" کی یہ بات "ب" کے لئے قابل تسلیم
ہو سکتی ہے تو پھر ہم بھی تسلیم کر لیں گے کہ کربلا و نجف کے شیعہ علمائے اعلام
اور مجتہدین عظام کے نزدیک بھی شیخ کے باطل عقائد کی تشریح و تاویل قابل
تسلیم ہو سکتی تھی۔ لیکن اگر آپ کا فیصلہ یہ ہو کہ "الف" نے اب ڈرتے
ہوئے "ب" کے سامنے یہ بات بنائی ہے اور اس کا صحیح اور واضح مفہوم وہی ہے
کہ جو اس کے ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے تو پھر مجھے کہنے دیجئے کہ کربلا و
نجف کے شیعہ علمائے اعلام اور مجتہدین عظام نے بھی اس کا وہی مفہوم سمجھا تھا
جو اس کا حقیقتاً صحیح مفہوم تھا۔ اور شیخ کے کلمات سے اور شیخ کی عبارات
کے ظاہری الفاظ سے ظاہر و ہویدا تھا۔ بہرحال شیخ احمد احسائی کے سامنے
جو معرکہ تکفیر گرم ہوا تھا اس سے متعلق جتنا لکھا جا چکا ہے قارئین کرام کو کسی
فیصلہ تک پہنچانے کے لئے ہم اسی قدر کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن اس مقصد کے
لئے ہماری اس مشکل کو ضرور مدنظر رکھا جائے گا کہ ہم مجبور ہیں۔ اس بات پر
کہ جو کچھ لکھیں وہ صرف رؤسائے شیخیہ کی کتابوں سے لکھیں۔ لہذا ان بیانات
میں شیعہ علمائے اعلام و مجتہدین عظام کے بیانات شامل نہیں ہیں۔ اب ہم قارئین
کی خدمت میں شیخ احمد احسائی کے فرار کرنے کے بعد بلکہ اس کی وفات کے
بعد کے حالات دلیل المتحیرین اور دوسرے رؤسائے شیخیہ کی کتابوں سے
پیش کر رہے ہیں۔

کاظم رشتی جانشین اول شیخ احمد احسائی اپنی کتاب دلیل المتحیرین کے
ص ۱۹ سطر ۲ تا ۸ پر لکھتا ہے۔ عکس ملاحظہ ہو۔

تعرضهم الى السيد ره

وبالجملة فبعد وفاته اعلى الله مقامه وانار برهانه ظنت الجماعة ان
ستضمحل آثاره ، وتبلى اخباره ، وتخمد ناره ، ويطفى نوره سكتوا
عن الكلام برهة من الزمان ، ما تقرب من مدة سنتين الى اقل ، فرأوا
نوره لم يزل في ازدياد ، ونجم سعد علومه وآثاره لم يبرح في صعود
وارتفاع واتقاد ، رجعوا الى ما كانوا بصدده وتعرضوا لهذا العبد
المسكين الحقير الفقير وطالت علي السنتهم من غير حجة ولا موجب

شیخ احمد احسائی کی وفات کے بعد اس جماعت نے یہ گمان کر لیا تھا کہ
اب اس کے آثار مٹ جائیں گے اور یہ آگ سرد پڑ جائے گی اور اس کا
نور بجھ جائے گا۔ تو تقریباً کم و بیش دو سال تک وہ خاموش رہے
لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ شیخ کے افکار و نظریات پھیلتے جا رہے ہیں تو
وہ ان کے رد کرنے کے درپے ہو گئے اور اس بندہ مسکین یعنی کاظم رشتی
کی مخالفت شروع کر دی۔

اس کے بعد مذکورہ بزرگ علماء کے ان ہی اجازوں کا ذکر اور
ایک طویل تاریخ بحثی کے بعد ص ۶۲ سطر ۲۰ تا ۲۲ پر لکھتا ہے۔ عکس عبارت یہ ہے۔

تقليد اركان

الاعلام اولى من تقليد شخص واحد كما وصفته . وجماعة من العوام ،
كالانعام اشباه البهائم

یعنی ان مذکورہ چھ علمائے اعلام کی تقلید جن کا ذکر سابقہ صفحات
میں ہو چکا ہے۔ اولیٰ ہے شخص واحد کی تقلید کی نسبت جیسا کہ میں نے
بیان کیا ہے۔ اور عوام کی جماعت تو حیوانوں کی مانند ہے۔ اور چوپایوں

کے مشابہ ہے۔

کاظم رشتی کی اس دلیل کا شیعہ علماء نے جو جواب دیا وہ بھی کاظم رشتی کی دلیل المتحیرین ہی سے سنیئے کہ صفحہ ۶۳ سطر ۱ تا ۳ پر لکھتا ہے۔ جس کا عکس یہ ہے۔

«فاجابوا بان اولئک العلماء لم یعثروا علی ما عثرنا ولم یتبین لهم ما تبین لنا، فلا نکلف باقوالهم»

کاظم رشتی کی تمام دلائل کا جواب ان علمائے شیعہ نے یہ دیا کہ مذکورہ چند بزرگ علمائے اعلام نے اگر یہ اجازے دیئے ہیں تو انہیں شیخ کے افکار و نظریات و عقائد پر اطلاع نہ ہوئی ہوگی۔ مگر ہمیں شیخ کے افکار و نظریات و عقائد باطلہ کا علم ہو چکا ہے اور جو باتیں ہم پر آشکار ہو چکی ہیں وہ ان پر آشکار نہ ہوئی ہوں گی۔ اس لئے ہم ان کی بات کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ اس کے بعد اسی صفحہ ۶۳ سطر ۱۰ تا ۱۲ پر کاظم رشتی کوہ ہمالیہ سے بھی بڑا جھوٹ بولتے ہوئے اپنے مکتوب الیہ کو یوں فریب دیتا ہے کہ شیخ نے یہ کتابیں تو احساء سے نکلنے سے پہلے ہی لکھ لی تھیں۔ اور یہ سب کی سب ان علماء نے دیکھ لی تھیں۔ جن کی عبارات پر یہ لوگ اعتراض کر رہے تھے کاظم رشتی لکھتا ہے کہ:-

«ولعمری ان هذه العبارات التی یدعونها ویزخرفون فی معانیها فی رسائل کتبها اعلی الله مقامه قبل ان یخرج من الاحساء، وقبل ان توجه الی العجم، وکتبه بحمد الله کانت مشتهرة، وهذه العبارات وامثالها مرت علی انظارهم»

اور بحمد اللہ اس کی کتابیں مشتہر ہو چکی تھیں اور یہ عبارتیں ان بزرگ علماء نے بچشم خود دیکھی تھیں۔

اس مقام پر ہم موجودہ رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت مرزا حسن الحائری الاحقاقی سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ شیخ احمد احسائی نے مذکورہ کتابوں کا سن تالیف ان کتابوں کے آخر میں جن کی عبارتوں پر اعتراض کیا جاتا

ہے۔ سن ۱۲۳۱ھ سے سن ۱۲۳۶ھ تک تحریر کیا ہے اور مرزا علی الحائری الاحقاقی نے الانتقاد علی اعتراضات العاملی میں جس کا حوالہ اوراق سابقہ میں گزر چکا ہے۔ شرح زیارت کا سن تالیف سن ۱۲۳۱ھ ہی تحریر کیا ہے کیا مرزا حسن الاسکوئی الحائری الاحقاقی جواب دیں گے کہ ان دونوں میں سے کون سچا ہے۔ یعنی شیخ احمد احسائی نے صحیح سن تالیف درج کیا ہے یا ان کے سید اجل انار اللہ برہانہ نے صحیح تاریخ تالیف بتلائی ہے۔ ان دونوں میں سے جس کو جھوٹا قرار دینا چاہیں ان کو اختیار ہے لہٰذا ان کی کورٹ میں ہے کیا وہ اسی زعم میں یہ دعوت دیتے ہیں کہ :-

من اراد الاطلاع علیها مفصلا مشروحا فعلیه بکتاب دلیل المتحیرین الذی الفه تلمیذه الارشد السید کاظم الرشتی (الدین المبین المسائل والمجیب ص ۱۱۶)
مؤلفہ حسن الحائری الاحقاقی۔

کہ جو شخص مفصل اور مشرح حالات معلوم کرنا چاہے وہ شیخ کے شاگرد ارشد سید کاظم رشتی کی کتاب دلیل المتحیرین کا مطالعہ کرے۔ اسی دروغ گو کذاب اور جھوٹوں کے بادشاہ پر اعتبار کرتے ہوئے بعض سیرت نگاروں نے شیخ کے حالات اس کی کتاب سے نقل کر دیئے ہیں اور شیخی حضرات آج یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ دیکھو فلاں سیرت نگار نے شیخ کی تعریف میں یوں لکھا ہے۔

بہرحال شیخ احمد احسائی کی تکفیر کوئی پوشیدہ امر نہیں تھا اور خاموشی کے ساتھ رونما نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ شیخ احمد احسائی کے بعد کاظم رشتی کو عقائد و افکار شیخ کی نشر و اشاعت سے روکنے کے بعد کاظم رشتی کے ساتھ جو معرکہ گرم ہوا اس کا حال کاظم رشتی دلیل المتحیرین کے صفحہ ۶۶ سطر ۳ تا ۱۶ پر یوں تحریر کرتا ہے۔ اس کا عکس ملاحظہ ہو۔

حضور السيد في المجلس لبيان مراد الشيخ

(ثم جمعوا واجتمعوا وجلسوا مجلساً يوم الجمعة اول جمعة من شهر رجب، واجتمع فيه خلق كثير، يبلغ عددهم الوفاً، وما فيهم من يصدقني. واحضروني في ذلك المجلس الشديد. وانه ليوم عصيب وجاء القوم يسرعون من كل جانب. ولهم من ورائهم جوانب وأنا اذ ذاك بينهم وحيد فريد)

(فقال لي واحد منهم في ذلك المجلس: (ان الملأ يأتمرون بك ليقتلوك فاخرج اني لك من الناصحين) وأنى لي والخروج وقد حف القوم بي من كل جانب ومكان شاكين بأسلحتهم. مشتملين بأرديتهم كأنهم اتوا للجهاد بين يدي المبعوث من رب العباد)

پھر وہ سب کے سب جمع ہوئے اور تمام لوگوں کو اکٹھا کیا۔ اور ماہ رجب بروز جمعہ ایک مجلس منعقد کی اور اس میں خلق کثیر اکٹھی ہوئی جن کی تعداد کئی ہزار تک پہنچی ہوئی تھی۔ اور ان میں ایک بھی ایسا نہیں تھا جو میرا ساتھ دینے والا ہو۔ اور اسی مجلس شدید میں مجھے طلب کیا گیا اور وہ انتہائی سخت دن تھا۔ ساری قوم چاروں طرف سے دوڑتی ہوئی امڈی چلی آرہی تھی۔ اور ان کو ان کے رؤسا یعنی مجتہدین عظام کی تائید حاصل تھی۔ اور میں یکا و تنہا بے یار و مددگار تھا پس اسی مجلس میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمام سردار تیرے قتل کا ارادہ کر رہے ہیں پس تم یہاں سے نکل جاؤ (کاظم رشتی نے جس آیۂ قرآنی کو اپنی طرف سے نقل کیا ہے وہ مومن آل فرعون کی اس اطلاع سے متعلق ہے جب کہ سرداران فرعون موسیٰ کو قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ کاظم رشتی نے یہ صحیح کہا تھا کہ اس مجمع میں ایک بھی فرد اس کا طرفدار نہیں تھا۔ مگر اپنے مکتوب الیہ کو آیت قرآنی کا حوالہ دے کر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ قوم میرے

قتل پر آمادہ تھی۔ اور اسی استدلال سے یہ ثابت ہو گیا کہ سابقہ اوراق میں جو اس نے فراعنہ امت کا لفظ استعمال کیا تھا اس سے اس کی مراد شیعہ علماء اسلام و مجتہدین عظام اور کربلائے معلیٰ کے شیعہ عوام ہی تھے۔ بہر حال اس کے بعد کہتا ہے) لیکن میرے لئے نکل بھاگنے کی گنجائش کہاں تھی۔ اس قوم نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ اسلحہ چمکاتے ہوئے اس طرح سے آئے تھے جیسے کہ رب العباد کی طرف سے کسی مبعوث کے ساتھ ہو کر جہاد کے لئے آئے ہوں۔

اس کے بعد کاظم رشتی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ تم نے مجھے کیوں بلایا ہے۔ اور تمہارے اس اجتماع اور شور و غوغا کا کیا سبب ہے

(قالوا نريد ان نسئلك عن عبارات الشيخ ونبين انها كفر وضلال)

تو انہوں نے کہا کہ ہم شیخ کی ان عبارات کے بارے میں تجھ سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ اور ہم تجھے یہ بتلانا چاہتے ہیں اور تجھ پہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ یہ کفر ہے۔

کاظم رشتی کہتا ہے کہ میں نے کہا ایک شخص مر چکا ہے وہ تو اب حاضر نہیں ہو سکتا کہ وہ اس بات کو ظاہر کرے جو اس کے دل میں تھی۔ تو پھر تمہیں اس کا کیا نقصان ہے۔ (عکس ۶۷ سطر ۵، ۶)

(قالوا لابد من ان تنظر في كلماته بعد مماته وتعرفنا عنها)

تو انہوں نے کہا کہ لازماً ہم اس کی موت کے بعد اس کے کلام کے بارے میں تجھ سے پوچھ کر رہیں گے۔ کہ ان کا مطلب کیا ہے۔

کاظم رشتی کہتا ہے کہ میں نے کہا اہل باطل تو اور بھی بہت ہیں کیا تم نے کسی اور کی عبارت کے بارے میں یہ رویہ اختیار کیا ہے۔

(قالوا ان له تبعه
يعتقدون معتقده . فيضلون) قلت و كذلك اموات من اهل الباطل

(عکس ص ۶۵ سطر ۷ ، ۸)

تو انہوں نے کہا کہ شیخ احمد احسائی کے اعتقادات کی لوگ پیروی کرتے ہیں پس وہ گمراہ ہو جائیں گے۔ کاظم رشتی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ بہت سے اہل باطل ایسے ہیں کہ جو مر چکے ہیں۔ اور ان کے اعتقادات کی پیروی کرتے ہیں۔ تم ان کو بلا کر ایسا کیوں نہیں کرتے۔ (عکس ص ۶۵ سطر ۱۲ ، ۱۳)

ومقالاتهم وعباراتهم . ثم ثنوا بالشيخ واتباعه (قالوا مالك الى ذلك من سبيل . بل لابد من بيان هذه العبارات)

تو انہوں نے کہا اس بارے میں تیرے لئے کوئی راستہ نہیں ہے اور ان عبارات کے بارے میں بیان کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

قلت انا لله وانا اليه راجعون هاتوا ما عندكم فاظهروا تلك العبارات التي قد سبق مظمونها) و كنت قبل ذلك شارحاً لتلك العبارات

(عکس ص ۶۵ سطر ۱۷ ، ۱۸)

کاظم رشتی کہتا ہے کہ میں نے کہا ان لله وانا اليه راجعون، اچھا لاؤ کیا ہے وہ پس انہوں نے مذکورہ عبارات دکھائیں۔ جن کا بیان سابق میں گزر چکا ہے۔ (عکس ص ۶۵ سطر ۲۲ ، ۲۳)

ثم ابرزوا عبارة عن ذلك الشيخ القمقام وعلم الاعلام . والنور التام ان الجسد العنصري لا يعود . قالوا لي قل ان هذه العبارة كفر

پھر انہوں نے شیخ احمد احسائی کی ایک عبارت نکال کر دکھائی کہ ان الجسد العنصری لا یعود کہ معاد جسم عنصری کے ساتھ نہیں ہوگا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ بتا یہ عبارت کفر ہے یا نہیں؟

اس کے بعد کاظم رشتی اپنے مکتوب الیہ کو مطلع کرنے کے لئے ادھر ادھر کی باتیں ملاتے ہوئے کہتا ہے۔ عکس ملاحظہ ہو ص ۶۹ سطر ۱۵ تا ۱۸)

(فلما رأيت قلة انصافهم وغلظة جورهم واعتسافهم . قلت لهم ماذا تريدون قالوا نريد أن تكتب ان هذه العبارة كفر فكتبت لهم ان هذه العبارة . اذا لم يكن لها بيان مقدماً ومؤخراً . ولم يحذف منها شيء من أولها أو وسطها أو آخرها كفر بحسب فهم العوام

پس جب میں نے ان کے قلت انصاف پر نظر کی اور ان کے ظلم و جور کی سختی کو دیکھا تو میں نے ان سے کہا کہ تم چاہتے کیا ہو۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تو ہمیں یہ لکھ کر دے کہ یہ عبارت کفر ہے۔ پس میں نے یہ لکھ کر دے دیا۔ کہ اگر اس عبارت کے شروع سے اور درمیان سے اور آخر سے محذوف نہ ہو تو فہم عوام کے مطابق یہ عبارت کفر ہے۔

قارئین محترم! کیا آپ غور کر سکتے ہیں کہ کاظم رشتی کیسی مجلس میں پھنسا ہوا تھا۔ اور وہ اس سے کیا لکھوانا چاہ رہے تھے۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مجمع انتہائی بے وقوف تھا۔ کہ کاظم رشتی سے یہ لکھنے کو درست تسلیم کر لیتا جب کہ یہ صرف زبانی جمع خرچ تھی۔ نہ اول سے کچھ محذوف تھا نہ درمیان سے کچھ حذف تھا نہ آخر سے۔ شیخ نے معاد جسمانی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے یہ عبارت اس کا خلاصہ ہے۔ لیکن کاظم رشتی اپنے مکتوب الیہ کو فریب کاری کے ساتھ یوں مطمئن کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ میں نے جو کفر کا اقبال کیا ہے تو یوں دھوکے کے ساتھ کیا ہے۔ اور اس بات کا کفر ہونا یوں ہیرا پھیری کے ساتھ قبول کیا ہے۔ مگر شیعہ سیرت نگاروں کے بیان سے یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے بالفاظ واضح کاظم رشتی سے یہ لکھوایا کہ یہ عبارت کفر ہے اور کاظم رشتی نے بالکل صاف طور پر

لکھ کر دیا لیکن ۱۲۵۸ھ میں جب ہندوستان کے ایک سائل نے ان کے کفر
کی داستان دریافت کی تو اس کے لئے اپنی طرف سے نمک مرچ اور مصالحہ
لگا کر اس انداز میں لکھا کہ اس کا مکتوب الیہ اچھی طرح مطمئن ہو جائے

شیخ احمد احسائی کی تکفیر کرنے والے کون تھے؟

کاظم رشتی نے دلیل المتحیرین میں ان حضرات کا نام بتانے سے پہلوتہی
کی ہے۔ کبھی کہا کہ اگر میں چاہتا تو ان کے نام بتلا دیتا لیکن میں نے ان کو
معذور سمجھتے ہوئے نام نہیں لکھا۔ کبھی ان کو فراعنۂ امت کہتا ہے کبھی بتلاتا ہے
بنی امیہ کہتا ہے کبھی منافقین کہ کر دار کرتا ہے۔ ہم آخری طور پر اس کا بیان
ان علماء اسلام و مجتہدین عظام کی شان میں اس کی کتاب دلیل المتحیرین کے صفحہ
۹۳ سطر ۱۳ و ص۹۴ سطر ۱ تا ۵ سے ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

(والناس فی اول الامر حیث کان من بیت رفیع و شہرت
البیت قد عمت جمیع البلاد والعباد وھو یظہر الورع
والزھد صدقوہ واتبعوا الذی لیعد قتی فاولئک
الاتباع الذین کانوا اذ ما صاروا رؤساء ودخلوا فی
الاجماع والاذاقوا الخلاف فی ھذا المقام کلھا ستردھم
علی ثلاثۃ اقسام۔ منھم واحد المجتھد سیدنا الحسین علیہ
السلام، والاثنان فی النجف)

اور لوگوں نے اول امر میں صرف اس لئے کہ وہ خاندانی بزرگ تھے
اور بیت رفیع سے تعلق رکھتے تھے۔ اور تمام شہروں اور تمام لوگوں میں اس
گھر کی شہرت تھی اور وہ متقی اور پرہیزگار اور زاہد تھے۔ لہٰذا اس بناء

پر لوگوں نے شیخ کے خلاف ان کی تکفیر کی تصدیق کر دی۔ اور ان کی طرف
سے شیخ کو کافر قرار دینے کو لوگوں نے مان لیا۔ اور جس کسی کو وہ
اجازہ دیتے تھے وہ بھی شیخ کے بارے میں ان کی پیروی کرتا تھا۔ پس
پیروی کرنے والے پاپی آگے چل کر رؤسائے قوم و مذہب وملت ہوگئے
اور اجماع میں داخل ہو گئے اور مخالفت کرنے والے ان غلط تین اقسام میں
ہیں۔ ایک شہید سیدنا امام حسین علیہ السلام رہتے تھے اور دو نجف اشرف
میں رہتے تھے۔

قارئین محترم! اب جب کہ کاظم رشتی ان بزرگوں کا نام نہیں بتلاتا تو
اب بتلاؤ ہم کہاں سے بتلائیں کہ وہ بزرگ علماء کون تھے۔ جنہوں نے شیخ
احمد احسائی کے بعد اس کے ماننے والوں کو کافر قرار دیا۔ البتہ رئیس مذہب
شیخیہ رکنیہ کریم خانہ کرمان نے اپنی کتاب فہرست کے ص۱۵۵ تا ص۱۶۱ وغیرہ
پر جن علماء کا ذکر ان صفحات میں پھیلی ہوئی سطور میں کیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ شریف العلماء مازندرانی
۲۔ شیخ محمد حسین صاحب فصول
۳۔ شیخ محمد حسن صاحب جواہر
۴۔ سید ابراہیم قزوینی صاحب ضوابط
۵۔ اور سید مہدی ابن سید علی صاحب ریاض جن کا نام پہلے بیان ہو چکا ہے۔

لیکن شیعہ علماء اعلام اور مجتہدین عظام، شیعہ مورخین اور دیگر سیرت نگاروں
نے جو نام مکفرین شیخ کے بیان کئے ہیں وہ ان ہی کے الفاظ میں
پیش خدمت ہیں۔

۱۔ کتاب تریاق فاروق مولفہ حجۃ الاسلام آیت اللہ فی الانام آغائے
مرزا السید محمد حسین المرعشی الشہرستانی ابن سید محمد علی شہرستانی ابن
سید محمد مہدی شہرستانی ص۲۶ سطر ۷ تا ۹ پر یوں لکھا ہے۔

اما متاخرین از علماء پس جمعی تکفیر شیخ کردہ اند بسبب قائل شدن
بعلل اربعہ کہ از جملۂ ایشاں است آقا سید مہدی پسر صاحب
ریاض و حاجی ملا محمد تقی ملقب بہ شہید ثالث و حاجی ملا جعفر استر
آبادی و آقا سید ابراہیم قزوینی و شیخ محمد حسین صاحب فصول
و شریف العلماء و شیخ محمد حسن صاحب جواہر و ملا آقا دربندی
وغیر ذالک۔

ترجمہ۔ لیکن علماء متاخرین کی ایک جماعت نے شیخ احمد احسائی کی تکفیر کی
ہے۔ اور اُن پر کفر کا فتوے دیا ہے اس سبب سے کہ وہ علل اربعہ
کا قائل تھا۔

شیخ احمد احسائی کو کافر قرار دینے والوں میں سے چند علماء و مجتہدین
شیعہ کے نام یہ ہیں۔

۱۔ آقا سید مہدی پسر صاحب ریاض
۲۔ حاجی ملا محمد تقی ملقب بہ شہید ثالث
۳۔ حاجی ملا جعفر استر آبادی
۴۔ آقا سید ابراہیم قزوینی
۵۔ سید محمد حسین صاحب فصول
۶۔ شریف العلماء مازندرانی
۷۔ شیخ محمد حسن صاحب جواہر الکلام
۸۔ ملا آقا دربندی وغیر ذالک۔

۲۔ کتاب ریحانۃ الادب جلد اول ص ۴۲ پہ لکھا ہے۔

تا آنکہ تالیفات منتشر و مسلک وی مکشوف و بر مذاق کہ بودہ
باب طعن و توبیخ مفتوح و از حسن عقیدہ کہ در حق او داشتند
منصرف و پسر خودش شیخ علی اظہار مخالفت مسلک پدر

کردہ و صاحب جواہر و صاحب ضوابط و شریف العلماء و صاحب
فصول و اکثر فقہائے وقت در طعن و تشنیع وی فروگزاری
نداشتند۔

یعنی جب شیخ احمد احسائی کی تالیفات منتشر ہوئیں اور اس کا مسلک
لوگوں پر ظاہر ہوا تو ہر طرح سے ان پر لعن طعن ہونی شروع ہو گئی۔ اور لوگ
جو کہ اس سے عقیدت رکھتے تھے اس سے پھر گئے اور خود شیخ احمد احسائی
کے بیٹے نے اعلانیہ طور پر باپ کے مسلک کی مخالفت کی اور صاحب
جواہر اور صاحب ضوابط اور شریف العلماء اور صاحب فصول اور اکثر
فقہائے وقت نے اس پر لعن طعن کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔
اور کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

۳۔ منتخب التواریخ کے ص ۶۴۳ پر شیخ احمد احسائی کے حالات کے
بیان میں لکھا ہے۔

و وقتیکہ مولفاتش منتشر شد بدست علماء رسید مشغول
طعن باو شدند و جمعی از اعاظم علماء او را تکفیر کردند۔ مثل شیخ محمد
تقی شہید ثالث و حاجی ملا جعفر استر آبادی و ملا آقای دربندی
و سید ابراہیم صاحب ضوابط و شیخ محمد حسین صاحب فصول و شیخ محمد حسن صاحب جواہر
و چوں شیخ احمد فہمید کہ علماء او را تکفیر کردند و مردم از او عدول
کردند ہجرت نمود بمدینہ طیبہ۔

یعنی جس وقت شیخ احمد احسائی کی تالیفات منتشر ہوئیں اور علماء کے
ہاتھوں میں پہنچیں تو علمائے اعظم کی جمعیت نے اس کے کفر کے فتوے
دے دیئے۔ فتوے دینے والوں میں جو علماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں
وہ یہ ہیں۔

۱۔ شیخ محمد تقی شہید ثالث

۲۔ حاجی ملا جعفر استرآبادی

۳۔ ملا آقا دربندی

۴۔ سید ابراہیم صاحب ضوابط

۵۔ شیخ محمد حسن صاحب فصول

۶۔ شیخ محمد حسین صاحب جواہر الکلام

جب شیخ احمد احسائی کو یہ معلوم ہوا کہ سب علماء نے اس کے کفر کا فتویٰ دے دیا ہے اور لوگ اس کے خلاف ہو گئے ہیں۔ تو وہ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر گیا۔

قارئین محترم! ہم نے مکفرین شیخ کے بارے میں مذکورہ تین حوالوں کو رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان کی تائید میں تاریخی شہادتوں کے طور پر پیش کیا ہے۔

یہ حضرات کس مرتبہ کے تھے آقا سید مہدی ابن سید علی صاحب ریاض کے بارے میں تو خود کاظم رشتی کے ان الفاظ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ وہ بیت رفیع (اعلیٰ گھرانے) سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی تمام لوگوں اور شہروں میں شہرت تھی۔ اور لوگوں نے ان کے زہد و تقوے اور ورع کی وجہ سے ان کی بات کو تسلیم کر لیا تھا۔ کیا آپ اس بات سے اندازہ نہیں لگا سکتے؟ اور یہ فیصلہ کرنے سے قایل نہیں ہو سکتے؟ کہ جس شخص کی زہد و تقویٰ و ورع میں شہرت کا یہ عالم ہو کہ کاظم رشتی بھی اس کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکا تو کیا ایسا زاہد ایسا متقی۔ ایسا پرہیزگار کسی کو بھی بغیر سمجھے یا کسی لالچ میں یا حسد کی بنا پر کفر کا فتوے دے سکتا ہے؟ حالانکہ یہ بزرگوار کربلائے معلیٰ میں مرجع عالی قدر شیعان جہاں تھے۔ لیکن کاظم رشتی کے الفاظ میں یہ سقیفہ بنی ساعدہ کے شیخ اوّل تھے۔

بہرحال یہ قارئین کا اپنا کام ہے کہ وہ جو فیصلہ چاہیں کریں۔ باقی

کے دو حضرات بقول کاظم رشتی نجف اشرف میں تھے لیکن ان آٹھ(۸) ناموں میں سے جن کا علم فہرست کتب مشائخ اور سیرت و تاریخ کی دوسری کتابوں سے ہوا ہے صرف شیخ محمد حسن نجفی صاحب جواہر الکلام نجف اشرف کے رہنے والے تھے۔ دوسرے شیخ کا نام جو نجف میں رہتے ہوں اس تحقیق میں سامنے نہیں آیا۔ خیر ایک ہی شیخ صحیح اور کاظم رشتی کی زبان میں ان کو سقیفہ بنی ساعدہ کا شیخ ثانی سمجھ لیں جنہوں نے شیخ احمد احسائی کے خلاف کفر کا فتوے دینے کے اجماع میں حصہ لیا۔

کاظم رشتی نے تو جو کچھ لکھا وہ لکھا لیکن ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان شیخ بزرگوار کا کچھ تعارف شیعہ عالم فاضل العلامہ مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب لکھنوی صدر الافاضل کی کتاب حیات حکیم سے اپنے قارئین کے سامنے پیش کریں۔ فاضل موصوف نے اپنی کتاب حیات حکیم کے صفحہ ۹ تا ۱۴ پر بزرگ علماء اعلام و مجتہدین عظام اور اپنے اپنے زمانے کے مراجع تقلید شیعان جہاں کے اسمائے گرامی ثقۃ الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی سے شروع کر کے مجتہد اعظم فقیہ عصر آقا سید حسین بروجردی تک تحریر فرمائے ہیں۔

ان علمائے اعلام و مجتہدین عظام و مراجع تقلید شیعان جہاں میں سے یہ نمبر شمار ۴۳ پر فاضل موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

۴۳۔ فقیہ کبیر شیخ محمد حسن نجفی صاحب کتاب جواہر الکلام، متوفی ۱۲۶۶ھ (نجف اشرف)

اور العالم العامل والثقۃ الجلیل الکامل رکن الاسلام والمسلمین الحاج محمد ہاشم بن محمد علی الخراسانی نے اپنی کتاب منتخب التواریخ چاپ ۱۳۱۷ھ کے صفحہ ۱۳۲ پر اس مرجع عالیقدر شیعان جہاں کا نام نامی یوں لکھا ہے۔

العاشر۔ الشیخ الامام والعلامۃ الفہام وفخر المجتہدین مولانا الشیخ

محمد حسن بن شیخ باقر صاحب جواہر الکلام۔

اب یہ فیصلہ قارئین فرمائیں گے کہ آپ ان شیخ بزرگوار کو کاظم رشتی کے کہنے کے مطابق تقیفہ بنی ساعدہ کا شیخ ثانی قرار دیتے ہیں یا علامہ مرتضیٰ حسن فاضل لکھنوی اور ہاشم خراسانی کے قول کے مطابق فقیہ کبیر الشیخ الامام، والعلامۃ القمقام اور فخر المجتہدین قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا آپ کی کورٹ میں جو فیصلہ چاہیں آپ کریں۔

کیا علمائے شیعہ اور مجتہدین عظام نے شیخ پر حسد کی وجہ سے کفر کا فتویٰ لگایا تھا؟

شیخ احمد احسائی کے تمام تابعین و مدافعین اور روسائے شیخیہ نے اس کثرت سے اس بات کا پروپیگنڈا کیا ہے کہ شیخ پر ان فتویٰ دینے والوں نے حسد کی وجہ سے کفر کا فتویٰ لگایا۔ کہ اچھے بھلے آدمی بھی شیخیوں کے دام تزویر میں پھنس گئے اور شیخیوں کے اس پروپیگنڈے کے دھوکہ میں آ گئے۔ یہاں تک کہ علامہ حسین بخش صاحب جاڑا نے بھی اپنی کتاب معیار شرافت میں یہ لکھ کر کہ علمائے شیعہ نے شیخ احمد احسائی پر حسد کیا۔ شرافت کا جنازہ نکال دیا ہے۔ شیخ احمد احسائی پہلی مرتبہ سنہ ۱۲۱۲ھ میں بصرہ میں مقیم ہوا۔ اور بصرہ اور اس کے مضافات میں سکونت پذیر رہا۔ سنہ ۱۲۱۲ھ سے سنہ ۱۲۲۱ھ میں ایران میں وارد ہوا۔ اور یزد کو اپنا مستقر بنایا۔ اور سنہ ۱۲۲۱ھ سے سنہ ۱۲۲۹ھ تک یزد میں مقیم رہا۔ اور مشہد۔ اصفہان۔ طہران کا گشت بھی ہوتے ہوتے لگایا۔ سنہ ۱۲۳۰ھ سے سنہ ۱۲۳۹ھ تک کرمان شاہ میں سکونت اختیار کی۔ اور کرمان شاہ کی سکونت کے عرصے میں کربلا و

نجف میں زیارت عتبات عالیات کے لئے آتا رہا۔ یعنی سنہ ۱۲۱۲ھ سے لے کر سنہ ۱۲۳۹ھ کے طویل و عریض عرصے میں جو تقریباً ۲۷ سال پر محیط ہے کسی نے شیخ کے اوپر حسد نہ کیا۔ بلکہ کاظم رشتی اور دوسرے روسائے شیخیہ کی تحریریں اس مقام پر دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیا یزد میں سب خاص و عام شیخ کے ساتھ عزت و احترام سے پیش نہیں آتے تھے۔ کیا اصفہان و طہران و مشہد میں عزت افزائی کے واقعات سے روسائے شیخیہ کی کتابیں بھری ہوئی نہیں پڑی۔ کیا کرمان شاہ اور کربلا اور نجف اشرف میں ہر خاص و عام کی طرف سے شیخ کی عزت کا بیان خود کاظم رشتی اور روسائے شیخیہ نے تحریر نہیں کیا ہے۔ اور تمام کا خلاصہ ہم کاظم رشتی کی دلیل المتحیرین کے ص ۳۵ سطر ۱۲ تا ص ۱۴ سے پیش کرتے ہیں۔ تحریر ہے کہ:۔

واعلم انہ لما تکررت زیارۃ الشیخ المرحوم للعتبات المشرفۃ ورجوعہ الی مسکنہ الذی ھو کرمانشاہان کانت قاطرۃ خلات خامدۃ وعیون النفاق راقدۃ والالسن لفضل ذالک الجناب ناطقۃ۔ الخ

اور معلوم ہے کہ جب تک شیخ کرمان شاہ میں مقیم رہا اور عتبات عالیات کی زیارت کے لئے آتا جاتا رہا۔ اور اپنے مسکن کرمان شاہ واپس لوٹتا رہا۔ اس وقت تک مخالفت کی آگ بالکل سرد تھی۔ اور نفاق کے چشمے بالکل خشک تھے۔ اور ان جناب کی فضیلت میں لوگوں کی زبانیں رطب اللسان تھیں۔

(عکس مذکورہ عبارت کا سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے)

کیا کاظم رشتی کی اس شہادت کے بعد علمائے شیعہ اور مجتہدین پر حسد کی تہمت لگانے کی گنجائش رہ جاتی ہے۔

وہ کرمانشاہ سے اکثر کربلا و نجف کی زیارت کے لئے آتا

رہتا تھا اور کئی کئی مہینے کربلا میں قیام بھی کرتا تھا۔ ۱۲۳۲ھ میں خود شیخ کے فرزند شیخ عبداللہ نے اپنی شرح احوال شیخ میں آٹھ مہینے کربلا کا قیام دکھایا ہے۔ اس وقت کسی نے حسد کیوں نہ کیا۔ اس وقت عزت و احترام سے کیوں پیش آتے تھے۔ اس وقت کفر کے فتوے کیوں نہ لگائے سب سیرت نگاروں کا اتفاق ہے اس بات پر کہ جب شیخ کی کتابیں منتشر ہوئیں اور علماء کے ہاتھوں میں پہنچیں اور وہ شیخ کے افکار و نظریات و عقائد باطلہ پر مطلع ہوئے تو اس وقت باقاعدہ مناظرہ کر کے اہل حل و عقد کو جمع کر کے مجمع عام میں سب کے روبرو دو عادل مجتہدین عظام کو گواہ بنا کر شیخ کے کفر کا فتویٰ دیا گیا۔ ریحانۃ الادب میں مدرس تبریزی نے بھی لکھا ہے کہ جب شیخ کی کتابیں علماء کے ہاتھوں میں پہنچیں اور شیخ کے عقائد باطلہ کا علماء کو علم ہوا۔ اس وقت کفر کا فتوے دیا۔ منتخب التواریخ کے مصنف نے بھی لکھا ہے کہ جس وقت شیخ کی کتابیں علماء کے پاس پہنچیں اور وہ شیخ کے عقائد باطلہ پر مطلع ہوئے۔ اس وقت اس کو کافر قرار دیا۔ کیا کاظم رشتی کے اس چلتر پر یقین کر لیا جائے کہ شیعہ علماء و مجتہدین عظام کربلا نے اس وجہ سے کفر کا فتوے دیا کہ ان کو اپنے مال و منال دنیاوی کی طرف سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ کیا کاظم رشتی کی اس مکاری کو مان لیا جائے کہ چونکہ شیخ نے کربلائے معلیٰ میں سکونت اور روضہ اقدس میں مجاورت کا ارادہ کر لیا تھا اس لئے کفر کا فتویٰ دیا گیا کاظم رشتی اور دوسرے روساء شیخیہ کی باتیں وحی ہیں۔ کہ ان میں کوئی جھوٹ کا شائبہ نہیں ہو سکتا۔ ہم یہ باتیں مان بھی لیتے اگر کربلا کی مجاورت کرنے پر ہی کفر کا فتوے لگا ہوتا۔ لیکن کاظم رشتی نے بھی اور محمد کریم خان کرمانی نے بھی اور روساء شیخیہ احقاقیہ نے بھی کوہ ہمالیہ سے بڑی ایک حقیقت کو چھپایا ہے۔ اور یہ شیخ پر سنہ ۱۲۲۹ھ میں قیام

قزوین میں شیخ محمد تقی برغانی کے ہاتھوں کافر قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا بھانڈا بعد میں پھوٹ گیا۔ اور بعد کے آنے والے روساء شیخیہ اس کا بیان کرنے پر مجبور ہو گئے۔ جس کا بیان آگے آتا ہے۔

شیخ احمد احسائی کی مخالفت

اور

تکفیر کے چھ دور

روساے شیخیہ احقاقیہ اس بات کا پروپیگنڈہ کرتے نہیں تھکتے کہ ان کے شیخ کے خلاف خالصی یا برقعی وغیرہ دورِ جدید کے علماء نے اتہام لگایا ہے یا ان کو ایسا دیا گیا ہے۔ لہذا اے قارئینِ کرام آیئے ہم خالصی کو برقعی کو روحانی کو اور ڈھکو صاحب کو رہنے دیتے ہیں۔ بالکل ان کی بات نہیں مانتے۔ آیئے خود روساے شیخیہ کی زبانی سنئے اور خود ان کی کتابوں میں دیکھیے

ہم نے شیخ کی مخالفت اور اس کی تکفیر کے بیان کو چھ ادوار میں تقسیم کیا ہے یہ دور وہ ہیں کہ جب نہ خالصی تھے نہ برقعی۔ تھے نہ روحانی تھے نہ ڈھکو تھے اور نہ ہی یہ حقیر پرستی موجود تھا۔ ہم ہر دور کا بیان علیحدہ علیحدہ عنوان کے تحت روساے شیخیہ کی کتابوں سے ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔

شیخ احمد احسائی کی مخالفت کا پہلا دور

شیخ احمد احسائی ۱۲۲۱ھ میں پہلی مرتبہ یزد میں وارد ہوتا ہے۔ یزد کے تمام خواص و عوام نے شیخ کی بڑی عزت کی۔ بڑا احترام کیا جس کا بیان روساے شیخیہ کی کتابوں سے زیادہ نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اہل ایران کی شرافت و اخلاق تواضع و انکساری اور علماء کی عزت و احترام اور قدر و منزلت کرنے کا جذبہ اس بات کا تقاضا کرتا تھا کہ ایک نو واردی کہ جو علماء کے لباس میں ان کے شہر میں جبہ و دستار کے ساتھ وارد ہوا ہے اسی طرح سے عزت و احترام کریں۔ اور یقیناً یہ بات اہل ایران کی فطرت و شرافت۔ اخلاق و وضعداری کے عین مطابق تھی۔ مگر بطور نمونہ اس دور کو ہم تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلا حصہ یزد میں ورود۔ دوسرا حصہ یزد میں قیام۔ تیسرا حصہ یزد سے ہجرت یا ترکِ سکونت۔

یزد میں ورود کے وقت اہل یزد نے جس احترام اور عزت افزائی کا اظہار کیا اس کے لئے کاظم رشتی نے ایک مکمل باب سلوک علماء الیزد مع الشیخ دلیل المتحیرین کے صفحہ ۲۰ پر تحریر کیا ہے اس کی تفصیل میں جانے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ ایک نو واردی جو شیخ عالم کے لباس میں آیا تھا اہل یزد کو اسی طرح عزت کرنی چاہئے تھی۔

رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمانی محمد کریم خان کرمانی کے الفاظ میں

"جمیع علماء نہایت توقیر و تکریم و تمجید و تعظیم از ایشاں میکردند۔"

ہدایت الطالبین ص ۳۹

یزد کے تمام علماء ان کی نہایت توقیر نہایت تکریم نہایت تمجید اور انتہائی تعظیم کرتے تھے۔

لہذا اس دور کا پہلا حصہ شیخ کے احترام کا زمانہ ہے اور شیخ کی

تنظیم و توقیر کا دور ہے۔

اس دور کا دوسرا حصہ یزد میں قیام سے تعلق ہے شیخ احمد احسائی سے یا شیخ عبداللہ سے یا کاظم رشتی سے یا دوسرے رؤسا نے شیخیہ سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ ان حالات کا بیان واضح طور پہ اور مکمل کر سکیں جو ان کو پیش آئے لیکن جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس پر بنظرِ عمیق غور کرنے سے کسی فیصلے پر پہنچنے میں کوئی دشواری بھی نہیں ہے۔ چنانچہ کاظم رشتی نے دلیل المتحیرین میں صد ۲۳ سطر ۱۳ تا ۱۸ پہ ایک باب تحریر کیا ہے۔

امر الشیخ لصعود المنبر

یعنی شیخ نے خطیب کو حکم دیا کہ وہ منبر پر جائے اور یہ بتلائے، کیا بتلائے؟ کیوں بتلائے؟ اس کی تفصیل یوں لکھی ہے عکس ملاحظہ ہو۔

امر الشیخ الخطیب بصعود المنبر

ولما اشتہر عند الناس بعض مطالبہ، مما ہو غیر معروف بقوا یلجون بہ. ویتعرفون منہ. فامر اعلا اللہ مقامہ من یصعد المنبر. وخطب ویقول ایہا الناس ان للعلم ظاہراً وباطناً، وہما متوافقان متطابقان لا یختلفان، ولا یتناقدان الظاہر علی طبق الباطن، والصورۃ مثال الحقیقۃ

اور جب شیخ احمد احسائی کے بعض ایسے مطالب لوگوں میں مشتہر ہوئے جو ان کے نزدیک غیر معروف تھے جن کو انہوں نے آج تک کہیں نہیں پڑھا تھا۔ اور مذہب شیعہ کے علماء میں سے اس وقت تک کسی سے نہیں سنا تھا۔ تو یزد کے لوگوں میں ایک ہیجان برپا ہوگیا۔ ہر ایک کی زبان پر یہی تھا کہ یہ بات ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔ یہ بات ہم نے آج تک نہیں سنی۔ اس پر شیخ احمد احسائی نے ایک خطیب کو حکم دیا کہ منبر پہ جائے اور لوگوں سے خطاب کرے اور ان کو یہ بتلائے کہ علم کا ایک تو ظاہر ہوتا ہے اور ایک اس کا باطن ہوتا ہے۔ اور ظاہر اور

باطن دونوں ایک دوسرے کے موافق اور مطابق ہوتے ہیں۔ یہ ایک دوسرے کے خلاف اور متضاد و متناقض نہیں ہوتے۔ ظاہر باطن کے مطابق ہوتا ہے۔ اور صورت حقیقت کی مانند ہوتی ہے۔

اس باب کے آخر میں لکھا ہے

فنزل الخطیب، فسکنت الانفاس، واجتمعت الحواس وعلم المقیاس وتبین للناس الحق الواضح وما یوسوس فی صدورہم الخناس الخ

یعنی یہ بیان کرنے کے بعد خطیب منبر سے نیچے اتر آیا۔ بس انفاس پر سکوت طاری ہوگیا اور حواس جمع ہوگئے۔ اور صحیح علم حاصل ہوگیا۔ اور لوگوں کے دلوں میں خناس نے جو وسوسہ ڈال دیا تھا اور حق واضح ظاہر ہوگیا۔

کاظم رشتی کے اس بیان سے یہ بات تو پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ شیخ کے بعض مطالب کی وجہ سے یزد میں بھی ہیجان برپا ہوگیا تھا۔ ایک ایسا ہیجان کہ خود شیخ نے منبر پر جاکر یہ بیان نہیں کیا بلکہ کسی اور خطیب کو منبر پہ جاکر بیان کرنے کے لئے کہا۔ اب ان لوگوں کے دلوں میں بقول کاظم رشتی کے خناس نے جو وسوسہ ڈال دیا تھا وہ دور ہوگیا تھا یا نہیں۔ یہ اندازہ یا یہ فیصلہ حالات دو واقعات کی روشنی میں قارئین کرام نے کرنا ہے۔

کاظم رشتی نے اس تمام کتاب میں کسی واقعہ کے بیان میں کہیں بھی کوئی تاریخ بیان نہیں کی ہے۔ اسی لئے کاظم رشتی تمام دلیل المتحیرین میں موخر واقعات کو مقدم کرنے میں اور مقدم واقعات کو موخر کرنے میں آزاد نظر آتا ہے۔ لیکن واقعات کی ترتیب سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ واقعہ کب رونما ہوا ہوگا۔ کاظم رشتی نے اس واقعہ کے فوراً بعد جو باب قائم کیا ہے وہ یہ ہے:۔ سفرہ الی طوس واجتماعہم علیہ ۲۴ یعنی شیخ کا طوس کی طرف سفر اور وہاں کے علماء کا شیخ کے پاس جمع ہونا۔ اس کے بعد دلیل المتحیرین کے

صفحہ ۲۵ سطر ۹ تا ۱۲ پر اگلا عنوان ہے۔

"سفرته الی العراق ومروره باصبهان"

یعنی شیخ احمد احسائی کا عراق کی طرف سفر اور اس کا اصفہان سے گزرنا۔

اس عنوان کے تحت کاظم رشتی لکھتا ہے۔ (عکس ملاحظہ ہو)

سفرته الی العراق ومروره باصبهان

ثم لما رجع الی یزد وعزم التوجه الی العراق مجیباً لأمیر المؤمنین علیه السلام حین دعاه فی عالم الرؤیا صار یوم خروجه باهله وعیاله من بلدة دار العبادة علی اهلها یوم مشؤوم)، أصابهم کدر شدید وحزن

پھر جب شیخ احمد احسائی طوس (مشہد) سے یزد واپس لوٹا اور عراق جانے کے لیے متوجہ ہوا کیونکہ امیر المومنین علیہ السلام نے خواب میں آ کر کہا تھا کہ اب تم عراق آجاؤ لہٰذا امیر المومنین کے بلاوے کو قبول کرتے ہوئے عازم عراق ہو گئے اور جس دن وہ یزد سے نکلے تو وہ اہل یزد کے لیے بڑا ہی بُرا دن تھا۔

کاظم رشتی کی مذکورہ باتوں سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اہل یزد کے ہیجان کا واقعہ اور ان کا شیخ کی باتوں کو غیر معروف یا اجنبی سمجھنا اور خطیب کا منبر پر جا کر شیخ کی جانب سے یہ بتلانا کہ ہر علم کا ظاہر بھی ہے اور اس کا باطن بھی ہے رونما ہونے کے بعد شیخ نے طوس کا سفر اختیار کیا اور مشہد سے واپس آتے ہی یزد سے براہ اصفہان راہی عراق ہو گئے۔ پس ثابت ہوا مذکورہ واقعہ شیخ کی یزد سے ہجرت سے پہلے واقع ہوا ہے۔ جو شیخ عبداللہ کی شرح احوال اور مرزا ابوالقاسم کی فہرست کے مطابق سنہ ۱۲۲۹ھ کا واقعہ ہے۔

اب ان کڑیوں کو ملایئے جب شیخ یزد میں وارد ہوا۔ تو اہل یزد نے انتہائی احترام کیا جب شیخ کے بیانات کا سلسلہ شروع ہوا تو یزد کے لوگوں میں ہیجان برپا ہو گیا۔ شیخ نے خطیب کو منبر پر بھیج کر یہ کہلوایا کہ ہر علم کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے۔ گویا تم نے آج تک جو کچھ سنا تھا وہ ظاہر تھا اور میں نے جو کچھ بیان

کیا ہے وہ باطن ہے۔ کاظم رشتی کے قول کے مطابق خناس نے جو وسوسے ان کے دلوں میں ڈال دیئے تھے وہ صاف ہو گئے مگر شیخ فوراً ہی مشہد کی زیارت کے لئے روانہ ہو گیا۔ شاید یہ قارئین یقین کر لیں کہ یہ سفر محض زیارت کے لئے ہو گا۔ بہرحال ہمیں اس سے بحث نہیں جب یزد سے مشہد گیا تو مشہد میں ضرور زیارت بھی کی مشہد سے واپس آیا تو امیر المومنین خواب میں آ گئے۔ کہ اب یزد میں رہنے کی ضرورت نہیں اب تم یزد سے چلے آؤ۔ اس مقام پر ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ پہلے خوابوں کی طرح آنکھیں بند کرتے ہی خود شیخ احمد احسائی نے امیر المومنین کو طلب کیا تھا یا آپ خود خواب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تھا۔ یا امام اول امیر المومنین خود بے چین ہو گئے تھے کہ اب میرے لاڈلے کی یزد میں وہ بات نہیں رہی۔

بہرحال کچھ تو قارئین کرام بھی اپنی طرف سے غور کریں کیونکہ سب باتوں کا سمجھانا ہمارے ہی ذمہ تو نہیں ہے۔

پہلے دور کے دو حصے بیان ہو گئے پہلا حصہ یزد میں ورود اور عزت و احترام کے بیان کا دوسرا حصہ یزد میں قیام کے دوران مخالفت کے بیان کا اب تیسرا حصہ یزد سے ہجرت یا ترک سکونت کے حال کا پیش خدمت ہے۔ مرزا ابوالقاسم خان اپنی کتاب فہرست کتب مشائخ کے صفحہ ۱۹۶ پر لکھتے ہیں۔

وبطوریکه در هدایت الطالبین مرقوم است سبب حرکت ایشان از یزد دلگرانی بود که از بعضی اهل یزد پیدا کردند و رنجیده خاطر شدند و در خواب خدمت حضرت امیر علیه السلام رسیدند که امر بحرکت بسوی عتبات عالیات فرمودند۔

یعنی جیسا کہ کتاب ہدایت الطالبین میں لکھا ہے یزد سے شیخ احمد احسائی کی ہجرت اور ترک سکونت کا سبب یہ تھا

کہ ان کو بعض اکابر یزد کی طرف سے دلی صدمہ پہنچا تھا اور ان سے رنجیدہ خاطر ہو
گئے تھے لہذا خواب میں امیر علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے عتبات عالیات
کی طرف حرکت کا حکم فرمایا۔

قارئین محترم کیا اتنے صاف بیان پر بھی کسی تبصرے کی ضرورت ہے؟ کیا اس
سے صاف طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اہل یزد کی مخالفت اتنی شدت اختیار کر
گئی تھی کہ شیخ سے یزد میں ٹھہرنا دشوار ہو گیا تھا؟ اور امیرالمومنین کی طرف سے خواب
میں بلانے کو یزد سے فرار کی وجہ کو چھپانے کے لئے بطور سرپوش کے بیان کیا ہے
لیکن یزد سے ڈرامائی انداز میں روانگی ہمیں بار بار سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ یہ کیا ہوا؟
اور کیوں ہوا؟ رئیس مذہب شیخیہ اپنی کتاب فہرست کے ص۱۶۵ پر لکھتے ہیں کہ:۔

"و از قرار شرحی کہ مرحوم شیخ عبداللہ می نویسد از این سفر زیارت
کہ بہ یزد مراجعت فرمود باز عزم اقامت فرمود و منزلی ابتیاع
فرمود و باز منزلی در جنب آن خانہ بنا نہاد ہنوز اندک چیزی نگذشت
کہ عزم رحیل فرمود۔"

اور جیسا کہ شیخ عبداللہ نے شرح احوال شیخ احمد احسائی میں لکھا ہے کہ
جب مشہد مقدس کی زیارت کر کے واپس یزد لوٹے تو پھر یزد میں ہی قیام
کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اور ایک مکان خرید کیا اور اس مکان کے برابر میں ایک اور
مکان بنانے کا کام شروع کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود کچھ دن بھی نہ گزرنے پائے
تھے کہ یزد سے روانگی کا پروگرام بن گیا۔ اور یزد سے روانہ ہو گیا۔

اب دیکھئے کہ شیخ عبداللہ شرح احوال شیخ احمد احسائی میں کیا لکھتا ہے،
ص۳۲ و ۳۳ پہ تحریر ہے۔

"پس از ادای زیارت بدار العبادہ مراجعت نمودہ ارادۂ اقامت
و توطن فرمود پس خانہ ابتیاع نمود و بنای خانۂ دیگر امر فرمود چند
صباحی نگذشت کہ فسخ عزیمت کردہ عازم زیارت و مجاورت

عتبات عالیات گردید کہ از راہ شوشتر بدان صفحات تشریف
فرما گردد اہل یزد را این معنی ناگوار آمدہ در صدد ممانعت برآمدند
ہر چند التماس نمودہ مقبول نیفتاد پس از یاس از قبول
امین الدولہ ازین تدبیر برآمد مکاریان را در خفیہ تہدید و وعید
نمود کہ احدی اثقال ایشان ننماید تا کار دشوار شد آن بزرگوار
نزد آقا قاسم فرستاد کہ ما از شما حیوانی نخواہیم و بہ کرمانشاہ
میرویم آنجا امر باختیار ماست در اقامت و ارتحال۔ آقا قاسم
خشنود شدہ عرض کرد چون بکرمانشاہ وارد شدید ہرگاہ
شاہزادہ محمد علی مرزا حسن سلوک و رفتار ظاہر نمود لنعم المطلوب
والا کسی را بر آن بزرگوار دستی نیست"

پس زیارت کے بعد یزد واپس آئے تو یزد میں اقامت و توطن کا
پروگرام بنا لیا۔ ایک مکان خرید کیا اور دوسرے مکان کے بنانے کا حکم دیا۔
لیکن چند دن نہ گزرے تھے کہ ارادہ فسخ کر دیا اور عتبات عالیات کی زیارت
کا پروگرام بنایا کہ شوشتر کے راستے سے وہاں تشریف لے جائیں۔ اہل یزد
کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی ان کو روکنے کی بہت کوشش کی۔ بہت التماس
کی لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ جب وہ ناامید ہو گئے تو امین الدولہ نے ایک
تدبیر کی۔ مکاریوں کو یعنی ان لوگوں کو جو گدھے، خچر یا گھوڑے وغیرہ سواری
اور باربرداری کے لئے کرائے پر چلاتے تھے پوشیدہ طریقے سے ڈرایا
اور دھمکایا کہ کوئی بھی ان کے سامان کو لے جانے کے لئے باربرداری کے
لئے کرایہ پہ خچر وغیرہ نہ دے۔ اس بنا پر شیخ کے لئے بہت مشکل پیش آ گئی
آقا قاسم کے پاس آدمی بھیجا کہ ہم تم سے کوئی حیوان گدھا وغیرہ نہیں مانگتے۔
ہم کرمانشاہ جا رہے ہیں وہاں جا کر ہمیں اختیار ہو گا خواہ کرمانشاہ میں
قیام کریں یا آگے چلے جائیں۔ آقا قاسم اس بات سے خوش ہو گئے اور عرض

کیا کہ جب آپ کرمان شاہ پہنچ جائیں اگر شاہزادہ محمد علی مرزا حسن سلوک سے
پیش آئے تو بہتر ہے ورنہ کسی کو آپ کے ساتھ زبردستی کرنے کا اختیار
نہیں ہے۔

اب یہ دیکھیئے کہ محمد کریم خان کرمانی ہدایت الطالبین میں کیا فرماتے ہیں۔
ہدایت الطالبین کے [illegible] پر لکھتے ہیں۔

پس از آن بیزد مراجعت فرمودند و از آنجا چون خورده خورده
بزرگان ایشان قدر آن بزرگوار را ندانستند در خدمت گزاری
ایشان کوتاہی کردند روانہ عراق عرب بزیارت عتبات عرش
درجات گشتند و ہرچند بعض از اہل یزد اصرار در نگاه داشتن
آن بزرگوار نمودند ایشان راضی نشده بجہت حکمی کہ از حضرت
امیر علیہ السلام در عالم رویا بآن بزرگوار شده بود و اگر اہل یزد
بعبرت نظر کنند از وقتی کہ آن بزرگوار از یزد تشریف فرما
شدند جمیع برکات ایشان روز بروز تمام شد و عزت ایشان
روز بروز مبدل بذلت شد ظلم و تعدی بر ایشان فراوان شد و
خاندان کہن ایشان ویران گشت و علمای ایشان رو بانقراض گذار
دند و نفاق در میان ایشان پدید شد و امراض متواترہ و بلایای متکاثرہ
بر ایشان نازل شد تا آنکہ امروز امر شان باینجا کہ مشہود است
کشیده و چنین نشدند مگر آنکہ آن جناب از بعضی از اکابر ایشان
دلگران تشریف بردند و ایشان اتفاق عام در استدعای ماندن
از ایشان نکردند و قدر ایشان را ندانستند پس از حضرت امیر
علیہ السلام در عالم رویا مامور شدند بمہاجرت از بلد و بمقتضی ان
اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم اوضاع
اہل یزد بدین واسطہ تغیر کلی کرد اگرچہ مردم از روی غفلت متنبہ نشوند۔

پس مشہد سے واپس یزد لوٹے اور چونکہ یزد کے لوگوں نے ان بزرگوار
کی کوئی قدر نہ کی اور ان کی خدمت گزاری میں کوتاہی کی لہذا عتبات
عالیات کی زیارت کے لئے عراق روانہ ہو گئے۔ اور اگرچہ یزد کے بعض
لوگوں نے شیخ کو روکنا چاہا۔ مگر وہ ٹھہرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ کیونکہ
حضرت امیر علیہ السلام نے خواب میں ان بزرگوار کو یزد چھوڑنے کا حکم دے
دیا تھا۔ اور اگر اہل یزد عبرت کی نظر سے دیکھیں کہ جب سے شیخ بزرگوار
یزد سے تشریف لے گئے یزد کی ساری برکت ختم ہو گئی۔ اور ان کی عزت
روز بروز ذلت میں بدلتی چلی گئی۔ ظلم وستم کا ان پر دور دورہ ہو گیا۔ ان کے
پرانے خاندان ویران ہو گئے۔ ان کے علماء کا خاتمہ ہونے لگا۔ اور ان کے
درمیان نفاق پھوٹ پڑا۔ پے در پے امراض اور بہ کثرت بلائیں ان پر نازل
ہونے لگیں۔ یہاں تک کہ اہل یزد اس حالت کو پہنچ گئے کہ جو ظاہر ہے
اور یہ سب مصیبتیں اہل یزد پر اس لئے نازل ہوئیں کیونکہ شیخ احمد احسائی یزد
کے اکابر سے ناراض ہو کر گئے تھے۔ اور ان سب نے شیخ کو یزد میں ٹھہرنے
کی استدعائے عام نہیں کی۔ اور ان کی قدر کو نہ پہچانا۔ لیکن حضرت امیر کی
طرف سے عالم خواب میں حکم ملا کہ اب تم اس شہر سے ہجرت کر جاؤ۔ اور
اس آیہ کے مصداق کہ خدا اس قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب
تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدل لیں۔ اسی سبب سے اہل یزد کے حالات
خراب ہو گئے اگرچہ لوگ غفلت کی وجہ سے نہ سمجھ سکیں۔

قارئین محترم! اگر آپ بھی غفلت کی وجہ سے نہ سمجھ سکیں تو یہ آپ
کی مرضی ہے۔ ورنہ شیخ کے بیانات تو پکار پکار کر بتلا رہے ہیں
کہ شیخ یزد سے کیوں گیا؟ کس طرح طوس سے آکر مکان خریدا پھر دائمی
طور پر ایک دم اچانک یزد سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رخت سفر باندھا۔
محض زیارت کی غرض سے نہیں بلکہ ہجرت ہو رہی تھی۔ یزد کو خیرباد کہا جا

رہا تھا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اہلِ یزد نے قدر نہ کی۔ پھر مشہد سے واپس آکر
یزد میں مکان کیوں خریدا۔ مشہد جب گیا تھا مخالفت تو جب ہی ہو گئی
تھی۔ اسی لئے خطیب کو منبر پہ بھیج کر کہلوایا تھا کہ میرا علم کا ظاہر بھی ہے اور
باطن بھی۔ یہ بے قدری تو پہلے ہی ہو چکی تھی پھر مشہد سے واپس آکر یزد میں مکان
کیوں خریدا۔ توطن کا ارادہ کیوں کیا؟ پھر اچانک ہجرت؟ یہ کیا ہوا؟ معلوم ایسا
ہوتا ہے کہ شیخ کے تمام پروگرام اپنے ارادوں کے تحت نہیں تھے۔ پروگرام
بنانے والا ہاتھ یزد کی مخالفت کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے شیخ کو
زیارت کے بہانے مشہد بھیج کر شیخ کو دوسرے مقام پر منتقل کرنے کے
انتظام میں مصروف ہو گیا۔ جب شیخ واپس آیا تو اس وقت تک اگلے پروگرام
کی اطلاع موصول نہ ہوئی تھی۔ لہذا غلطی سے ایک مکان خرید بیٹھا اور مریدوں
نے یہ سمجھا کہ توطن کا ارادہ ہے مگر چند مہینے ہی گزری تھیں کہ اطلاع آگئی
لہذا شیخ نے اس اطلاع پر سرپوشش رکھا۔ کہ امیر المومنین نے یزد سے ہجرت کا
حکم دے دیا ہے۔ وہی یزد جہاں کے احترام کرنے والوں کا حال پہلے کہا
جا چکا ہے۔ وہی اب ناقدر شناس بن گئے تھے اور یہ بات کہ مولا علی امیر المومنین
نے خواب میں ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے مریدوں سے بتلائی مگر جب اہل یزد
نے خچروں اور گدھوں کے کرایہ پر دینے والوں کو دھمکیاں دیں کہ کوئی شخص شیخ
کو کرایہ پر حیوان نہ دے تو شیخ نے بھی عجیب انداز میں دھمکی دی لیکن اس کو
دینی سمجھا جس کو دھمکی دی گئی تھی۔ آقا قاسم کو بلا کر بھیجا کہ ہم تم سے کوئی حیوان کرائے
کے لئے نہیں مانگتے۔ ہم کرمان شاہ جا رہے ہیں وہاں جانے کے بعد ہماری مرضی
ہے خواہ ہم کرمان شاہ ہی میں قیام کریں یا آگے چلے جائیں۔ شیخ نے آقا قاسم
سے یہ نہیں کہا کہ ہم زیارت عتبات عالیات کے لئے جا رہے ہیں۔ ہمارے
ساتھ یہ زیادتی کیوں ہو رہی ہے؟ شیخ نے یہ بھی نہیں کہا کہ ہمیں تو امیر المومنین
نے ہجرت کا حکم دیا ہے۔ لہذا ہمارے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا جا رہا ہے؟ اب

عتبات کی بات ہے نہ امیر المومنین کے خواب کا ذکر بلکہ اصل بات منہ سے نکل رہی ہے
کہ ہم تو کرمان شاہ جا رہے ہیں۔ آقا قاسم بھی سمجھ گئے شاہزادہ محمد علی مرزا کے پاس شیخ
کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ لہذا اب کام ٹھیک ہو گیا اور شیخ براستہ اصفہان کرمانشاہ
کے لئے روانہ ہو گیا۔

قارئین کرام ہم دعوے کے ساتھ کہتے ہیں یہ بات کہ شیخ کا سر گھڑا ہوا
خواب کسی مخفی ہاتھ کے دیئے ہوئے پروگرام کا سرپوشش ہوتا تھا۔ اور سفر زیارت
کسی نئے ہیڈ کوارٹر کو منتقل ہونے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا ذریعہ ہوتا تھا۔ شیخ
نے جو جو سفر زیارت کیا وہ نیا ہیڈ کوارٹر تبدیل کرنے کے لئے اور جو خواب دیکھا وہ
کسی نئے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے۔ روسائے شیخیہ کے
بیانات کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ جہاں سے بھی ہجرت کر کے گیا وہاں
کے حالات اس کے جاتے ہی خراب ہو گئے۔ اب چاہیئے اس کو شیخ کے چلے جانے
سے برکت کے اٹھ جانے پر محمول کریں یا اس پوشیدہ ہاتھ کی تخریب کاری کا نتیجہ قرار
دیں جو شیخ کے حالات کا نگران تھا۔ بہرحال شیخ یزد سے ہجرت کر کے کرمان شاہ یا
عتبات عالیات جا رہے تھے آپ کی قوت غیر یقین کرتے جانے۔ کہتے اصفہان پہنچا
وہاں پر شیخ کا بڑا گرمجوشی کے ساتھ استقبال کیا۔ شیخ کے اصفہان میں استقبال کا حال
محمد کریم خاں کرمانی کی زبانی سنیئے۔ ہدایۃ الطالبین کے ص۴۲ پر لکھتا ہے۔

و جمیع علمای اصفہان آں جلیل الشان را استقبال نمودہ با نہایت اعزاز
و اجلال ایشاں را وارد شہر نمودند۔

پھر ص۴۳ پر لکھتا ہے۔

و قلیل روزی آں بزرگوار دراں بلدہ ماندند و چناں احترامی از ایشاں منظور
داشتند کہ از احدی از علماء آنگونہ احترام کسی منظور نداشتہ۔

پھر ص۴۴ پر لکھتا ہے۔

و خواستند کہ آں بزرگوار را دراں جا نگاہ دارند و چوں برامر خواب آں

بزرگوار مطلع شدند از اصرار خود باز ایستادند و آنگهی مرحوم شاہزادہ محمد علی مرزا کسانی چند باستقبال ایشان فرستادہ بود تا اصفہان و ایشان اصرار بر رفتن سرکار شیخ داشتند پس از آن ان بزرگوار بسمت کرمان شاہ تشریف فرما شدند

یعنی اصفہان کے تمام علماء نے شیخ کا شاندار طریقہ سے استقبال کیا، اور نہایت عزت و جلال کے ساتھ ان کو شہر میں لے کر آئے۔ وہ بزرگوار چالیس دن شہر اصفہان میں مقیم رہے۔ لوگوں نے ان کا اتنا احترام کیا کہ آج تک کسی عالم کا ایسا احترام نہیں کیا تھا۔ ان لوگوں نے خواہش کی کہ ان کو اصفہان میں ٹھہرا لیں لیکن جب اس بات کا علم ہوا کہ شیخ تو امیر المومنین کے اس حکم سے جا رہے ہیں جو ان کو خواب میں ملا ہے۔ تو پھر وہ سب کے سب خاموش ہو گئے۔ علاوہ ازیں، شاہزادہ محمد علی مرزا نے بہت سے آدمی کرمان شاہ سے شیخ کے استقبال کے لئے بھیجے ہوئے تھے جو شیخ کو ہمراہ لے جانے کے لئے اصفہان تک پہنچ چکے تھے اور وہ شیخ کو کرمان شاہ لے جانے پر اصرار کر رہے تھے لہٰذا اصفہان کے لوگوں کے لئے خاموشی کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ پس شیخ احمد احسائی شاہزادہ محمد علی مرزا کے بھیجے ہوئے آدمیوں کے ساتھ اصفہان سے راہی کرمان شاہ ہوا۔

اس مضمون کو مرزا حسن الحائری الاحقاقی کے سید اجل انار اللہ برہانہ نے اپنی کتاب دلیل المتحیرین کے ص۲۷ سطر ۱۲ تا ۱۶ پر یوں لکھا ہے۔ (عکس ملاحظہ ہو)

وبالجملة: قد جلس عندهم اربعين يوما، و كان اكرم وارد عليهم واشرف وافد لديهم، لا ينكرون فضله، ولا مقامه من العلم، ثم خرج من عندهم، وهم يحبون بقائه لديهم، متأسفين لمفارقته، معرضين لمجاورته ولكن ما وسعهم ان يكلفوا الشيخ ويصروا عليه بالبقاء عندهم لما اطلعوا على امر الرؤيا ووجود المستقبلين من طرف الشاه زاده (ما كلما يتمنى المرء يدركه)

اور بالجملہ شیخ اصفہان میں ان کے پاس چالیس دن ٹھہرا۔ انہوں نے شیخ کی بہت ہی تعظیم و تکریم کی۔ اور کوئی بھی ان کے علمی فضل و مقام کا منکر نہیں تھا۔ اس کے بعد شیخ نے اصفہان سے چلنے کا ارادہ کیا لیکن اہل اصفہان کی خواہش یہ تھی کہ شیخ اصفہان میں ہی قیام رکھے لہٰذا وہ شیخ کے جانے پر بہت متاسف تھے لیکن جب ان کو اس بات کی خبر ہوئی کہ شیخ کو تو امیر المومنین نے خواب میں آکر حکم دیا ہوا ہے اور انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہزادہ محمد علی مرزا کے آدمی کرمان شاہ سے اصفہان پہنچ چکے ہیں۔ اور وہ شیخ کو لے جانے کے لئے ہی آئے ہیں تو پھر انہوں نے شیخ کو اصفہان میں ٹھہرانے پر اصرار چھوڑ دیا۔

قارئین محترم! اب اندازہ لگائیے کہ شیخ نے اچانک یزد سے روانگی کیوں اختیار کی؟ پہلے خواب کا بہانہ کیوں بنایا؟ اور پھر کرمان شاہ جانے کا ذکر کیوں کیا؟ ذرا شرق وسطی کے نقشہ پر بھی نظر ڈالیئے اور ایران کے نقشہ میں کرمان شاہ سے اصفہان کا فاصلہ دیکھئے اور یزد سے اصفہان کا فاصلہ دیکھیئے اور پھر غور کیجئے کہ ابھی شیخ اصفہان ہی پہنچا ہے جو یزد سے تھوڑے سے ہی فاصلے پر ہے کہ شاہزادہ محمد علی مرزا کے بھیجے ہوئے کرمان شاہ سے شیخ کے استقبال کے لئے سینکڑوں میل چل کر اصفہان پہنچ چکے ہوئے ہیں یہ سینکڑوں میل کے فاصلے پر کس نے شاہزادہ محمد علی مرزا کو خبر دی کہ شیخ یزد سے چل پڑا ہے۔ ایسے تمام بھیدوں کا کھولنا ہمارے ذمہ ہی نہیں ہے کچھ آپ بھی غور کریں۔ اور فیصلہ کریں کہ یہ کیا معاملہ ہے۔

بہر حال یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ یزد میں مخالفت کی بنا پر شیخ نے یزد سے ہجرت کی اور یہ مخالفت ان مطالب کے بیان کی وجہ سے ہوئی جو غیر معروف تھے۔ اگر یزد میں کوئی مجتہد موجود ہوتا تو ابھی تکفیر کا حادثہ رونما ہو جاتا۔ لہٰذا ہم نے اس پہلے دور کو عقائد کے اختلاف کے دور میں شمار کیا ہے۔

شیخ احمد احسائی کی تکفیر کا دوسرا دور

شیخ عبداللہ نے اپنی شرح احوال شیخ میں اور کاظم رشتی نے دلیل المتحیرین میں اور محمد کریم خان کرمانی نے ہدایت الطالبین میں شیخ کی زندگی اور اس کے سفروں کا بیان تفصیل سے کیا ہے۔ لیکن یہ تینوں حضرات تکفیر کے اس دور کو بالکل ہی گول کر گئے ہیں۔ اور حادثہ تکفیر قزوین کو بالکل ہی بیان نہیں کیا۔ لیکن اگر یہ حضرات حادثہ تکفیر قزوین کو بیان کر دیتے تو یہ بات کیسے بناتے کہ جب تک شیخ کرمان شاہ سے زیارت کے لئے عتبات عالیات آتا رہا اور جاتا رہا اس وقت تک مخالفت کی آگ بالکل سرد تھی اور منافقت کے پیچھے سوئے ہوئے تھے مگر جب شیخ نے کربلا میں توطن اور مجاورت کا ارادہ کیا تو جن کے دلوں میں مرض نفاق تھا انہیں مال و منال دنیوی کی طرف سے اندیشہ ہوا۔ یا شیخ سے حسد کیا لہذا شیخ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ اور اس وجہ سے شیخ کو کافر قرار دے دیا۔ شیخی حضرات اپنے چلتروں سے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ جیسے کہ وجہ تکفیر حسد و بغض اور عناد تھا لیکن تکفیر کا یہ دور جو ہم بیان کر رہے ہیں۔ اس نے کربلا میں معرکہ تکفیر کے بارے میں رسائے شیخیہ نے جو باتیں بنائی ہیں ان سب کی تردید کر کے رکھ دی ہے۔ کہ جب تک وہ کرمان شاہ سے کربلا آتا رہا اور جاتا رہا۔ اس وقت تک کوئی اختلاف نہیں تھا۔ حالانکہ یزد میں اختلاف عقائد سے ہیجان برپا ہوا اور اگر دقت نظر کے ساتھ مطالعہ کریں تو اس اختلاف کا مزاغ کرمان شاہ کے قیام کے آخری ایام میں کرمان شاہ میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ اور قزوین میں تو علی الاعلان شیخ پر تکفیر کا فتوٰے صادر ہو چکا تھا۔ پھر کاظم رشتی اور دوسرے رؤسائے شیخیہ کے بیانات کے جھوٹ ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے؟

شیخ جب یزد سے چل کر اصفہان سے راستے کرمان شاہ پہنچا تو شاہزادہ محمد علی مرزا نے چودہ میل آگے بڑھ کر شیخ کا استقبال کیا۔ اور بتاریخ دو ذی الحجہ ۱۲۲۹ھ کو شہزادہ والاجاب شیخ عالیقدر کو بڑے عزت و وقار کے ساتھ وارد کرمان شاہ ہوا۔ اور جب تک شہزادہ زندہ رہا شیخ شہزادہ کے سایہ حمایت میں خرمستیاں کرتا رہا۔ شیخ نے شرح زیارت جامعہ کرمان شاہ میں لکھی۔ شرح فوائد کرمان شاہ میں لکھی۔ شرح مشاعر کرمان شاہ میں لکھی۔ شرح عرشیہ کرمان شاہ میں لکھی۔ شرح رسالہ علمیہ ملا محسن فیض کرمان شاہ میں لکھی۔ غرضیکہ شیخ نے یہ تمام شرحیں کرمان شاہ کے قیام کے دوران لکھیں جن کی عبارات علمائے شیعہ کے نزدیک باطل عقائد و افکار و نظریات پر مشتمل ہیں۔ جب تک شہزادہ زندہ رہا شہزادہ کے خوف سے کسی میں دم مارنے کی ہمت نہ ہوئی۔ لیکن شہزادہ کے مرنے کے بعد کیا ہوا؟ کاظم رشتی نے بالکل کچھ نہیں لکھا کہ ایسی جگہ کو شیخ نے کیوں چھوڑا جہاں اسے کھاتے افکار و عقائد کو دلجمعی کے ساتھ سپرد قرطاس کرنے کا موقع ملا تھا۔ محمد کریم خاں کرمانی نے بھی بالکل کرمان شاہ چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں لکھی۔ مگر شیخ عبداللہ نے شرح احوال شیخ میں صرف اتنا لکھا ہے کہ شاہزادے کے مرنے سے کرمان شاہ پر بالکل زوال آگیا۔

شرح احوال شیخ میں شیخ عبداللہ کے الفاظ یہ ہیں۔

> وچند سال دیگر نیز با نہایت جلال و فراغت بال زیست فرمود۔ تا اینکہ شہزادہ محمد علی مرزا برحمت ایزدی پیوست پس از وی تمامی نعمت ہای آں بلد روی بنقصان و زوال آورد کہ گویا تماما بوجود او بستہ بود۔

اس کے بعد کئی سال تک انتہائی عزت و وقار جاہ و جلال اور فارغ البالی کے ساتھ کرمان شاہ میں گزارے۔ یہاں تک کہ شہزادہ محمد علی مرزا کا انتقال ہو گیا۔ شہزادہ کا مرنا تھا کہ شہر کرمان شاہ کی تمام نعمتوں پہ زوال آگیا۔ گویا کہ یہ تمام نعمتیں شہزادہ کے وجود کے ساتھ ہی وابستہ تھیں۔

اب یہ قارئین خود اندازہ لگائیں کہ شہزادہ کے مرنے سے تمام شہر کرمان شاہ

کی نعمتوں پر زوال آگیا تھا یا شیخ احمد احسائی کا آسرا ختم ہوگیا تھا اور وہ نعمتیں جو شہزادے کے وجود سے شیخ کو میسر آرہی تھیں وہ یکسر ختم ہوگئیں تھیں۔ بہرحال کرمان شاہ اور کرمان شاہ والے کرمان شاہ ہی رہے لیکن شیخ نے اپنا بوریا بستر باندھ لیا۔ شیخ عبداللہ کی شرح احوال شیخ کے الفاظ ہیں۔

در این وقت آں بزرگوار بعزیمت زیارت حضرت رضا علیہ السلام ارتحال فرمودہ تشریف فرمای قم گردید و از انجا بقزوین و از انجا بطہران و در شاہ عبدالعظیم منزل فرمود۔

اس وقت ان بزرگوار نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی زیارت کا ارادہ کیا اور کرمان شاہ سے چل پڑے۔ پہلے قم پہنچے۔ قم سے قزوین گئے۔ قزوین سے طہران اور طہران سے شاہ عبدالعظیم آکر قیام کیا۔

کاظم رشتی نے اور محمد کریم خان کرمانی نے حادثہ تکفیر قزوین کو چھپانے کے لئے اس سفر کو بالکل ہی گول کردیا ہے۔ لیکن شیخ کے فرزند شیخ عبداللہ نے شرح احوال شیخ میں اس سفر کا کم ازکم ذکر تو کیا اور کرمان شاہ سے قم اور قم سے قزوین جانے کا بیان تو کیا خواہ حادثہ تکفیر شیخ در قزوان کو بالکل ہی چھپا گیا۔ لیکن بعد کے روساے شیخیہ نے مجبوراً اس حادثہ تکفیر قزوین کو بیان کردیا۔ کاظم رشتی نے اور محمد کریم خان کرمانی نے اس حادثہ تکفیر شیخ در قزوین کو بالکل ہی چھپایا۔ لیکن بعد کے روساے شیخیہ نے مجبوراً اس حادثہ تکفیر قزوین کو بیان کردیا کاظم رشتی نے اور محمد کریم خان کرمانی نے اس حادثہ تکفیر شیخ در قزوین کو اس لئے چھپایا کیونکہ اس کے ظاہر کرنے سے ان کی یہ بات نہیں بنتی تھی کہ جب تک شیخ نے کربلائے معلےٰ میں توطن کا ارادہ نہیں کیا اختلافات کی آگ سرد تھی اور نفاق کے چشمے خشک تھے اور زبانیں ان بزرگوار کی تعریف میں رطب اللسان تھیں لیکن کسی بات کے چھپانے سے کوئی حقیقت ختم تو نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا بعد کے روساے شیخیہ کو اس حقیقت کا اقبال کرنا پڑا جس سے کربلا کے حادثہ تکفیر کے

بارے میں روساے شیخیہ نے جتنی باتیں بنائی تھیں اور جتنے چکر گھڑے تھے وہ سب کے سب جھوٹے ہوگئے۔

پہلے ہم واقعہ تکفیر شیخ در قزوین رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان مرزا ابوالقاسم خان کی کتاب فہرست کتب مشائخ عظام کے ص ۱۵ سے پیش کرتے ہیں۔

تا یکی دو سال بآخر حیات ایشان ماندہ بود و قضیہ عجیبی پیش آمد کہ از بزرگ ترین امتحانات خداوند عالم جل شانہ در این آخر الزمان بود .... (ص ۲ تا ۳)

وآں قضیہ حکایت تکفیر شیخ بزرگوار بود کہ در شہر قزوین حادث شد .... (ص ۹)

چیزی کہ مسلم است و قابل انکار نیست و از مجموع روایات مختلفہ پیدا است بیانا سائر تکفیر است کہ قطعاً واقع شدہ و مرتکب اول آں مرحوم ملا محمد تقی برغانی معروف بشہید ثالث بود۔

.... (ص ۱۱ تا ۱۹)

شیخ کی زندگی میں ایک دو سال باقی تھے کہ ایک عجیب قصہ پیش آیا۔ جو اس آخری زمانے میں خداوند عالم کے بزرگ ترین امتحانات میں سے تھا۔ اور یہ قصہ شیخ بزرگوار کو کافر قرار دیئے جانے کے فتوے سے متعلق تھا جو شہر قزوین میں واقع ہوا۔

بہرحال جو بات مسلم ہے اور جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور مختلف روایات سے بطور واضح ثابت ہے وہ شیخ احمد احسائی کو کافر قرار دیئے جانے کا مسئلہ ہے۔ کہ یہ واقعہ تکفیر قطعاً واقع ہوا ہے اور اس کے مرتکب اول ملا محمد تقی برغانی معروف بہ شہید ثالث تھے جنہوں نے قزوین کے مقام پر شیخ پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔

آپ نے یہ کفر کا فتوے کیوں دیا۔ مرزا ابوالقاسم خاں رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ

کی اسی کتاب فہرست کے ص۱۵۵ و ص۱۵۶ سے ملاحظہ فرماتیے لکھا ہے:۔

وحقیقت امر این بود کہ برغانی دعوی اعلمیت بلد را داشت وتوقع بود کہ شیخ بزرگوار در ورود بقزوین کہ ہمہ اہل بلد و علمای محل و حکام و رعیت استقبال کردہ بودند بمنزل آقای برغانی وارد شوند درجائیکہ دعوت خاصی ہم نکردہ بود و مرحوم عالم فاضل کامل آقا میرزا عبدالوہاب قزوینی کہ از اجلہ علمای آں جا بود از مرحوم شیخ دعوت کردہ بود و ایشاں ہم اجابت نمودہ بودند والبتہ مومن خلف وعدہ نمیفرماید و معہود ہم نبود کہ بین علماء متقین این نوع حسد و استکبار باشد و میبا لیستی در کرم اخلاق مربی سائرین باشد وحتی بعرض شیخ بزرگوار ہم رسانیدہ بودند کہ آقای برغانی از شما کدورت شدہ اند کہ چرا بمنزل میرزا عبدالوہاب وارد شدہ اید و بمنزل ایشاں نرفتہ اید شیخ جواب فرمودہ بودند کہ من چارہ نداشتم و من منزل عالمی کہ از من دعوت کردہ بود میبایست وارد شوم نہ اعلمی کہ از من دعوت نکردہ بود خلاصہ کہ بر روی این کدورت آں بیچارہ میزبان ہم تکفیر شد۔

اور حقیقت امر یہ تھی کہ ملا محمد تقی برغانی اعلم ہونے کے مدعی تھے۔ ان کو یہ توقع تھی کہ شیخ احمد احسائی جن کا تمام شہر کے لوگوں نے علماء نے اور حکام نے و رعایا سب نے استقبال کیا تھا، آقای برغانی کی منزل میں وارد ہوں۔ درآنحالیکہ خاص طور پر دعوت بھی نہیں دی تھی اور میرزا عبدالوہاب قزوینی نے جو پیروان شیخ سے تھا، وہاں کے بزرگ علماء میں سے تھا۔ شیخ کو خاص طور پر دعوت دی تھی اور شیخ نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا تھا اور مومن اپنے وعدے سے خلاف نہیں کرتا۔ اور علماء متقین میں اس طرح کا حسد اور تکبر ہوتا بھی نہیں ہے۔ اور انہیں کرم اور اخلاق میں تمام کا مربی ہونا چاہیئے یہاں تک کہ شیخ بزرگوار کو بھی

اسی وقت لوگوں نے بتلا دیا تھا کہ آقای برغانی تم سے ناراض ہوگئے ہیں کہ میرزا عبدالوہاب کے گھر پر کیوں تشریف لے گئے اور ان کے شریعت کدہ پر کیوں نہیں گئے۔ تو شیخ نے یہ جواب دیا تھا کہ میرے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اس عالم کی منزل پہ جاؤں جس نے مجھ کو مدعو کیا ہے نہ کہ اس اعلم کی منزل پر جاؤں جس نے مجھے دعوت نہیں دی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس ناراضگی کے سبب شیخ کے ساتھ ہی اس بے چارہ میزبان میرزا عبدالوہاب پہ بھی تکفیر کا فتوٰی صادر ہوگیا یعنی شیخ احمد احسائی اور میرزا عبدالوہاب جو شیخ کا پیرو تھا۔ کافر قرار دے دیئے گئے۔

قارئین محترم! رئیس مذہب شیخیہ کے اس بیان سے جو بات ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ایران میں قزوین کے مقام پہ سب سے پہلا فتوائے تکفیر صادر ہوا اور شیخ نے ایران سے فرار یا ایران سے ہجرت اختیار نہ کی۔ مگر قزوین میں کافر قرار دینے کی وجہ سے۔ لیکن کاظم رشتی نے اور محمد کریم خان کرمانی نے اس واقعہ کو بالکل ہی چھپا لیا اور جب کربلا میں شیخ پہ کفر کے فتوے صادر ہوتے تو مرجع تقلید شیخیان جناب السید المہتدی السید مہدی ابن سید علی صاحب ریاض اور علمائے شیعہ و مجتہدین کربلا کے بارے میں جو جو کچھ کہا وہ اوراق سابق میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ چونکہ شیخ نے کربلا میں توطن کا ارادہ کر لیا تھا اور امام عالی مقام کی مجاورت اختیار کر لی تھی۔ لہٰذا وہاں کے علماء و مجتہدین عظام کو یہ خوف ہوا کہ اب یہ ہمارا رزق بٹائے گا۔ اب یہ ہماری روزی پہ ہاتھ مارے گا لہٰذا اپنے مال و منال دنیاوی کی وجہ سے شیخ پہ فتوائے تکفیر لگایا۔ لیکن قزوین میں نہ قیام کا سوال تھا نہ مال و منال والے خطرے کی بات تھی۔ لہٰذا اب کیا بات بنائی جاتی۔ شیخ سرے سے اپنے مریدوں سے ملتا ملاتا اثنائے سفر میں پڑاؤ ڈالتا چلا جا رہا تھا۔

مگر رسالے نے شیخیہ کو چلتر عورتوں کی طرح جھوٹ گھڑنے کا جو ملکہ حاصل

ہے۔ وہ شاید دنیا کی چلتر سے چلتر عورت کو بھی حاصل نہ ہوگا۔ مگر جو صاحبِ فہم ہیں ان کو شیخیوں کے ان چلتروں کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ بہت سے سادہ لوح لوگوں کا ان کے دھوکے میں آ جانا بھی بعید نہیں ہے اور معیارِ شرافت کے مصنف اس کی زندہ مثال ہیں۔ اور سادہ لوحی کی اس سے بڑھ کر حد اور کیا ہوگی کہ تمام حالات و واقعات سے آنکھیں بند کر کے شیخیوں کی اس من گھڑت بات پر یقین کر لیا جاتا ہے کہ محمد تقی برغانی نے جس کو شیخ خود ایران میں اعلم و افقہ کہتا ہے۔ صرف اتنی سی بات پر کہ میرے گھر کیوں نہیں آئے۔ اور میرزا عبدالوہاب کے گھر جا کر کیوں ٹھہرے کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ کیا معیارِ شرافت کے مصنف کی عقل اس بات کو باور کرنے کے لئے تیار ہے کہ جس کو شیخ خود اعلم کہتا ہے اس کو شیخ کے ساتھ کیا حسد ہو سکتا ہے۔ اور اس میں حسد کی کیا بات ہے۔ اگرچہ شیخ عبداللہ، کاظم رشتی، اور محمد کریم خان کرمانی نے اس واقعہ کو چھپایا ہے۔ مگر بعد میں آنے والے رؤسائے شیخیہ اس واقعہ کو چھپا نہ سکے۔ رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ ابوالقاسم خان کی تحریر پیش کی جا چکی ہے۔ اب مدافعین شیخ یعنی پیرو مذہب شیخیہ احقاقیہ کی منطق بھی ملاحظہ ہو۔ ملا غلام حسین تبریزی اپنی کتاب "کلمہ از ہزاران در رد نشریہ مزدوران استعمار" کے صفحہ ۱۴۳ سطر ۱ تا ۲ پر "معمای تکفیر شیخ" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:-

"ہمہ میدانند کہ مسئلہ رقابت مسئلہ ایست کہ دراں غالباً راستی و امانت ملحوظ نمی شود و رقیب در مبارزہ با رقیب عفت، زبان و قلم را ملاحظہ نمی کنند:

یعنی یہ بات سب کو معلوم ہے کہ مسئلہ رقابت ایک ایسا مسئلہ ہے کہ غالباً اس میں راستی اور امانت ملحوظ خاطر نہیں رہتی۔ اور رقیب اپنے دوسرے رقیب کے ساتھ مقابلے میں زبان و قلم کی عفت و پاکیزگی کا خیال نہیں رکھتا۔

یہ تمہید ہے جو شیخیہ احقاقیہ نے "معمای تکفیر شیخ" کے عنوان کے تحت قائم کی ہے۔ اور اس تمہید کے بعد شیخ احمد احسائی کو کافر قرار دیئے جانے کا معمہ اسی کتاب کے صفحہ ۲۶ سطر ۹ تا سطر ۱۵ پر یوں حل کرتے ہیں:

"باری شیخ احسائی بہ ہر شہری کہ وارد می شد علمای آں شہر با احترام آں بزرگوار درس و نماز خویش را بوی واگذار می نمودند و اغلب حوزہ ہای درسی تعطیل می شد و جہت استفاضہ از محضر آں عالم ربانی ہمہ مجلس درس وی حاضر می شدند و ہمہ علماء و اشراف آرزو داشتند کہ بہ افتخار ورود وی بمنزل ایشاں مفتخر گردند۔

در قزوین ملا محمد تقی برغانی ہمیں آرزو را داشت اما مرحوم شیخ احسائی بنا بہ طبع سادہ ای کہ لازمہ منش عربی و قانون اسلام دعوت مرحوم حاج ملا عبدالوہاب را کہ با استقبال وی آمدہ بود پذیرفت و بہ خانہ او تشریف برد۔ بہمیں لحاظ اولیں چاشنی تکفیر کہ بر پیکر این مرد پاک زدہ شد در قزوین و بدست بیان ملا محمد تقی سابق الذکر بود و اولین بہانہ تکفیر و تہمت این بود کہ شیخ منکر معاد جسمانی است کہ کم کم راہ برای کینہ دیگر و سائر رقیبان حسود باز شد با دیدہ رقابت مؤلفات شیخ را ورق زدند و ہر جا کلمہ متشابہی دیدند بہ رخ او و شاگردانش کشیدند۔

بہرحال شیخ احمد احسائی جس شہر میں بھی جاتے تھے اس شہر کے علماء اس بزرگوار کے احترام میں درس اور نماز ان کے حوالے کر دیتے تھے۔ اور اکثر مدارس دینی میں تعطیل ہو جایا کرتی تھی۔ اور اس عالم ربانی کے حضور میں فیض حاصل کرنے کے لئے تمام کے تمام اس کی مجلس درس میں حاضر ہو جایا کرتے تھے اور تمام علماء اور شرفاء کو یہ انتظار رہتا تھا کہ انہیں شیخ احمد احسائی کو اپنے گھر میں مہمان کرنے کا فخر حاصل ہو۔ قزوین میں ملا محمد تقی برغانی کو بھی یہی آرزو تھی۔

دکر شیخ احمد احسائی ان کے گھر مہمان بن کر ان کی عزت کو دوبالا کریں، لیکن
مرحوم شیخ احمد احسائی نے عرب کی بے آلائش اور سادہ طبیعت کی بنا پر اسلامی
قانون کے مطابق مرحوم حاجی ملا عبدالوہاب کی دعوت کو قبول کر لیا۔ کیونکہ
وہ شیخ کے استقبال کو آئے ہوئے تھے پس اسی وجہ سے تکفیر کی سب سے پہلی
ضرب جو اس مرد پاک کے جسم پر لگائی گئی وہ قزوین میں۔ اور اسی ملا محمد تقی سابق
الذکر کے ہاتھ سے تھی۔ اور سب سے پہلا بہانہ تکفیر و تہمت یہ تھا کہ شیخ احمد
احسائی معاد جسمانی کا منکر ہے۔ رفتہ رفتہ دوسرے دعویداروں اور شیخ کے سب
دشمنوں، رقابت کرنے والوں اور حسد کرنے والوں کے لئے راستہ کھل گیا اور
رقابت اور حسد کی نظر سے شیخ احمد احسائی کی تالیفات کی ورق گردانی شروع
کر دی۔ اور جہاں کبھی کوئی کلمہ متشابہ پایا شیخ اور اس کے شاگردوں کے منہ
پہ دے مارا۔

قارئین کرام! سابقہ اوراق میں آپ کاظم رشتی کی دلیل المتحیرین کے حوالے
سے پڑھ آئے ہیں کہ جب تک شیخ کرمان شاہ میں مقیم رہا اور زیارت
عتبات و عالیات کے لئے آتا رہا اور جاتا رہا۔ اس وقت تک مخالفت
کی آگ بالکل سرد تھی نفاق کے چشمے خشک تھے اور سب لوگوں کی زبانیں شیخ
کی تعریف میں رطب اللسان تھیں۔ لیکن یزد سے ہجرت، کرمان شاہ سے روانگی
اور قزوین میں چماق تکفیر کھانے کا واقعہ جو بعد کے رؤسائے شیخیہ نے
مجبوراً ظاہر کیا۔ آپ نے ملاحظہ کر لیا۔ لہٰذا قارئین محترم تو یقیناً اپنا منصفانہ فیصلہ
صادر کر چکے ہیں۔ ہم اس مقام پر علامہ حسین بخش صاحب جاڑا کی قوت
فیصلہ سے بھی اپیل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بھی کچھ اپنی عقل کو کام میں لا کر انصاف
کریں اور فیصلہ کریں کہ کیا کاظم رشتی نے جو افسانہ گھڑا ہے کیا آپ آنکھیں
بند کر کے آمنا و صدقنا کہنے پر ہی قائم رہیں گے؟ یا حق بات کو قبول کر لینے
میں کوئی عار محسوس نہیں کریں گے؟

شیخی حضرات شاید یہ سمجھتے ہیں کہ قلم ان کے ہاتھ میں ہے جتنا جھوٹ
وہ بولتے چلے جائیں گے پس وہ وحی کی زبان ہوتا چلا جائے گا۔ اور ان کی تحریر
کے مقابلے میں کسی کو سوچنے سمجھنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

قارئین کرام یہ بات یاد رہے اور ذہن میں رہے کہ ہم نے اپنی کتابوں
سے کچھ بھی نہیں لیا ہے بلکہ رؤسائے شیخیہ کے بیان سے ان کے اپنے بیانات
ہی اگر عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھ لئے جائیں تو اصل حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی
ہے کہ علمائے شیعہ نے اس وقت تک جب تک کہ شیخ کے افکار و نظریات و
عقائد باطلہ کا علم نہیں ہوا احترام کرنے میں بخل سے کام نہیں لیا۔

یزد میں جب شیخ نے ایسی باتیں کیں جو شیعہ افکار و نظریات کے مطابق
نہیں تھیں یزد کے لوگوں میں ہیجان برپا ہو گیا جس کے سامنے شیخ چند روز بھی
نہ ٹھہر سکا۔ لیکن کرمان شاہ سے اصفہان تک شہزادہ کے آدمیوں کی آمد۔ خود
شہزادے کا تاج آباد تک جو کرمان شاہ سے چودہ میل جانب اصفہان ہے۔
استقبال کے لئے آنا اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ شیخ کا ہیڈ کوارٹر
یزد سے کرمان شاہ منتقل کر دیا گیا تھا۔ اور شہزادے کی حمایت حاصل کر لی
گئی تھی۔ اس لئے شیخ سایہ چتر حمایت شہزادہ محمد علی مرزا میں خرمستیاں کرتا
رہا اور یہاں پہ شیخ نے کھل کر اور پوری آزادی کے ساتھ اپنے اس نئے مذہب
کے لئے کام کیا۔ مذکورہ تمام کتابیں یہیں رہتے ہوئے لکھیں۔ درس و تدریس کا
سلسلہ یہیں چلایا۔ شاگردوں کی کھیپ یہیں تیار کی۔ شیخیہ احقاقیہ کے تمام
حجۃ الاسلام یہیں سے شیخ سے سبق لے کر گئے جنہوں نے تبریز میں شیخ کے
مشن کو جاری کیا۔

مرزا عبدالوہاب قزوینی سابق الذکر اور خود ملا محمد تقی برغانی کے بھائی
ملا علی برغانی یہیں شیخ کے حلقہ عقیدت میں داخل ہوئے اور ملا محمد تقی برغانی کے
دوسرے بھائی ملا صالح برغانی نے یہیں شیخ کے مذہب کو اختیار کیا۔

ملا تقی برغانی شیخ کے ورود قزوین سے پہلے ہی شیخ کے افکار و نظریات پر مطلع ہو چکے تھے لیکن اس عالم و زاہد و متقی و عابد شب زندہ دار نے شیخ کی تکفیر اس وقت تک نہیں کی جب تک شیخ سے خود بالمشافہ ان کے عقائد و افکار دریافت نہ کر لئے۔ شیخ جو کرمان شاہ سے زیارت مشہد کے لئے روانہ ہوا تھا۔ اس کے گدھے اور خچر کے سفر کے زمانے میں اس طرح سے چلا کہ اسے سفر زیارت کی بجائے کسی مشن کی تکمیل کا سفر قرار دیئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ کرمان شاہ سے چل کر ایران کے شمال میں قزوین پہنچنا اور قزوین سے طہران آنا اور پھر مشہد کا رخ کرنا شیخ کے درپردہ عزائم کی نقاب کشائی کے لئے کافی ہے۔ ملا محمد تقی برغانی کے دونوں بھائی مذہب شیخیہ اختیار کر چکے تھے۔ ام سلمہ یا زرین تاج جس کو سید کاظم رشتی نے قرۃ العین کا لقب دیا تھا (ملاحظہ ہو بہائی مورخ مرزا عبدالحسین کی تاریخ الکواکب الدریہ ص۲۰۲) ملا صالح برغانی کی ہی بیٹی تھی جس کے حکم سے عین مسجد میں نماز صبح کے وقت محراب کے اندر حالت سجدہ میں ملا محمد تقی برغانی کو شہید کر دیا گیا جو دنیائے شیعیت میں شہید ثالث کے لقب سے ملقب ہوئے۔ اور ملا صالح برغانی اور ان کی بیٹی قرۃ العین ان شیخیوں میں سے ہیں جنہوں نے بعد میں علی محمد باب کی دعوت کو قبول کر لیا اور بابی مذہب کے اہم ارکان میں شمار ہوئے۔

بہر حال کربلائے معلی میں پہلی مرتبہ شیخ کی تکفیر نہیں ہوئی بلکہ ایران سے شیخ کی رخصت ایران میں تکفیر کے نتیجہ میں ہی واقع ہوئی تھی۔ مگر چونکہ روسائے شیخیہ اپنے مشن کے بارے میں ہر بات کو خوب اچھی طرح بنا سنوار کر پیش کرتے ہیں۔ لہذا ایران سے اس فرار کو زیارت عتبات عالیات کا نام دیا اور اس کو کربلا میں توطن اور مجاورت کے نام سے پیش کیا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ شیخ کا سفر کسی خاص اقدام کا نتیجہ ہوتا تھا۔ مگر اس کو کسی اور صورت میں پیش کیا جاتا تھا۔

شیخ احمد احسائی کی تکفیر کا تیسرا دور

شیخ کی تکفیر کا تیسرا دور وہ ہے جس کو ہم دلیل المتحیرین کے حوالے سے "تحقیق تکفیر شیخ احمد احسائی" کے عنوان کے تحت اوراق سابقہ میں بیان کر چکے ہیں جو کربلائے معلی میں آنے کے بعد باقاعدہ طور پر مجلس عام میں مرجع تقلید شیعیان جہاں آقائے السید المہتدی السید محمد مہدی ابن صاحب ریاض نے مناظرہ و مباحثہ کے بعد صادر کیا۔ اس تکفیر کے بعد شیخ نے کربلا میں ٹھہرنے کی ہمت نہ پائی اور کربلا سے اس طرح فرار کی کہ اس کے جانے کے بعد کربلا اس کے انتقام کا نشانہ بنا رہا۔ اس سازش کو چھپانے کے لئے روسائے شیخیہ نے جو بات بنائی وہ یہ تھی کہ شیعہ علماء نے شیخ کی شرح زیارت کی جلد چہارم والی بغداد کو لے جا کر دکھا دی تھی۔ لہذا شیخ کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں والی بغداد اس کے ساتھ برا سلوک نہ کرے۔ لہذا کربلا سے فرار اختیار کی اور اس فرار کو حج بیت اللہ کا نام دیا۔ شیخ کے جانے کے بعد داؤد پاشا والی بغداد کے ہاتھوں جو مصیبت کربلا پر وارد ہوئی وہ اوراق سابقہ میں بیان کی جا چکی ہے۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ فرار تو اس وجہ سے کی کیونکہ شیخ کی شرح زیارت کی جلد چہارم جس میں مطاعن خلفاء درج تھے وہ والی بغداد داؤد پاشا کو شیعہ علماء نے جا کر دکھا دی تھی۔ مگر بھاگ کر گیا تو الینبع کی طرف۔ اگر یہ وجہ صحیح تھی اور شیخ اسی ڈر کی وجہ سے بھاگا تھا تو اس کو ایران جانا چاہئے تھا جہاں سب اس کی عزت کرتے تھے۔ مگر وہاں کیسے جا سکتا تھا۔ وہاں سے تو پہلے ہی چماق تکفیر کھا کر آیا تھا۔ لہذا اس طرف گیا جہاں سے شیعوں میں تفرقہ ڈالنے اور شیعوں میں ایک نیا فرقہ پیدا کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ورنہ مطاعن خلفاء کی شکایت کے خوف سے بھاگا اور سعودیہ عربیہ جانا چہ معنی دارد؟ ایران کے بعد کربلا و نجف سے نکل کر خلفاء پر طعن کرنے والے کو کہیں پناہ ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ان دنوں سارا عراق، شام اور اردن وغیرہ سب

یہی مقامات سلطنت عثمانیہ ترکیہ کی قلمرو میں شامل تھے اور سعودیہ عربیہ کا اغلب حصہ خاندان سعودیہ کے قبضہ میں آچکا تھا۔ کیا ایران اور نجف و کربلا سے نکل کر خلفاء پر طعن کرنے والے کو عراق کے دوسرے مقامات یا شام یا اردن یا سعودیہ عربیہ میں کہیں پناہ ملنے کی توقع کی جاسکتی ہے؟ مگر شیخ کو کسی نے کچھ نہ کیا لیکن شیخ کے نکلنے کی سزا داؤد پاشا نے ان لوگوں کو دے دی جو بقول روسائے شیخیہ خود شکایت کرتے تھے۔ داؤد پاشا نے جو کچھ کیا وہ تو اوراق سابقہ میں گزر چکا ہے۔ مگر شیخ کی کرامت یہیں پر ختم نہیں ہوئی بلکہ اس نے سارے عالم اسلام کو ہلا کر رکھ دیا۔ ہم شیخ کی اس کرامت کو دلیل المتحیرین سے ہی ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ جس کے ص ۵۳ سطر ۱۲ تا ۲۲ پر فرار الشیخ الی مکہ و موتہ فی ھدیۃ کے عنوان کے تحت یوں لکھا ہے: ہم کتاب کا اصل عکس ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

(ووقعت بعوته ثلثة مامدها شيء . ووقعت زلزلة وولولة . وهلك كثير من الخلق بعده . ووقعت فتنة الجهاد . وانكسر بها شوكة الاسلام . وصار المسلمون اذلة للكفار . وهلك انفس كثيرة . وهتكت اعراض محترمة وصارت للكفار على المسلمين حجة .)

(ومن ذلك صارت للارس جسارة عظيمة على ملك الروم بعد ما كانوا أذلاء مغلوبين لملكهم . واخذوا كثيراً من ممالك الروم . واستولوا على بلاد الاسلام . وقد تزعزع اركانها وانهدم بنيانها . وكاد ان يضمحل حتى تدارك الله سبحانه برحمته . لمصلحة تامة . وحكمة عامة رجعت الدولة اليهم . ولكنهم بعد مقهورون مغلوبون . مطيعون لامر دولة الفرنج .)

اور شیخ احمد احسائی کی موت کے بعد ایسی مصیبت آئی کہ جس کو کوئی شئے نہ روک سکی جس سے سارا عالم اسلام ہل کر رہ گیا اور اس کے بعد بکثرت علماء سے اور جہاد کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا جس سے اسلام کی شوکت خاک میں مل گئی اور مسلمان کفار

کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہو گئے، بے شمار لوگ مارے گئے اور بہت سے مقامات محترم کی ہتک حرمت ہوئی۔ اور کفار مسلمانوں پر غالب آگئے اور اس کی وجہ سے روس کو سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے اوپر عظیم جسارت ہوئی۔ حالانکہ وہ پہلے ان کے مغلوب تھے۔ انہوں نے ترکیہ کا بہت سا علاقہ اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اور مسلمانوں کے شہروں پہ غالب آگئے اور عالم اسلام کی جڑیں ہل گئیں اور قریب تھا کہ سارا عالم اسلام مغلوب ہو جاتے لیکن اللہ نے اپنی رحمت سے کسی مصلحت تامہ اور حکمت عامہ کی غرض سے تدارک کر دیا اور ان کی حکومت ان کی طرف لوٹ آئی لیکن اس کے بعد وہ انگریزوں کے مقہور و مغلوب و مطیع ہو گئے۔

قارئین محترم! اب تبصرہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ کتاب ضخیم تر ہوتی جا رہی ہے لہٰذا شیخ کی کرامات کو پڑھئے اور خود فیصلہ کیجئے کہ کیا معاملہ ہے؟

شیخ کی تکفیر کا چوتھا دور

شیخ کی تکفیر کے پہلے تین دور خود شیخ کی زندگی میں آئے لیکن شیخ کی تکفیر کا یہ چوتھا دور شیخ کی وفات کے بعد آیا۔ جب کہ کاظم رشتی نے مذہب شیخیہ کی تبلیغ کا کام جاری کیا۔ اس کا تفصیلی بیان سابقہ اوراق میں دلیل المتحیرین کے حوالے سے ہدیہ قارئین ہو چکا ہے کہ کس طرح کاظم رشتی کو مجمع عام میں بلا کر جعفر علماء نے شیخ کی عبارات کاظم رشتی کے روبرو پیش کیں۔ خود اس سے تحریر کرایا۔ کہ شیخ کی یہ عبارات کفر ہیں۔ کاظم رشتی نے اس سلسلے میں جو باتیں بنائی ہیں وہ بھی قارئین کے ملاحظے کے لئے بالفاظہ نقل کر دی گئی ہیں۔ یہاں پر صرف دو تین باتیں مزید بطور نمونہ تحریر کی جاتی ہیں۔ کہ کاظم رشتی اور دوسرے شیخیوں کے ساتھ اہل کربلا کا سلوک خود کاظم رشتی کے الفاظ میں کیا تھا۔ اور پھر کربلا والوں پہ کیا گزری کاظم رشتی

اپنی کتاب دلیل المتحیرین کے ص۸۵ سطر ۵ تا ۱۲ پر لکھتا ہے، عکس کتاب یہ ہے۔

فاذا حضرنا مجلساً هم فيه يتفرقون تفرق المعزى اذا شد عليها الذئب ، او كان صاعقة نزلت عليهم ، او بلية حلت بهم ، ولا يبالون بمجالسة الكفار والنصاب والفجار ، واهل الفسق والفجور ، بل يجالسونهم ويخالطونهم بلا مبالاة ولا اكتراث ، ولذا احضر واحد منا يتفرقون ولا يقعدون ، واذا مروا علينا فانزون ، واذا مروا بواحد منا لا يسلمون ، ويقصدون ضررنا بكل وجه يمكنهم في مال او عرض او نفس على حسب امكانهم وطاقتهم ، ويرموننا بالعظائم من القبائح والشنائع) ويرخصون اصحابهم بان يفتروا علينا بالبهتان والكذب والزور)

یعنی ہمارے ساتھ ان کی معاشرت اور ان کے سلوک کا حال یہ ہو گیا تھا کہ جب ہم ان کی مجلس میں چلے جاتے تو وہ ہمیں دیکھ کر سب کے سب اٹھ کر چل دیتے اور اس طرح متفرق ہو جاتے جیسے کہ کسی بھیڑیے نے بکریوں کے گلہ پر حملہ کر دیا ہو۔ یا ان پہ بجلی گر پڑی ہو۔ یا کوئی بلا ان پہ نازل ہو گئی ہو۔

وہ کافروں کے ساتھ، ناصبیوں کے ساتھ، فجار کے ساتھ اور اہل فسق و فجور کے ساتھ تو اٹھتے بیٹھتے تھے۔ ان کے ساتھ معاشرت کرتے تھے اور اُن سے کوئی پرہیز نہیں کرتے تھے لیکن اگر کوئی ہم میں سے ان کے پاس چلا جاتا تھا تو سب کے سب متفرق ہو جاتے تھے اور کوئی بھی بیٹھا نہ رہتا تھا۔ اور اگر کوئی ان میں سے ہماری طرف سے گزرتا تھا تو منہ پھیر کر گزرتا تھا تو سلام نہیں کرتا تھا اور جہاں تک ان سے ممکن ہوتا تھا ہمارے جان و مال کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتے تھے۔ اور ہم پر طرح طرح سے قبیح و شنیع الزامات لگاتے تھے اور اپنے احباب کو اجازت دیتے تھے کہ وہ ہم پہ بہتان جھوٹ اور افترا کرتے رہیں۔

قارئین محترم یہ ہے وہ صورت حال جو کاظم رشتی کے سامنے شیخ کی تکفیر کے بعد رونما ہوئی جس آخر علمائے اعلام و مجتہدین عظام نے شیخ کی تکفیر کی ان کے سامنے

گرامی اوراق سابقہ میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ یہ دور وہ ہے جس میں کربلا اور نجف دونوں مقامات کے علماء اعلام اور مجتہدین عظام نے شیخ کی تکفیر کی۔ جس کے ثبوت کے لئے خود جانشین شیخ کاظم رشتی کا بیان ہی کافی ہے۔ جو اوراق سابق میں گزر چکا ہے۔ کاظم رشتی اور شیخیوں کے ساتھ شیعہ علماء اعلام و مجتہدین عظام اور شیعہ عوام کا سلوک کیا تھا وہ بھی بیان ہو چکا ہے اب اہل کربلا پہ کیا گزری۔ کیوں گزری۔ اور کیسے گزری اس کا حال رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان محمد کریم خان کرمانی کی کتاب ہدایۃ الطالبین کے ص۱۵۲ تا ص۱۵۴ سے سنئے! لکھتے ہیں کہ:۔

"تا آنکہ یکسال قبل از وفات آں بزرگوار از بس بنامی بے انصافی و ہرزہ گی آں اعادی دین مبین گزاردند خداوند را بغضب در آوردند و رسول خدا را صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ بخشم در آوردند و آئمہ طاہرین را سلام اللہ علیہم با نتقام داشتند دیگر از معصوم قضا و قدر بنزول بلا بر آں قوم بہ شورہ و شر صادر شد و عجیب پاشائی انگیختہ شد و کربلا را محاصرہ کرد و مدت مدید قریب چہار ماہ دہ روز آں بلد را محاصرہ کردہ و از قرار مذکور قریب بی ہزار طوب بآں بلد زدند و بسیاری از آں بلاد خراب کردند و ہر چند سید جلیل از راہ رافت و حلم خواستند نائرہ آں فتنہ را بخوا باشند حضرات معاندین گفتند کہ رافضی ہستیم کہ زن و بچہ ما اسیر بدست روم می شود و دفع این فتنہ بدست تو نشود و نام تو بلند نگردد خداوند ہم نعمت خود بر ایشاں محکم کرد و لشکر روم را بر ایشاں مسلط کرد و لی آلہ سنی را بر ایشاں غالب فرمود در شب یازدہم ماہ ذی الحجہ ۱۲۵۸ھ سنہ ہزار و دو صد و پنجاہ و ہشت قریب بصبحی ولایت را تسخیر کردند قریب نہ ساعت اذن قتل دادند و آں

قشون کہ بعضی از ایشاں سنی و بعضی دیگر یہود بودند بنای قتال گذاردند
و در ہر کوچہ و برزن و خانہ و مکمن کہ کسی را دیدند قتل کردند تا آنکہ
بہ دوازدہ ہزار نفر از قرار آنچہ تخمین کردہ بودند از آنہا بہ
قتل رسید و اموال اہل آن ولایت بکلی بغارت رفت و زن و
بچہ ایشاں غالباً اسیر شد و بہ بلاد بردہ شد و مردم ہر کس کہ
میتوانست کہ خود را بدولت سرای سرکار سید رساند از دست
دشمن خود را باں خانہ رسانند و قریب بہ ہزار نفس در آں
خانہ پناہ بردند و از بنای حول و حوش آں خانہ راہ بردند
بحول و قوۃ الٰہی احدی از اصحاب آں بزرگوار در ایں فتنہ بقتل نرسید
و ہمہ صحیح و سالم درفتند با وجود آنکہ کسانی کہ در روضۂ مقدس حضرت
عباس بودند ایمن نبودند از قتل حتیٰ آنکہ در رواق و حرم ہر کہ بود کشتند
حتیٰ آنکہ کسی در اندرون ضریح پناہ بردہ بود و در میان اندرون ضریح
او را گلولہ زدند و کشتند و پاشا خود از قرار مذکور با اسب داخل
رواق مطہر حضرت سید الشہداء شدہ بود۔ خلاصہ احدی در آں فتنہ
ایمن نشد مگر آنکہ بخانۂ آں بزرگوار پناہ بردہ بود ہیچ وجہ آسیبی
باو نرسید و ایں فعلی بود ظاہر و دلیلی بود باہر بر جلالت شان
آں بزرگوار کہ ائمہ علیہم السلام خواستہ بودند کہ از آں عالی مقدار
بروز کنند و بروز دادند و ایں فتنہ نسبتی باں فتنہ کہ در زمان
شیخ جلیل بر کربلا از صدمہ داؤد پاشا وارد آمدہ بود نداشتہ و
ہزار دفعہ اعظم و اعظم بود و سبب آں بود کہ حجت خدا را فجع تر شدہ
بود و غضب خدا محکم تر گشتہ۔

• پیرو شیخیہ احقاقیہ نے بھی اپنی کتاب کلمہ از ہزار در سید مرزوداں استادزمی
میں اس واقعہ کو تقریباً اسی طرح تحریر کیا ہے لہذا اس کی عبارت کو مکرر لکھنے

کی ضرورت نہیں ہے" ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ کاظم رشتی کی وفات سے
ایک سال پہلے ان دشمنان دین نے اُن بزرگوار کے ساتھ ایسا بُرا سلوک کیا کہ جس
سے خداوند تعالیٰ کو غضب ناک کر دیا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ کو غمناک
بنا دیا اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کو اُن سے انتقام لینے پر آمادہ کر دیا اور اس
قوم پر قضا و قدر سے نزول بلا کا حکم صادر ہو گیا اور نجیب پاشا والئے
بغداد کو برانگیختہ کیا گیا جس نے کربلا کا محاصرہ کر لیا۔ اور قریب چار ماہ دس
روز تک کربلا کو محاصرہ میں رکھا اور بتیس ہزار توپ سے کربلا پہ گولہ باری
کی اور اس شہر کے زیادہ حصہ کو تباہ و برباد کر دیا۔ اگرچہ سید کاظم رشتی
نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اس حملے کو ختم کرا دیں۔ لیکن حضرات معاندین
نے کہا کہ ہم اس بات پہ راضی ہیں کہ ہم قتل کر دیئے جائیں اور ہمارے زن و
بچہ رومیوں کے ہاتھوں قیدی بنا لئے جائیں۔ لیکن تیرا احسان نہ اٹھانا پڑے
خدا نے بھی اپنے غضب کو ان کے اوپر محکم کر دیا۔ اور یہودیوں کے لشکر کو
ان کے اوپر مسلط کر دیا اور طائفہ سنی کو ان کے اوپر غالب کر دیا۔ اور گیارہ
ذی الحجہ سنہ ۱۲۵۸ھ کو بوقت صبح کربلا پر قبضہ ہو گیا۔ تین گھنٹہ کے لئے اذن قتل
عام ہو گیا۔ اور وہ لشکر جس کا ایک حصہ یہودیوں پر مشتمل تھا اور دوسرا حصہ
سنی تھا۔ قتل و غارت گری میں مصروف ہو گیا۔ اور ہر گلی میں ہر کوچہ میں ہر چوک
میں اور ہر گھر میں جس کو بھی پایا قتل کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ دس بارہ ہزار
آدمی قتل ہوئے اور تمام مال و اسباب شہر کربلا کا لوٹ لیا گیا اور عورتیں اور
بچے جو زندہ بچے انہیں قیدی بنا لیا گیا اور قیدی بنا کر لے گئے۔ لوگوں میں سے
جس نے بھی سید کاظم رشتی کے گھر پناہ لے لی۔ اور جو بال بھی کسی نے سید کاظم
رشتی کے گھر تک پہنچایا وہ محفوظ رہا۔

اور خدا کی قوت و طاقت سے ان بزرگوار یعنی سید کاظم رشتی جانشین
شیخ احمد احسائی کے اصحاب میں سے کسی کا بھی بال بیکا نہ ہوا۔ اور سب کے سب

صحیح وسالم رہے۔ باوجود اس کے کہ وہ لوگ کہ جو روضۂ مقدس حضرت عباس علمدار
میں پناہ لینے کے لئے داخل ہوئے ان کو بھی پناہ نہ ملی اور وہ بھی قتل سے امن میں نہ تھے
یہاں تک کہ جو حرم میں تھا وہ بھی قتل کر دیا گیا۔ جو رواق میں تھا وہ بھی قتل کر دیا گیا۔
یہاں تک کہ اگر کسی نے ضریح کے اندر بھی پناہ لے لی تو اس کو ضریح کے اندر بھی پناہ
نہ ملی۔ اور ضریح کے اندر ہی اس کو گولی مار دی گئی۔ اور اس کو وہیں قتل کر دیا گیا اور
نجیب پاشا گھوڑے پر سوار گھوڑے سمیت رواق مطہر سید الشہداء میں داخل ہو گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ کوئی بھی فرد بشر اس حملہ میں امن میں نہیں تھا۔ سوائے اس کے
کہ جس نے سید کاظم رشتی کے گھر میں پناہ لے لی تھی۔ اس کو ذرا سا بھی نقصان نہ پہنچا۔ اور
کوئی تکلیف اس کو نہ ہوئی اور یہ دلیل ہے ان بزرگوار کی جلالت شان پر کہ ائمہ طاہرین
نے چاہا تھا کہ یہ کاظم رشتی سے ظاہر ہو۔ اور یہ فتنہ اس فتنہ کی نسبت جو شیخ کے
فرار کے بعد داؤد پاشا کے ہاتھوں ہوا تھا ہزار درجہ اعظم تھا۔ اور اس کا سبب یہ تھا کہ
حجت خدا واضح تر ہو گئی تھی اور خدا کا غضب محکم تر ہو گیا تھا۔

قارئین محترم! کیا آپ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ کیا ہوا؟ اور کیوں ہوا؟ اور کیسے ہوا؟
کیا آپ یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کسی کو بھی حضرت عباس کے حرم میں پناہ کیوں نہ ملی؟ اور کاظم
رشتی کے گھر پناہ کیوں ملی؟ جو حضرت عباس کی ضریح اقدس میں بھی پناہ لینے کے لئے
داخل ہو گیا کیوں نہ بچ سکا؟ لیکن جس نے کاظم رشتی کے گھر میں پناہ لے لی اس کا بال بیکا
کیوں نہ ہوا؟ نجیب پاشا کیوں حرم سید الشہداء میں گھوڑے سمیت داخل ہو گیا؟ اور
روضۂ اقدس امام حسین علیہ السلام کا کوئی احترام نہ کیا؟ لیکن کاظم رشتی کے گھر کا اتنا احترام
کیوں کیا؟

کیا آپ یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کیا خدا کے نزدیک پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ
کے نزدیک اور ائمہ طاہرین کے نزدیک کاظم رشتی کا گھر حرم عباس علمدار اور حرم
سید الشہداء سے بھی زیادہ محترم تھا؟

کیا آپ یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کاظم رشتی کا گھر بلا وجہ جائے امن قرار نہیں دیا

گیا تھا؟

کیا آپ کے دل میں یہ احساس ہے کہ کاظم رشتی نے یوں مجبور کر دیا کہ میرا گھر جائے
امن رہے یا نہ رہے میرے گھر کا احترام کیا جائے یا نہ کیا جائے لیکن حرم حضرت عباس
علمدار اور حرم سید الشہداء کی بے حرمتی نہ ہونے پائے؟

کیا ہم اب بھی یہی سمجھیں گے کہ یہ حضرات شیعہ تھے؟

ملتے ملتے! اے شیعیان پاکستان! غور کرو، سوچو، سمجھو اور خود اپنے
ساتھ انصاف کرو۔

قارئین کرام! یہاں پر شیخیہ احقاقیہ کی ایک قلا بازی کا نظارہ بھی کر لیجئے۔
کاظم رشتی نے اپنی کتاب دلیل المتحیرین میں اور محمد کریم خان کرمانی رئیس مذہب شیخیہ
کرمان نے اپنی کتاب ہدایۃ الطالبین میں شیخ کے کربلا سے فرار کی وجہ یہ لکھی تھی کہ
شیعہ علماء اعلام و مجتہدین عظام اور شیعہ عوام نے شیخ کی شرح زیارت کی جلد
چہارم لے جا کر والی بغداد داؤد پاشا کو دکھا دی تھی اور اس میں مطاعن خلفاء لکھے
ہوئے تھے۔ لہذا شیخ والی بغداد یا فراعنہ امت سے خوف زدہ ہو کر کربلا سے
فرار کر گیا۔ اور بعد میں اسی وجہ سے داؤد پاشا نے کربلا پر حملہ کر کے قتل عام کیا۔ اور
دوسری دفعہ کے حملہ کی وجہ یہ لکھی تھی کہ کیونکہ کربلا والوں نے کاظم رشتی کے ساتھ
بد سلوکی کی حد کر دی تھی۔ لہذا خدا نے ان پر یہ غضب نازل کیا اور پیغمبر اکرم اور
ائمہ اطہار نے کاظم رشتی کے ساتھ ان کی بد سلوکی کا یہ انتقام لیا کہ سارے کربلا کے
رہنے والے مارے گئے مگر کاظم رشتی اور ان کے گھر میں پناہ لینے والے کا بال بیکا نہ ہوا
لیکن آپ کے ایک شیعہ مجتہد آقائے روحانی نے جب یہ فیصلہ دیا کہ اس سے یہ ثابت
ہوتا ہے کہ شیخ احمد احسائی اور کاظم رشتی استعمار کے ایجنٹ تھے اور انہوں نے استعماری
قوتوں سے کہہ کر والی بغداد کو اس بات کا اشارہ دیا کہ وہ کربلا پر حملہ کر دے تو
غلام حسین تبریزی اپنی کتاب [illegible] میں اپنے بزرگ
کاظم رشتی کی دلیل المتحیرین میں بیان کردہ اس وجہ کو بالکل ہی گول کر گیا۔ اور پھر شیعوں

کو دھوکا دینے کے لئے اب ۱۳۸۶ھ میں جو کمر از ہزار کا سن تالیف ہے یہ لکھا ہے کہ

اھالی کربلا در یک قرن سه مرتبه بر علیه دولت عثمانی شوریدند

سبب قتل عام کربلا بدست عثمانیہا ۔ ص۲۴۔

یعنی کربلا کے قتل عام کا سبب یہ تھا کہ اہالی کربلا نے حکومت عثمانیہ ترکیہ کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔

اب قارئین کی مرضی ہے اگر مولف کمر از ہزار کی آج ۱۵۰ سال بعد کی اس گھڑی ہوئی وجہ کو درست قرار دینا چاہیں تو کاظم رشتی کو جھوٹا قرار دیں۔ اور کاظم رشتی کی بات کو باور کرنا چاہیں تو مولف کمر از ہزار کی بات کو اپنے شیخ کا اشتیاقی بودا دفاع اور جعلی فرزندی قرار دیں۔

شیخ احمد احسائی کی تکفیر کا پانچواں دور

قارئین کرام! آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ شیخ کی مخالفت اور اس کی تکفیر کے تین دور خود اس کی زندگی میں گزرے اور یہ بات شیخیہ احقاقیہ کے سید اجل انار اللہ برہانہ کی دلیل المتحیرین سے اور شیخیہ رکنیہ کے محمد کریم خان کرمانی کی کتاب ہدایت الطالبین سے کما حقہ ثابت کی جا چکی ہے شیخ کی تکفیر کا چوتھا دور شیخ کی موت کے بعد کاظم رشتی جانشین اول شیخ کے دور میں آیا اور جو حال اس کا بنا اور جس طرح منافرہ اس کے ساتھ ہوا وہ بھی خود کاظم رشتی کی کتاب دلیل المتحیرین سے ہی بیان ہو چکا ہے اور ان واقعات کا کوئی شیخی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ سوائے اس کے کہ غلط اور صحیح کی بحث کریں۔ یا اس کو ان شیعہ علمائے اسلام اور مجتہدین عظام کی زیادتی قرار دیں مگر واقعہ تکفیر سے انکار نہیں کر سکتے۔

شیخ کی تکفیر کا پانچواں دور سید کاظم رشتی کی موت کے بعد آیا جب کہ فرقہ شیخیہ کئی فرقوں میں بٹ گیا۔ شیخیوں کے فرقوں کی تقسیم کا بیان ہم کتاب مدینۃ الحسین (علیہ السلام) السلسلۃ الرابعۃ یعنی تاریخ کربلا تالیف السید محمد حسن الکلیدار آل طعمہ طبع اول مطبع نموذج کربلا المقدسہ کے ص۸۵ سے درج کر رہے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:

۱- الکوہریہ - اتباع الاخوند ملا حسن گوہر واتباعہ الاسکوئیون المروجون لمسلکہ حتی الیوم فی کربلاء۔

۲- الشفیعیہ - اتباع میرزا طاہر شفیع الحکاک الاصفہانی

۳- البابیہ - اتباع السید علی محمد رضا الشیرازی الملقب بالباب

۴- الحرتیہ - جماعۃ المرأۃ زرین تاج بنت العلماء البرغانی محمد صالح الذی لقبہا السید کاظم رشتی قرۃ العین فاطمۃ فی کربلاء۔

۵- الرکنیہ - اتباع میرزا محمد کریم خان بن ابراہیم خان الکرمانی ہولاء تلامذۃ قطب الاقطاب والنقطۃ التی تحت باء البسملۃ الذی تلقوا دروسہم علی ید السید کاظم وتخرجوا من مدرسۃ الکشفیۃ وکانوا جمیعاً حلفاء الاستعمار وعلمہم سیدہم الاستعمار کیف یہدموا مبادئہم مجد الاسلام ولکن ہیہات۔ وہم الذین باعوا الشعوب الاسلامیۃ الشرقیۃ وفرموا

بذور التفرقة فی صفوف الملیین.

ترجمہ: مذہب شیخیہ پانچ شاخوں میں تقسیم ہو گیا۔

۱۔ گوھریہ ۔ جو شیخ احمد احسائی اور سید کاظم رشتی کے شاگرد احسن گوہر کے پیرو ہیں۔ اور اسی کے پیرو اسکوئی حضرات ہیں جو آج تک اس فرقہ کے اعتقادات کو رواج دے رہے ہیں۔ اس فرقے کے موجودہ سربراہ مرزا حسن الاسکوئی الحائری الاحقاقی ہیں۔ جو درس آل محمد فیصل آباد پاکستان کے سرپرست اور متولی ہیں۔ یہ فرقہ ابتداءً حسن گوہر کے اتباع کرنے کی وجہ سے گوہریہ کہلاتا تھا۔ مگر موسیٰ اسکوئی نے جب سے کتاب احقاق الحق تصنیف کی ہے موسیٰ اسکوئی کی اولاد خود کو احقاقی کے لقب سے متعارف کراتی ہے۔ لہٰذا ہم نے اس کتاب میں جا بجا اس فرقۂ شیخیہ احقاقیہ لکھا ہے اور آج کل ان کا مرکز کویت میں ہے۔

۲۔ الشفیعیہ ۔ مرزا طاہر شفیعی الحکاک اصفہانی کے پیرو ہیں۔

۳۔ البابیہ ۔ سید علی محمد باب الشیرازی کے پیرو ہیں۔

۴۔ القرتیہ ۔ یہ زرین تاج بنت علامہ محمد صالح برغانی کی لڑکی کے پیرو ہیں۔ جس کو سید کاظم رشتی نے قرۃ العین یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک کا لقب دیا تھا۔ اور جس کا دعوے یہ تھا کہ وہ مظہر فاطمہ زہرا ہے۔

۵۔ رکنیہ ۔ یہ مرزا محمد کریم خان بن ابراہیم خان کرمانی کے پیرو ہیں۔ یہ سب کے سب حضرات شیخ احمد احسائی کے جانشین قطب الاقطاب دنکتہ ثقت بائے بسملہ سید کاظم رشتی کے شاگرد تھے۔ جنہوں نے سید کاظم رشتی سے استعمار کا سبق سیکھا تھا اور اس کے مدرسہ شیخیہ سے برآمد ہوئے تھے یہ سب کے سب روسی اور یورپ کی استعماری قوتوں کے حلیف تھے اور ان کے آقا سید کاظم رشتی نے ان کو استعمار کا سبق سکھایا تھا۔ کہ کس طرح سے اپنی تدابیر سے اسلام کی شوکت کو منہدم کریں لیکن افسوس یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے مشرقی ممالک اسلامیہ کو بیچ ڈالا اور اپنی چالوں سے مسلمانوں کی صفوف میں تفرقہ اور پھوٹ کا بیج بو دیا۔

ان فرقوں میں سے فرقہ گوہریہ جس طرح آگے چل کر احقاقیہ کہلانے لگ گیا اسی طرح فرقہ قرتیہ آگے چل کر بہائی کہلائے۔

شیخیوں کے مذکورہ فرقوں میں سے شفیعی، بابی اور بہائی ہماری اس کتاب کے موضوع بحث نہیں ہیں کیونکہ شفیعی فرقے کا پاکستان میں کوئی خاص وجود نہیں ہے اور بابی اور بہائی میں کوئی فرق نہیں ہے جب تک یہ حضرات سید علی محمد باب کے پیرو رہے بابی کہلائے اور بعد میں جب حضرات حسین علی بہاؤ اللہ کے پیرو بنے تو بہائی کہلائے۔ بہائی صاحبان چونکہ خود ہی خود کو غیر مسلم کہتے ہیں۔ لہٰذا ہماری اس بحث سے خارج ہیں۔

جیسا کہ خود مسٹر جوشی ایڈووکیٹ کراچی نمائندہ بہائیان پاکستان نے اراکین دستور یہ پاکستان کے نام اپنے ایک مطبوعہ کھلے خط میں مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۵۵ء میں لکھا تھا۔

یعنی بہائیوں کو پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔
(بحوالہ بہائی تحریک کے متعلق پانچ مقالے از ابوالعطاء آخر)

پس ہماری اس کتاب کا موضوع بحث شیخیوں کے صرف دو فرقے ہیں ایک شیخیہ رکنیہ کریم خانیہ کرمان اور دوسرے شیخیہ احقاقیہ کویت۔ شیخ احمد احسائی کی تکفیر کا پانچواں دور کاظم رشتی کی موت کے بعد اس وقت شروع ہوا جب محمد کریم خان کرمانی رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان کی کتاب ارشاد العوام شائع ہوئی تو شیعہ علماء اعلام و مجتہدین عظام نے تکفیر کے فتوے کی بجائے شیخ احمد احسائی سید کاظم رشتی اور محمد کریم خان کرمانی کے افکار و نظریات و عقائد باطلہ کے رد و ابطال میں کتابیں تصنیف کرنی شروع کیں۔ اور ان رسائل نے شیخیہ کے ان عقائد کو اپنی تصانیف میں خلاف اسلام اور مخالف عقائد مذہب شیعہ بیان کیا۔ اور یوں شیخی علم الکلام کے مقابلے میں خالص شیعہ علم الکلام معرض وجود میں آنا شروع ہو گیا۔ شیعہ علماء اعلام و مجتہدین عظام نے جو کتابیں شیخ احمد احسائی سید کاظم رشتی اور محمد کریم خان کرمانی کے نظریات و افکار و عقائد باطلہ کی رد میں شائع کیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تنبیہ الانام بر مفاسد ارشاد العوام — یہ کتاب حجۃ الاسلام آیت اللہ فی الانام مرجع دینی شیعیان جہاں در کربلا آقائے سید محمد حسین المرعشی الشہرستانی کی تصنیف ہے۔ جس میں

محمد کریم خان کرمانی رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کریم خانیہ کرمان کی کتاب ارشاد العوام کا رد ہے جو شیخیہ مقالات کی ایک جامع کتاب ہے اور آقائے محمد حسین شہرستانی آقائے محمد علی شہرستانی کے فرزند ہیں جو اس مجمع عام کے رکن رکین تھے۔ جنہوں نے کاظم رشتی کو مجلس عام میں طلب کر کے کاظم رشتی سے یہ لکھوایا تھا کہ شیخ کی مذکورہ عبارات کفریہ ہیں اور آقائے محمد علی شہرستانی حجۃ الاسلام و ملاذ الانام آیت العظمیٰ استاد الفقہاء السید محمد مہدی شہرستانی کے فرزند ہیں جن کے بارے میں رسالے شیخیہ کا دعویٰ یہ ہے کہ شیخ نے ان سے اجازہ روایت لیا جس کا باطل ہونا اوراق سابق میں ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور جو صرف اس لئے گھڑا گیا ہے۔ تاکہ ان مذکورہ دو بزرگ علماء مجتہدین کی طرف سے تکفیر کا جواب یوں دے سکیں کہ جب سید محمد علی شہرستانی کے باپ اور سید محمد حسین شہرستانی کے دادا نے اجازہ روایت دیا ہے تو ان کے فتوے کی کیا وقعت ہے۔

۲۔ نزہات الفاروق۔ — یہ کتاب بھی حجۃ الاسلام آیت اللہ فی الانام المرجع دینی شیعیان جہان فی الکربلا آقائے السید محمد حسین المرعشی الشہرستانی کی تصنیف ہے جس میں شیخ احمد احسائی اور کاظم رشتی اور محمد کریم خان

کرمانی کے ۳۴ عقائد باطلہ کو رد فرمایا ہے۔ اور زیادہ تر شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت اور شرح فوائد و شرح مشاعر و شرح عرشیہ اور کاظم رشتی کی شرح قصیدہ و شرح خطبہ کے اندر جو افکار باطلہ بیان کئے گئے ہیں ان کا رد کیا ہے۔

۳۔ البرهان المنير في رد على الارشاد العوام ۔ یہ کتاب حجۃ الاسلام آقائے ابراہیم بن محسن، الکاشانی کی تالیف ہے جس میں محمد کریم خان کرمانی کی کتاب ارشاد العوام میں بیان کردہ عقائد شیخیہ کا رد و ابطال کیا گیا ہے۔

۴۔ مصلاة العلاقة في رد الشيخية ۔ یہ کتاب حجۃ الاسلام آیت اللہ آقائے السید محمد ہادی الخراسانی کی تالیف ہے۔ موضوع کتاب خود اس کے نام سے ظاہر ہے۔

۵۔ هدية النملة الى رئيس الملة ۔ یہ کتاب حجۃ الاسلام آیت اللہ فی الانام آقائے محمد رضا الہمدانی نے آیت اللہ المجدد میرزا محمد حسن شیرازی (مولود ۱۲۳۰ھ در سال متوفی ۱۳۱۲ھ مدفون در نجف اشرف حسب تحریر حیات حکیم مولفہ سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی) کے حکم سے شیخ احمد احسائی، سید کاظم رشتی اور محمد کریم خان کرمانی کے نظریات و افکار و عقائد باطلہ کی رد میں تحریر کی اور اس کا نام آقائے شیرازی کی فرمائش کی وجہ سے هدية النملة الى رئيس الملة یعنی چیونٹی کا ہدیہ رئیس و قائد ملت شیعہ کے نام رکھا۔

۶۔ السيف المسلول على مبدعي دين الرسول ۔ یہ کتاب بھی حجۃ الاسلام آیت اللہ آقائے محمد رضا الہمدانی کی تصنیف و تالیف ہے کتاب کا موضوع کتاب کے نام سے ظاہر ہے مبدعی دین رسول شیخ احمد احسائی اور کاظم رشتی کے افکار باطلہ کا رد ہے۔

۷۔ غش الركنية ۔ یہ کتاب عمدۃ العلماء الاعلام و نخبۃ الفقہاء العظام جامع المعقول والمنقول، حاوی الفروع والاصول حجۃ الاسلام و ملاذ الانام، آیت اللہ السید الاوحد والعلامۃ الفرد السید محمد مہدی الکاظمی القزوینی کی تالیف ہے۔

۸۔ صوارم الغالین ۔ یہ کتاب بھی آیت اللہ السید الاوحد والعلامۃ الفرد السید محمد مہدی الکاظمی القزوینی مذکورۃ الصدر کی تالیف ہے۔

۹۔ حدیقہ سلطانیہ۔ یہ کتاب حجۃ الاسلام سید العلماء الاعلام، آقائے السید حسین ابن السید دلدار علی بن سید محمد معین نیشاپوری لکھنوی کی تالیف ہے آقائے سید دلدار علی جو غفرانماب کے لقب سے ملقب تھے۔ آقائے بحر العلوم مہدی طباطبائی متوفی ۱۲۱۲ھ اور آقائے الشیخ جعفر کبیر صاحب کشف الغطاء متوفی ۱۲۲۸ھ کے شاگرد تھے۔ آقائے بحر العلوم سے اجازہ اجتہاد لیا اور شیخ جعفر کبیر سے بھی اجازہ

اجتہاد حاصل کر کے لکھنؤ میں آباد ہوئے۔
لکھنؤ کا خاندان اجتہاد آقائے غفرانمآب کی
ہی اولاد میں یا انہی آقائے غفرانمآب کے فرزند
آقائے السید حسین ملقب بہ سید العلماء تھے جو
شیخ احمد احسائی سید کاظم رشتی اور کریم خان
کرمانی کے دور میں ہوتے ہیں۔ لکھنؤ سے شیخ
احمد احسائی اور رؤسائے شیخیہ کے افکار و نظریات
و عقائد کی رد و ابطال میں اسی مذکورہ کتاب
میں ایک مکمل باب تحریر کیا ہے۔

یہ دور شیخ احمد احسائی کی تکفیر کا پانچواں دور ہے جس میں مذہب شیخیہ کی
رد میں شیعی علم الکلام کے مقابلہ میں خالص شیعہ علم الکلام کی کتابیں معرض وجود میں آئیں۔
اور ان کتابوں میں یہ ثابت کیا گیا کہ شیخی کتب میں مذکورہ افکار و نظریات و عقائد
باطل ہیں خلاف اسلام ہیں اور خلاف مذہب شیعہ اثنا عشریہ ہیں۔ لہٰذا ان عقائد کو
ماننے والے خارج از اسلام اور مخالف مذہب شیعہ اثنا عشریہ ہیں۔

شیخ احمد احسائی کی تکفیر کا چھٹا دور

اس دور میں احقاقیوں نے گردن نکالی اور موجودہ رئیس و سربراہ مذہب
احقاقیہ کویت میرزا حسن الاسکوئی الحائری الاحقاقی کویت اثنا عشری درس آل محمد
فیصل آباد پاکستان کے والد موسیٰ الاسکوئی الحائری نے اپنی کتاب احقاق الحق،
تصنیف کی اور اپنے زعم باطل میں شیخ کے افکار پر جو شیعہ حقہ اثنا عشریہ کے اعتراضات
تھے ان کا جواب دینے کی کوشش کی۔ ملا رضا ہمدانی کی ہدیۃ النملۃ اور حجۃ الاسلام آیت اللہ

السید محمد حسین المرعشی الشہرستانی کی کتاب تریاق الفاروق میں شیخ کے
افکار و نظریات و عقائد باطلہ کا جو رد کیا گیا تھا۔ ان میں سے کسی کے بارے میں
یہ کہا کہ ہم نے شیخ کی کتابیں الٹ پلٹ کر دیکھیں اور ان کا ایک ایک ورق الٹا
اور ایک ایک صفحہ پلٹا ہمیں تو یہ بات شیخ کی کسی کتاب میں نہیں ملی۔ کسی کے بارے
میں یہ کہا کہ اس بات کا مفہوم یہ نہیں ہے بلکہ شیخ کی اس سے مراد دوسری ہے۔
ہم نے اپنی کتاب نور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ اور نور بنی امام میں شیخ کی کتابوں سے
ان عبارتوں کو نکال کر پوری کی پوری عبارتیں درج کر دی ہیں۔ جن کا موسیٰ اسکوئی
الاحقاقی نے اپنی کتاب احقاق الحق میں انکار کیا تھا۔ اور دوسرے رؤسائے شیخیہ احقاقیہ
بھی آج تک ان کا انکار کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور اس موضوع پر اردو زبان
میں پاکستان میں شائع ہونے والی یہ سب سے پہلی اور جامع اور مبسوط کتاب
ہے۔ جو شیخی عقائد کے رد میں تحریر کی گئی ہے۔ لیکن ہماری اس کتاب کا تعلق شیخ
احمد احسائی اور پیروان شیخ کی تکفیر کے چھٹے دور سے نہیں ہے۔
شیخ احمد احسائی کی تکفیر کا چھٹا دور موسیٰ الاسکوئی الحائری کی کتاب
احقاق الحق کی تالیف کے بعد شروع ہوتا ہے جس کی رد میں درج ذیل کتب
معرض وجود میں آئیں۔ اور جن میں شیخیہ احقاقیہ کا کفر اور عقائد باطلہ کا تار و
پود بکھیر کر رکھ دیا گیا وہ کتابیں یہ ہیں۔

۱- هدی المنصفین الی الحق المبین۔

یہ کتاب عمدۃ العلماء الاعلام و نخبۃ الفقہاء العظام جامع المعقول والمنقول
حاوی الفروع والاصول حجۃ الاسلام و ملاذ الانام آیت اللہ السید
الاوحد والعلامۃ الفرد السید محمد مہدی الکاظمی القزوینی کی تالیف ہے

۲- جلیب الشیخیہ۔

یہ کتاب بھی عمدۃ العلماء الاعلام و نخبۃ الفقہاء العظام، جامع المعقول
والمنقول، حاوی الفروع والاصول، حجۃ الاسلام و ملاذ الانام،

آیت اللہ الاوحد والعلامۃ الفرد السید محمد مہدی الکاظمی القزوینی کی تالیف ہے۔

۳۔ ظہور الحقیقۃ علی فرقۃ الشیخیہ۔

یہ کتاب بھی عمدۃ العلماء الاعلام و نخبۃ الفقہاء العظام، جامع المعقول والمنقول، حاوی الفروع والاصول، حجۃ الاسلام و ملاذ الانام آیت اللہ الاوحد العلامۃ الفرد السید محمد مہدی الکاظمی القزوینی کی تالیف ہے۔ اور یہ کتاب فی الحقیقت موسیٰ الاسکوئی الحائری الاحقاقی کی کتاب "احقاق الحق" کا مسکت جواب ہے۔ اور شیخیہ احقاقیہ کے افکار و نظریات و عقائد باطلہ کا رد ہے۔ اور موسیٰ اسکوئی الحائری کی عبارتوں کی عبارتیں نقل کر کے اور شیخ احمد احسائی اور کاظم رشتی کی عبارتیں ان کے حوالوں کے ساتھ تحریر کر کے ان کا رد و ابطال کیا گیا۔ اور شیخیہ احقاقیہ کی ایک ایک بات کو رد کیا ہے۔ ہم احقاق الحق کے مقدمہ کا جواب ظہور الحقیقہ کے مقدمے سے اور احقاق الحق کے خاتمہ میں جو کچھ کہا ہے اس کے جواب میں ظہور الحقیقہ کے خاتمہ سے چند سطور نمونے کے طور پر ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔

آقائے مہدی قزوینی اپنی کتاب ظہور الحقیقہ علی فرقۃ الشیخیہ کے صـ۲ پر پہلے احقاق الحق کے مقدمہ کا خلاصہ یوں تحریر کرتے ہیں۔ صرف چند سطور از سطر ۱ تا سطر ۵ سطور نمونۃً ملاحظہ ہوں۔ (عکس ملاحظہ ہو)

(قال الترکی) فی ص ۴ الی ص ۶ ما ملخصه ان بعض الناس قال بعصمة شیخه وبعض قال بانه منحرف عن الدین بغیر بیان برهان وبعض جعل کفره من المسلمات بدون نظره الی مصنفاته وبعض کفره لغلوه فی اهل البیت ع وبعض نسب الیه انکار المعاد والعروج الجسمانیین وشق القمر وبعض اثبت علیه کل اعتقاد فاسد وبعض عیّبه جرم الجهل

یعنی مرزا موسیٰ الاسکوئی (الترکی) اپنی کتاب احقاق الحق کے صـ۴ سے صـ۶ تک لکھتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض لوگ تو شیخ احمد احسائی کی عصمت کے قائل ہیں۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ شیخ احمد احسائی دین اسلام سے منحرف ہو گیا تھا۔ لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں رکھتے اور بعض لوگ اس کی مصنفات کو دیکھے بغیر ہی اس کے کفر کو مسلمات سے قرار دیتے ہیں۔ اور بعض نے اہل بیت علیہم السلام کے حق میں غلو کرنے کی بنا پر کافر کہا ہے۔ اور بعض نے شیخ احمد احسائی کی طرف انکار معاد جسمانی اور معراج جسمانی اور انکار شق القمر کی نسبت دی ہے۔ اور بعض نے شیخ کے نام ہی اعتقادات و افکار و نظریات کو فاسد و باطل و خلاف اسلام ہونا ثابت کیا ہے۔ اور بعض نے پڑوسی (یعنی رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان) کے باطل افکار کے جرم میں شیخ کو ماخوذ کر لیا ہے۔

احقاق الحق کے مقدمہ میں اس تمہیدی بیان کو جو موسیٰ الاسکوئی الترکی الحائری نے تحریر کیا ہے بطور خلاصہ تحریر کرنے کے بعد حجۃ الاسلام و ملاذ الانام آیت اللہ السید محمد مہدی الکاظمی القزوینی یوں جواب دیتے ہیں۔ صـ۱۲ سطر ۱۴ تا ۱۵ عکس حسب ذیل ہے۔

(احدها) من المعلوم ان ما لموغوبه من شیخه من جهة ظهور مبتدعات شیخه وضلالة لدی الخلق وحصول الفضیحة)

یعنی یہ امر معلوم ہے کہ موسیٰ الاسکوئی کا یہ حزن و ملال اس کے شیخ سے جو مبتدعات کا ظہور ہوا ہے اور ان کی وجہ سے اس کے شیخ کی اور اس کے تابعین کی جو فضیحت اور بدنامی ہوئی تھی اس کے سبب سے ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں۔ صـ۱۲ سطر ۱۹ تا ۲۱ عکس ملاحظہ ہو۔

(وثانیها) (ما نقله عن قوم من الناس من زعمهم العصمة فی حق شیخه فلیس فیه فائدة الا توجه فی مترفته وعصمته بحیث یعرف الناظر الی مصنفه القائل بهذا بعینه ویعرف دلیله علی ذلک ولذا ترجی عدم ظهور ما ستر)

اور یہ جو موسیٰ اسکوئی نے لوگوں کی قسموں میں سے ایک قسم ان لوگوں کی بیان کی ہے کہ جو اس کے شیخ کو معصوم جانتے ہیں۔ اس کی یہ بات سراسر تلبیس ہے۔ معلوم نہیں اس کے چھپانے کی کیا وجہ ہے اور اس کے بیان نہ کرنے کا کیا سبب ہے تاکہ ہر ناظر اس کے قائل کو فوراً پہچان لیتا اور اس کی دلیل سے بھی واقف ہو جاتا۔ اور شاید موسیٰ اسکوئی الحائری یہ چاہتا ہے کہ جو بات وہ چھپا رہا ہے وہ ظاہر نہ ہو جائے۔ الخ۔ اس کے آگے مفصل طور پر آقا نے مہدی قزوینی نے شرح مائدہ کے حوالہ سے ثابت کیا ہے کہ خود اس کا شیخ احمد احسائی ہی اپنے آپ کے معصوم ہونے کا مدعی ہے۔ اور اس کے تابعین اس کے دعوے کے مطابق اس کو ایسا کہتے ہیں۔ عکس ۲۹۰ سطر ۹ تا ۱۹ حسب ذیل ہے۔

(وثالثها) مازعمه من دعوى ان بعضهم كفروه بدون بيان برهان على فرض صدقه في هذه النسبة فالبرهان على كفره بل متى من نظر في كتبه فيشاهد انه انكر الضروريات الدينية وجاهد في محلها الزندقة الشيطانية فمن ينصف من بعض النظر في صحة بعض كتبنا بانه في نقض ضروريات الشريعة وحده ليس فيه [illegible] بعضهم برهن على كفره ببعض متناقضاته فاكتفى به من غيره وبعضهم برهن على جملة منها وبعضهم [illegible] منها وبعضهم [illegible] ثلاثة [illegible] التسعة الخالفة لضروريات الدين [illegible] بالتفصيل والشرح [illegible] بالتفصيل والشرح التفصيل في كتابين فارسيين وهو المسمى بهدى المنصفين [illegible] وهو المسمى جلب الشيعة الى المذهب الحقة وبالتفصيل في تبيين المخالفة بين المكفرين [illegible] غالب هذه الجهات التي قد تعرض [illegible] على من جيمها ودعوى ان بعضهم قد [illegible] لهم الى بيان فسادها [illegible] فسادها في الكتابين المذكورين [illegible]

اور موسیٰ اسکوئی نے یہ جو گمان کیا ہے کہ بعض نے بغیر کسی دلیل کے بیان کئے اس کو کافر قرار دیا ہے۔ اگر موسیٰ اسکوئی کو اس نسبت کے دینے میں سچا بھی فرض کر لیا جائے کہ بعض نے کوئی دلیل دیئے بغیر کافر کہہ دیا ہے تو جو شخص اس کی

کتابوں میں نظر کرے گا تو اس کو شیخ احمد احسائی کا کفر ہونا پڑے صاف اور واضح طور پر جلی انداز میں نظر آ جائے گا۔ کیونکہ شیخ کی کتابیں ضروریات دینیہ کے انکار سے بھری پڑی ہیں۔ اور اس نے اپنے مقام پر ان کو زندقہ شیطانی کے طور پر بیان کیا ہے۔ پس جو شخص بھی انصاف کی نظر سے اس وقت نظر کے ساتھ اس کی کتابوں میں غور کرے گا تو وہ یقیناً جان لے گا کہ بلاشک شیخ احمد احسائی ضروریات شریعہ کو نقض کرنے میں اوحد زمانہ ہے۔ جس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض علماء اس کی بعض متناقضات پر مطلع ہوئے۔ لہٰذا انہوں نے کسی اور بات کی طرف توجہ نہیں کی اور شیخ احمد احسائی کے کافر ہونے میں صرف اسی بات کو کافی سمجھا۔ اور بعض علماء شیخ کی کچھ زیادہ متناقضات پر مطلع ہوئے اور بعض کثیر متناقضات دینیہ پر آگاہ ہوئے۔ اور بعض نے شیخ کی غالب متناقضات دینی کو تحقیق کر کے معلوم کر لیا۔ اور ہم نے شیخ کی تمام مصنفات کا مطالعہ کیا ہے۔ پس ہم نے مخالف ضروریات دین اور عقائد فاسدہ کے علاوہ ان میں کچھ بھی نہ پایا۔ جس کا بیان ہم نے پوری تشریح و تفصیل کے ساتھ اپنی فارسی کی دو کتابوں ہدی المنصفین الی الحق المبین میں جو دو جلدوں میں ہے اور عربی کی کتاب جلب الشیعہ الی مذہب الحقہ میں بیان کر دیا ہے۔ جو کافی و شافی بیان ہے۔

اور بالجملہ شیخ احمد احسائی کو کافر قرار دینے والوں کے درمیان کوئی بھی اختلاف نہیں ہے۔ اور یہ جو موسیٰ اسکوئی الحائری نے کہا ہے کہ بعض نے پڑوس کے جرم میں شیخ کو ماخوذ کر لیا ہے۔ تو اس کی اس غلط بیانی کا جواب آگے آتا ہے۔ اس کے بعد آقا مہدی قزوینی نے ثابت کیا ہے کہ محمد کریم خان کرمانی نے اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہا۔ بلکہ جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ وہی ہے کہ جو شیخ احمد احسائی اور سید کاظم رشتی اپنی اپنی کتابوں میں لکھ گئے ہیں۔

مقدمہ کتاب سے مذکورہ دو عبارتیں ہی کافی ہیں اب اسی کتاب سے دو عبارتیں بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔ عکس ص ۲۹۶ سطر ۲۱ و ص ۲۹۷ تمام متن حسب ذیل ہیں۔

احدها مازعمه الترکی من دعوی انه قد حل الشبهات المشهورة الموردة علی شیخه قد عرفت کذبه فی هذه الدعوی من جهتین احدیهما ان ماورد علی شیخه مما قد سماه شبهات فی حقایق شرعیات جملة منها ضروریات قد ثبتت مخالفة شیخه وسائر من تابعه علیها لها وحال من خالف ضروریا من ضروریات الدین معلومة فاحال من خالف الکثیر من ضروریاته والثانیة انه لم یقدر علی سوق ادنی حجة علی فساد ما ارتکب به شیخه بل البینات الشرعیة حسبما عرفت قد قامت علی مخالفات شیخه الضروریات الدینیة وهو قد تابعه علی جملة منها وباهت فی الحق بعض منها عنه ونحن بتسدید الله سبحانه ومنه بینا ذلک فیما ـــ

﴿ وثانیها ﴾ مازعمه من حرصه علی جمع الکلمة ورفع المزاحمة الموهومة بین طائفتین من خیر امة من عجیب الرکاکة فان [illegible] بای حجة زعم ان فرقة الشیخیة من فرق المسلمین فانهم مضافا الی خروجهم عن الدین من جهة ما عرفته من غلوهم قد ثبت خروجهم عن دین المسلمین بانکارهم الکثیر من ضروریاته التی من ینکر ضروریا منها فقد کفر ومنها ما تقدم من شیخه وجعل لعنة الله ولعنة رسله وملائکته وسائر خلقه من الناس والجن علی من یخرق ویعتقد به وشیخه القائل به ای مناسبة بین منکر الضروریات الدینیة وبین المعتقد بها جمیعا حتی یسعی الترکی فی جمع الکلمة فی البین واجعلنی من جهتنه له حیث زعم ان المنازعة بین الشیخیة و بین الطائفة منازعة وهمیة فنحن نعرض عن عائبة ما مر من المنازعات ونطالب غیرها ونقول له المنازعة بین هاتین الفرقتین من جهة خصوص تنزل اهل البیت علیهم السلام الی مرتبة من یدعونه وقد جعلت الطائفة المتقدمة علی المعتقد بذلک وزعمت من لم یعتقد بذلک من [illegible] منها فهل المنازعة فی البین من هذه الجهة وهمیة وهل المنازعة بینکم وبینهم فی مثل ما تقدم وغیره وهمیة فان کانت وهمیة فلم خالفتموهم فی المسائل المتقدمة

اوّل یہ جو موسیٰ اسکوئی الترکی نے اپنے زعم کے مطابق جو یہ دعوے کیا ہے کہ اس نے اپنے شیخ کے اوپر وارد شدہ شبہات مشہورہ کو حل کر دیا ہے اس

دعوے کے بارے میں دو جہت سے اس کا جھوٹ تم پر واضح ہو چکا ہے ۔ اوّل یہ ہے کہ اس کے شیخ پر جو اعتراضات وارد کئے گئے ہیں ان کو اس نے شبہات کا نام دیا ہے حالانکہ یہ شرعی حقائق ہیں ۔ اور یہ سب کے سب ضروریات دین میں ۔ جن سے اس کے شیخ اور اس کے تابعین کا مخالفت ہونا ۔ ہم نے اپنی اس کتاب میں تم پر ثابت کر دیا ہے اور جو شخص ضروریات دین میں سے ایک بھی ضروری دین کا مخالف ہو ۔ اس کے کفر کا حال سب پر ظاہر ہے ۔ پس وہ شخص جو ضروریات دین میں سے اکثر ضروریات دین کا مخالف ہو اس کے کفر کا کیا حال ہوگا ۔

دوسرے یہ ہے کہ اس کے شیخ پر جو الزامات [illegible] جاتے ہیں ۔ اور جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان میں سے وہ کسی ایک کو بھی کسی معقول دلیل کے ذریعہ سے بھی برطرف کرنے پر قادر نہیں ہوا ہے ۔

اس کے برخلاف اس کے شیخ پر ضروریات دینی کی مخالفت میں جو دلائل قائم ہیں ۔ ان کا علم یقینی ہو گیا ہے ۔ اور ان کو تم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے ۔ اور موسیٰ اسکوئی تمام ضروریات دینی کی اس مخالفت میں شیخ احمد احسائی کا تابع ہے اور بعض سے اس نے نفی کی ہے ۔ ہم نے اللہ کے فضل و احسان سے اس کو ظاہر کر دیا ہے ۔ اور ان تمام باتوں کا ثبوت اس کتاب کے سابقہ اوراق میں گزر چکا ہے ۔

دوسری بات جو موسیٰ اسکوئی نے خیر امت کے دو فرقوں کے درمیان موہوم نزاع کو ختم کرنے اور جمع الکلمہ یعنی اتفاق و اتحاد کرانے کی خواہش کا گمان کرتے ہوئے کہی ہے ۔ یہ بات رکاکت کی انتہائی عجیب و قباحت ہے ۔ ہمیں معلوم نہیں کہ کس دلیل سے موسیٰ اسکوئی نے یہ گمان کر لیا ہے کہ فرقہ شیخیہ بھی مسلمانوں کے فرقوں میں سے ہی کوئی فرقہ ہے کیونکہ یقیناً یہ لوگ اپنے غلو کی وجہ سے دین اسلام سے خارج ہونے کے علاوہ جو اس کتاب میں ثابت کیا جا چکا ہے ۔ کثیر ضروریات دین سے انکار کی بناء پر بھی خارج از دین مسلمین ہیں ۔ کیونکہ یہ ضروریات دین ایسی ہیں کہ جو شخص ان ضروریات دین میں سے کسی ایک بھی ضروری دین کا انکار کر دے تو وہ کافر ہے ۔

اور ان باتوں میں سے ایک بات وہ ہے جس کی موسیٰ اسکوئی نے اپنے شیخ سے نفی کی ہے اور یہ کہا ہے کہ جس کا یہ عقیدہ ہو۔ اس پر اللہ کی بھی لعنت اس کے رسولوں کی بھی لعنت اس کے ملائکہ کی بھی لعنت اور اس کی تمام مخلوق جن و انس کی اس پر لعنت اور اس کا شیخ خود اس بات کا قائل تھا پس منکر ضروریات دین کے درمیان اور ان تمام باتوں کا عقیدہ رکھنے والوں کے درمیان کیا نسبت ہے کہ موسیٰ اسکوئی دونوں فرقوں میں اتحاد کی کوشش کرے اور موسیٰ اسکوئی کی اس تہمت پر حیرت کا مقام ہے کہ اس نے یہ گمان کر لیا ہے کہ شیخیوں میں اور شیعوں حقہ میں وہی تنازعہ ہے پس ہم نے اپنی کتاب میں تمام منازعات کو بیان کر دیا ہے۔ علی الخصوص اہل بیت کے تمام مخلوق میں تنزل کا مسئلہ جس پر اس نے لعنت بھیجی ہے کہ جو یہ اعتقاد رکھے اس پر لعنت ہے اور ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ تیرا شیخ یہی عقیدہ رکھتا تھا پس کیا ان منازعات کو دیکھ منازعات کہا جا سکتا ہے کیا ہمارے اور ان تمام لوگوں کے درمیان جو گزر چکے ہیں وہی منازعات تھے۔ لہذا اگر وہ منازعات وہی تھے تو تم نے اختلاف کیوں کیا تھا۔

قارئین محترم! شیخ احمد احسائی کی تکفیر کے چھ مذکورہ دور آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ ان میں سے پہلے چار تو اختلاف عقائد اور کفر کا فتویٰ کی حد تک تھے۔ جن میں باقاعدہ دو مباحثے کے بعد کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ لہذا رؤسائے شیخیہ اور پیروان شیخ کا یہ کہنا کہ شیخ کے مرنے کے بعد اس پر کفر کا فتویٰ لگانا درست نہیں ہے۔ کیونکہ مدعی علیہ موجود نہیں ہے۔ شاید اس کی مراد کچھ اور ہو۔ شیخیوں کی یہ تمام باتیں شیعان پاکستان کو دھوکہ دینے کے لئے ہیں۔ اور دھوکہ ان کا یہ ہے کہ ان مذکورہ چھ ادوار کو جو شیخ کی تکفیر کے گزرے ہیں ان کو چھپا کر شیعان پاکستان پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ شیخ کے خلاف صرف خالصی نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور ان کے بعد آنے والوں نے خالصی کی پیروی کی ہے۔ شیخ کا یہ اظہار سراسر غلط انتہائی سفید جھوٹ اور شیخیوں کے چلتر کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔ حالانکہ مذکورہ چھ دور سب کے سب خالصی سے پہلے گزرے ہیں۔ پہلے چار دور کفر کے فتووں

کے دور ہیں۔ اور دوسرے دو دور شیخ احمد احسائی اور دوسرے رؤسائے شیخیہ کی کتابوں کے رد و ابطال کی صورت میں تکفیر کے دور ہیں۔ اور یہ دونوں دور بھی خالصی سے پہلے گزر چکے ہیں۔

اب اندازہ لگائیے "شیخیوں کے دھوکا دینے کی کوئی حد ہے؟ اور شیعان پاکستان کے دھوکا کھانے کی کوئی انتہا ہے؟ کہ عقائد شیخیہ کی رد کو خالصیت کا نام دے دیا گیا۔ اور شیعان پاکستان میں سے بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ بیٹھا دیا گیا ہے کہ جو شیخ احمد احسائی یا شیخیت کی رد کرے وہ خالصی ہے۔ اور اس دھوکا کھانے میں ہمارے بھائی سید شاہد حسین زیدی صاحب آف دریا خان منفرد نہیں ہیں"

آغا عبدالحسین مبین سرحدی وکیل مدافعہ کی صفائی کہ "شیخ احمد احسائی کافر نہیں ہے"

وکیل مدافعہ شیخ آغا مبین سرحدی قائم مقام پرنسپل درس آل محمد فیصل آباد نے اپنی کتاب تذکرہ شیخ احمد احسائی میں ص۱۲۲ پر اپنے شیخ کی صفائی میں ایک عنوان ہی یہ قائم کیا ہے کہ "شیخ احمد احسائی کافر نہیں ہے"۔ مبارک ہو بہت بہت مبارک ہو۔ آغا مبین صاحب کو یہ عنوان مبارک ہو۔ اور سب شیخیوں کو وہابی شیخیہ کو یہ عنوان مبارک ہو۔

قارئین محترم! کیا یہ عنوان پکار پکار نہیں کہہ رہا ہے کہ معاملہ کیا ہے؟ اور یہ صفائی دینے کی ضرورت کیوں پڑ رہی ہے۔ ہم ایسا ہی ایک اور عنوان ہدیۂ قارئین کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام کو کسی نتیجہ تک پہنچنے میں آسانی ہو۔ یہ عنوان نوائے وقت لاہور انٹرنیشنل مورخہ ۱۱ر دسمبر ۱۹۷۶ء۔ ۱۹ر ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ صفحہ آخر کالم ۶-۷ میں اس طرح پر لکھا ہے۔

"دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اسلام سے خارج نہیں کر سکتی" مرزا ناصر احمد۔

مرزا ناصر احمد نے یہ بیان کیوں دیا؟ یہ بات اہل پاکستان میں سے کسی کو بھی بتانے

کی ضرورت نہیں ہے

آں را کہ عیاں است
چہ حاجت بہ بیاں است

اس بیان کے تحت یہ الفاظ ناصر احمد نے جو اس وقت ربوہ میں قادیانی جماعت کے سربراہ اور مرزا غلام احمد قادیانی کے خلیفہ سوم تھے ربوہ کے سالانہ جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے کہے۔ اس خطاب میں انہوں نے فرمایا۔

"دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اسلام سے خارج نہیں کر سکتی۔ ہم قرآن اور اسلام کو مانتے ہیں۔ نبی خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ (وآلہ) وسلم پر ہمارا ایمان ہے۔ ہم کسی کو اجازت نہیں دیں گے کہ وہ ہماری آئندہ نسلوں کو اسلام سے خارج کریں۔ ہم قرآن کی عظمت کا پرچار کرتے رہیں گے۔ اور وہ دن دور نہیں جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کا پیغام دنیا کے کونے میں پھیل جائے گا۔ انہوں نے اپنے عقائد کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس مذہب کو ماننے میں جو نبی آخر الزمان نے کہا ہے۔ ہمارا فقہ حنفی فقہ ہے"۔

ہم تمام دنیا کے مسلمانوں کو علی العموم اور تمام شیخیوں کو علی الخصوص چیلنج کرتے ہیں کہ مرزا ناصر احمد کے مذکورہ بیان میں سے کوئی ایسی بات نکال کر دکھائیں جو اسلام کے خلاف ہو یا ان عقائد کے ماننے والے کو خارج از اسلام کہا جا سکتا ہو۔ جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کو خاتم الانبیاء مانتا ہو۔ اور ان کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان رکھتا ہو۔ جو قرآن کی عظمت کا پرچار کرتا رہتا ہو اور محمد رسول صلے اللہ علیہ وآلہ کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلانے کا متمنی ہو۔ اور جو یہ کہتا ہو کہ ہم اس مذہب کو مانتے ہیں جو نبی آخر الزمان نے کہا ہے اور جو یہ کہتا ہو کہ ہمارا فقہ حنفی فقہ ہے۔ اس کو خارج از اسلام اور کافر کیسے کہا جا سکتا ہے۔

کیا دنیا کا کوئی ہے۔ مصنف نے مرزا ناصر احمد کے اس بیان میں سے ذرا سی

بھی کفر کی بات نکال کر دکھا سکتا ہے۔ اور اگر نہیں دکھا سکتا تو کیا دنیا کا کوئی بھی مسلمان مرزا غلام احمد کی ان مذکورہ باتوں کو تسلیم کر کے ان کو پکا مومن اور حنفی العقیدہ مسلمان تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو سکتا ہے ؟

ہرگز نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کی تمام باتوں سے واقف ہیں وہ ایسے بیانوں سے بہکائے میں نہیں آ سکتے۔ سوائے ان کے جو یا تو مرزا غلام احمد قادیانی کی تمام باتوں پر مطلع نہیں ہیں یا فی الحقیقت وہ ان ہی کی جماعت سے وابستہ ہیں۔

اسی طرح کوئی بھی شیعہ جو شیخ احمد احسائی کی تمام باتوں سے واقف ہے وہ روسائے شیخیہ اور تمام مدافعین شیخ کے ایسے بیانوں سے بہکائے میں نہیں آ سکتے سوائے اس کے کہ جو شیخ احمد احسائی کی تمام باتوں پر یا تو مطلع نہیں ہے یا فی الحقیقت وہ ان ہی کی جماعت سے وابستگی رکھتا ہے اور یقیناً شیخی ہے۔

شیخ کے پاکستانی گواہان صفائی

وکیل مدافعہ شیخ آغا عبد الحسین مبین سرحدی نے پاکستان کے علماء میں سے پانچ علماء کو بطور گواہان صفائی کے پیش کیا ہے۔ اور ان کی کتابوں میں سے ان بیانات کو جو انہوں نے شیخ کے دفاع میں بیان کئے ہیں۔ تحریر کیا ہے ان علماء مدافعین شیخ کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا محمد بشیر صاحب انصاری۔ بحوالہ تذکرہ شیخ ص ۱۳۳
۲۔ مبلغ اعظم مولوی اسمٰعیل " " ص ۱۳۳
۳۔ علامہ حسین بخش جاڑا " " ص ۱۳۴
۴۔ الحاج آغا ضمیر الحسن " " ص ۱۳۵
۵۔ مولانا محمد حسنین سابقی " " ص ۱۳۵

عکس مکتوب مولانا محمد بشیر انصاری مورخہ ۲۵/۳/۷۴

ثقۃ الاسلام الحاج محمد بشیر انصاری
صدر مجلس علماء پاکستان

تاریخ ۱۴ مارچ ۱۹۷۵ء — میوزیم روڈ ٹیکسلا

جناب محترم [illegible] صاحب دام مجدکم

سلام علیکم — مطبوعہ گرامی نامہ مع [illegible] رسالہ وصول ہوا الحمد للہ [illegible]
[illegible] فرصت جوابات ارسال کروں گا [illegible]
سفر میں ہوں —

میں نے علامہ [illegible] کے سوالات اور علامہ کرمانی مرحوم کے جوابات بنظر عمیق مطالعہ کیے۔ الحمد للہ جوابات اگرچہ [illegible] سکتے ہیں لیکن ترجمہ بعض مقامات پر مبہم غیر مفہوم ہے اصل جوابات بزبان فارسی اگر آپ کے پاس مطبوعہ ہوں تو مرحمت فرمائیے تاکہ [illegible] اقتباسات قومی اخبارات میں نشر کروں [illegible] بفضل خدا [illegible] برکت [illegible] علیہم السلام میں خود بھی ان کے جوابات شائع [illegible] دینے پر آمادہ ہوں جو بطور حاشیہ نشر کر رکھا —

علماء شریعت ظاہرہ (مفتی و مجتہد) علوم باطنیہ کے فہم و ادراک سے قاصر ہیں حالانکہ کلام معصومین علیہم السلام میں ظاہر و باطن [illegible] ایمان لانا واجب ہے
آپ میرا رابطہ [illegible] علماء [illegible] حضرت شیخ احمد [illegible] کے اسماء گرامی اور ان کے مولفات [illegible]

مولانا محمد بشیر انصاری کے خطوط سے قابلِ غور

اقتباسات

مکتوب ۵/۷/۱۱ء

۱۔ علمائے شریعت کی بہ، مفتی و مجتہد، علوم باطنیہ کے فہم و ادراک سے قاصر ہیں۔
(قارئین کرام سمجھے آپ اس کا کچھ مطلب غور کریں اچھی طرح غور کریں)

۲۔ علمائے باطن (تلامذہ حضرت شیخ اوحد درج) کے اسمائے گرامی اور ان کے مولفات کے تعارف سے مطلع کیجئے۔ میرے پاس صرف ان کی شرح زیارت جامعہ اور ان کے شاگردوں میں سے ایک عالم محقق کی کتاب احقاق الحق طبع جدید نجف اشرف موجود ہے۔

(پاکستان کے شیعوں کو گمراہ کرنے کے لئے یہی دو کتابیں کافی ہیں۔ اور منگوا کر کیا کرو گے؟)

۲۔ میں فی الحال آپ کی خدمت میں اپنی تالیف حقائق الوسائط جلد دوم رجسٹرڈ پارسل کے ذریعہ روانہ کر رہا ہوں۔ اگر اس کا ترجمہ بزبان فارسی ہو جائے اور ایران میں اس کی نشر و اشاعت ہو تو علمائے قشرئین کو معلوم ہوگا کہ اس مکتبِ فکر کے افراد پاکستان میں بھی ہیں۔

(کاش میرے وطن کا ہر شیعہ اتنا شعور رکھتا ہو جو مولانا موصوف کے ان

الفاظ کا مطلب سمجھ سکے اور ان سے پوچھ سکے کہ آپ کا مکتبِ فکر کون سا ہے؟) جس کو ایران کے قشری علماء کو چھپا رہے ہیں۔

۴۔ جناب مولانا مرزا یوسف حسین صاحب قبلہ سے جب ملاقات ہو گی تو میں انہیں بھی متوجہ کروں گا۔ وہ مجھ سے جدا نہیں ہیں۔

سمجھے قارئین کرام علی الخصوص مدیر محترم پیام عمل لاہور اور برادرم سید شاہد حسین زیدی آف دریا خان۔

مکتوبات ۸/۵/۷۵

۱۔ پاکستانی علمائے شیعہ میں اکثر و بیشتر قشری ہیں۔ جناب شیخ اوحد طاب ثراہ کے افادات تک رسائی مشکل ہے۔ اس آخری عمر میں چاہتا ہوں کہ اردو میں یہ مضامین عالیہ تلبند ہو جائیں۔ (مدیر محترم "پیام عمل" خاص طور پر غور کریں)

مکتوبات ۲۲/۵/۷۵

۱۔ ابھی تک ڈھکو کے جوابات میں شب و روز مشغول ہوں۔ اس نے تازہ ایڈیشن میں اپنی دونوں کتابوں احسن الفوائد اور اصول الشریعہ میں نہایت بے رحمی سے شیخ اوحد اور سید رشتی علیہما الرحمۃ پر حملے کئے ہیں۔

(قارئین کرام غور کریں۔ اچھی طرح غور کریں کیا فرما رہے ہیں انصاری صاحب۔ خدا آپ کو انصاری صاحب کی بات سمجھنے کی توفیق عطا کرے۔ علی الخصوص مدیر محترم پیام عمل اور برادرم سید شاہد حسین زیدی آف دریا خان کو)

۲۔ آپ نے حقائق الوسائط جلد دوم کا مطالعہ فرمایا ہوگا۔ اس میں ان بزرگوں کے عقائد کی تائید اور دلائل عقلیہ سے تشدید کی گئی ہے۔

دیکھے قارئین کرام! جناب انصاری کو معلوم ہے کہ ان بزرگوں کے عقائد اور ہیں۔ اور شیعہ علماء حقہ جن کو وہ علماء قشری کہتے ہیں کے عقائد

اور ہیں - انصاری صاحب اینڈ کمپنی آج تک ان ہی بزرگوں کے عقائد کو شیعہ عقائد ظاہر کر کے بے خبر اور سادہ لوح شیعہ عوام کو دھوکے سے گمراہ کرتے رہے ہیں -) اور اکثر بے خبر شیعہ عوام کو بے وقوف بنا رہے ہیں)

۳- جناب آقائے ابراہیمی مدظلہ العالی سے عنقریب مراسلت کروں گا - یہ پاکستانی فتنہ جو شیخ خالصی کی سیرت کا احیاء ہے نہایت قوت و شدت اختیار کر گیا ہے - اس کا دفاع نہایت ضروری بلکہ اوجب واجبات میں ہے -

دیکھیے قارئین کرام - مولانا انصاری نے یہ کیا فرمایا ہے کہ پاکستانی فتنہ جو شیخ خالصی کی سیرت کا احیاء ہے مولانا موصوف کی پاکستانی فتنہ سے کیا مراد ہے ؟ اور خالصی کی سیرت کے احیاء سے انکا کیا مطلب ہے ؟

اگر ہمارا اشارہ قبول ہو تو پاکستانی فتنہ سے مراد مولانا موصوف کی یہ ہے کہ فتنہ شیخیت جس سے پاکستانی یکسر بے خبر تھے اور مولانا موصوف اور ان کے ساتھی در پردہ شیخی عقائد کی تبلیغ کر رہے تھے ان کا پردہ چاک کر دیا گیا ہے - اور شیخ خالصی کی سیرت یہی ہے کہ انہوں نے شیخیہ کی تکفیر کے ساتویں دور میں شیخ احمد احسائی اور شیخیت کے خلاف وہ کام کیا کہ شیخی حضرات اب جو کسی سے بھی اپنے شیخ کے خلاف کچھ سنتے ہیں - تو وہ کہتے ہیں کہ وہ آ گیا خالصی - جس طرح ہماری عورتیں بچوں کو یہ کہہ کر ڈراتی ہیں کہ وہ آ گیا جن وہ آ گیا بھوت - یا وہ آ گیا پٹھان اسی طرح شیخیوں کی سیرت ثانیہ بن گئی ہے یہ کہ جب وہ کسی سے سنتے ہیں کہ وہ شیخ احمد احسائی اور شیخیوں کی خرافات کا پردہ چاک کر رہا ہے - تو فوراً کہتے ہیں وہ آ گیا خالصی - چونکہ شیخیوں نے پاکستان کے شیعوں میں سے اکثر کو ایسا بے وقوف بنایا ہے کہ وہ سچ مچ یہ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ جیسے خالصی ہی وہ منفرد ہستی ہے جس نے ان کے شیخ کے بارے

میں کچھ کہا ہے - لہٰذا اسی لئے ہم نے اپنی اس کتاب سے خالصی کے دور کو خارج از بحث قرار دے کر خالصی کے پہلے کے چھ دور بیان کئے ہیں تاکہ شیخیوں کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ صرف خالصی نے ان کے شیخ کو کچھ کہا ہے - ورنہ ان کا شیخ تو ایسا نہیں ہے)

مکتوب ۵ ۳/۱۰

مولانا اسمٰعیل صاحب نے جو رسالہ تحریر فرمایا ہے اور شیخ و سید علیہما الرحمۃ کی تائید کی ہے - اس کا مسودہ میں نے ہی دیا تھا - جو کچھ مذہب شیخی یا عقائد شیخیہ کو بغیر علم و فہم غلط و باطل سمجھا جا رہا تھا اس کی رد ہو جائے اور قرآن و حدیث و دلائل عقلیہ سے جن عقائد حقہ کو ان بزرگوں نے مبرہن و مستدل کیا ہے - اس کا انکشاف ہو جائے -

دیکھیے قارئین کرام ! مولانا محمد بشیر صاحب انصاری محض کی جوش کہہ رہے ہیں کہ علمائے شریعت ظاہری (یعنی مفتی و مجتہد) علم باطنیہ کے فہم و ادراک سے قاصر ہیں ؟

کیا مولانا موصوف نے اپنے مذہب کو ظاہر نہیں کر دیا ہے ؟ یہ کہہ کر کہ "اگر ان کی کتاب کا فارسی میں ترجمہ ہو کر ایران میں شائع ہو جائے تو علمائے قشرین کو معلوم ہو جائے گا کہ اس مکتب فکر کے افراد پاکستان میں بھی ہیں "

میرے محترم قارئین اچھی طرح غور کریں کہ ۳/۱۰ کے مکتوب کے مذکورہ جملہ کا کیا مطلب ہے ؟

اس مکتب فکر کے افراد پاکستان میں بھی ہیں : کون سا مکتب فکر ؟ پھر ۲۲/۵ کو خط میں کچھ وضاحت ہوئی کہ کتاب حقائق الوسائط مولانا محمد بشیر صاحب انصاری نے ان بزرگوں (شیخ احمد احسائی، کاظم رشتی اور موسیٰ اسکوئی) کے عقائد کی تائید میں ہی لکھی ہے -

پھر ۱۴/۳ اور ۲۲/۵ کے مذکورہ خطوط کی تفسیر بالفاظ واضح ۳/۱۰ کے خط میں ملا گئی ہے -

"کیونکہ مذہب شیخی یا عقائد شیخیہ کو بغیر علم وفہم غلط و باطل سمجھا جا رہا تھا۔"
ہمیں معلوم نہیں کہ قارئین کرام مولانا محمد بشیر صاحب القاری کی ان باتوں کا مطلب اب بھی کچھ سمجھے ہیں یا نہیں۔ اگر سمجھ گئے ہیں تو براہ مہربانی ہمارے بھائی سید شاد حسین زیدی آف دریا خان اور مدیر محترم پیام عمل لاہور کو بھی سمجھا دیں۔

مبلغ اعظم شیخیہ مولوی محمد اسمٰعیل بانی درس آل محمد کے

مکتوبات کے اقتباسات

۵۵/۶/۱۰ ۔ آج کل مقصرین کے خلاف ایک بہت بڑی مہم چلا رہا ہوں۔ اور حضرت شیخ الاوحد شیخ احمد احسائی قدس سرہ کے معتقدین سے ہوں۔ شرح زیارت جامعہ سے کوئی تیس سال سے استفادہ کرتا رہا ہوں۔ سید الامجد کاظم رشتی اعلی اللہ مقامہ سے بھی عقیدت ہے۔ شیعان پاکستان آپ کو خود اپنے ساتھ اتفاق کرنے کی خداوند تعالیٰ توفیق عطا کرے آمین!!

۵۵/۹/۱۰ ۔ مقصرین سے برسر جہاد ہوں تقریباً مناظرہ احمد پور سیال ضلع جھنگ مقصرین کے خلاف فتح عظیم نصیب ہوئی ہے۔ کہ ان کی صفوں میں انتشار آگیا ہے۔ ایک عالم ان کا (حسین بخش صاحب جاڑا) ہمارے ساتھ معاون اور متحد ہوگیا ہے۔ (کیا فرماتے ہیں علامہ حسین بخش صاحب جاڑا بیچ اس مسئلہ کے) باقی چنیوٹ والی بات یا چنیوٹیہ (لکھنے والا حقیر مؤلف اس کتاب) اس کا آپ فکر نہ فرمایئے۔ لائل پور اور چنیوٹ میں کل ۲۲ میل کا فرق ہے۔ اور تمام چنیوٹ کے ایم این اے اور ایم پی اے اور مومنین میرے ساتھ ہیں۔ انشاء اللہ ان کے خلاف اودھم مچاؤں گا۔ اور آپ کی حمایت میں خون کا آخری قطرہ تک بہا دوں گا۔ آپ شیخ اوحد شیخ احمد احسائی اعلی اللہ مقامہ قدس سرہ کی حمایت میں ماخوذ و مطعون ہوں۔ اور میں خاموش رہوں! آپ حالات سے مجھے مطلع فرماتے رہیئے اور چنیوٹ کا تمام کام مجھ پر چھوڑیئے۔

آپ بے فکر ہو کر چنیوٹ کے کوائف سے مجھے مطلع فرمایئے!
چنیوٹ اور چنیوٹ کی اکثریت میری بغل میں ہے۔
(کیا قوم شیعہ پاکستان کو علم ہے کہ اس مبلغ اعظم شیخیہ نے کیا اودھم مچایا۔ اور شیخیت کی حمایت میں خون کا آخری قطرہ کس طرح بہایا۔ کس طرح پابندی کے ساتھ پیروی مقدمہ کے لئے چنیوٹ آیا۔ اور کس طرح مجھ کو یہ دھمکی آمیز پیغام بھیجا کہ میرے پاس ایسے غنڈے ہیں کہ میں دن دہاڑے تم کو اغوا کرا دوں گا۔
میں نے دل ہی دل میں کہا پالنے والے میرے پاس تو ایسے غنڈے نہیں ہیں کہ میں اس شیخی مبلغ کا ان غنڈوں کے ذریعے مقابلہ کروں۔ تو ہی مجھ کو اس شیخی کے غنڈوں سے بچانے والا ہے۔ دل سے نکلی ہوئی بات باب اجابت سے ضرور ٹکراتی ہے۔
خدا کا کرنا کیا ہوا کہ اسی مقدمے کی پیروی کے سلسلے میں چنیوٹ میں اس مبلغ اعظم شیخیہ کو دیر ہوگئی۔ خانقاہ ڈوگراں میں مجلس بھی پڑھنی تھی۔ لہذا شیخیوں کے پیسے سے خریدی ہوئی کار انتہائی تیزی کے ساتھ دوڑائی۔ خانقاہ ڈوگراں کے قریب پہنچا تھا کہ کار کا ٹائی راڈ کھلا۔ اور مجھ کو غنڈوں سے اٹھوانے کی دھمکی دے کر جانے والے کے پاس خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ پہنچا۔ کار والوں میں سے کسی کو کچھ نہ کہا۔ مبلغ اعظم شیخیہ کی طرف کی کھڑکی کھولی۔ مبلغ اعظم شیخیہ کے غنڈوں کا حال پوچھا۔ اور ان کو سیٹ سے اٹھا کر کار کے نیچے دے دیا۔ خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ باطل ذلیل ہوا۔ اور اس نے ہم کو کراچی میں بھی اور لاہور ہائی کورٹ میں بھی شیخی مبلغ کاظم علی رتہ کے مقابلے میں کامیاب کیا)
۵/۷۵/۱۰ ۔ میرے عقائد و اعمال کا تجزیہ یہ ہے کہ میں شیعہ ہوں۔ متقدمین علماء کو مانتا ہوں اور عرصہ تیس سال سے شرح زیارت جامعہ شیخ الاوحد شیخ احمد احسائی اعلی اللہ مقامہ سے استفادہ کرتا ہوں۔ لہذا فضائل باطنیہ آل محمد میں میرا عقیدہ عقیدہ شیخ رہا۔ اور سید السند کی ایک آدھ کتاب بھی میرے پاس ہے۔

سمجھے کچھ قارئین کرام! علی الخصوص مدیر محترم پیام عمل لاہور اور ہمارے برادرِ عزیز شاہد حسین زیدی آف دریا خان۔

کیا آپ کو اب بھی ان حضرات کے شیخی ہونے میں کچھ شک ہے؟

شیخ کے پاکستانی گواہانِ صفائی شیخی ہیں

قارئینِ محترم! ان خطوط میں کتنے چہروں سے نقاب اُلٹ گئی ہے۔ کیا ہمیں ان خطوط میں سے نام نکال نکال کر بتلانا پڑے گا کہ کون کون شیخی ہے؟ "تذکرۂ علمائے امامیہ کے موقف سے گلہ مدیر محترم پیام عمل کو بھی ہے" برادرم سید شاہد حسین زیدی آف دریا خان کو بھی ہے اور بہت سے اور دوسرے لوگوں کو بھی ہے۔ اور ہم کو بھی ہے۔ مگر دوسروں کے گلے میں اور ہمارے گلے میں تھوڑا سا فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ مدیر محترم پیام عمل وغیرہ کو تو گلہ یہ ہے کہ ان ڈگادھری شیخیوں کو اور ان ٹکسالی شیخیوں کو شیخی کیوں لکھ دیا۔ اور ہمیں گلہ یہ ہے کہ جب شیخیوں کو ننگا کرنے پر آئے ہوئے تھے تو باقی کو کیوں چھوڑا۔

بہرحال جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ حضرات شیخی ہیں تو کیا خیال ہے قارئین محترم آپ کا۔ کیا کوئی شیخی اپنے شیخ کے خلاف گواہی دے گا؟ یا اپنے شیخ کو کافر کہے گا؟

شیخ کے باقی گواہانِ صفائی۔

وکیلِ مدافعِ شیخ نے ان پانچ پاکستانی شیخی گواہوں کے علاوہ چھ دوسرے گواہ بھی پیش کئے ہیں۔ جن کو اس وکیل مدافعِ شیخ نے اپنی چالاکی، مکاری، عیاری اور فریب کاری کے طور پر شامل کیا ہے۔ ورنہ ان کے بیان میں شیخ کے کافر ہونے یا نہ ہونے کا کوئی بیان ہے ہی نہیں۔ ہم نمبروار ان گواہوں کی گواہی کا تجزیہ ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

(۶) کہتے ہیں کہ سید اطلیس طبرسی نوری نے شیخ مرحوم کا کلام نقل کرتے ہوئے کفایۃ الموحدین میں انہیں عالم نبیل و فاضل جلیل وغیرہ لکھا ہے۔ سبحان اللہ۔ کیسی کیسی گواہیاں ہیں صفائی کی۔ اس میں کافر ہونے یا کافر نہ ہونے کا ذکر کہاں ہے؟
علامہ طبرسی نوری کی کتاب کفایۃ الموحدین جو شیخی عقائد کا رد ہے وہ بھی شیخ کی تکفیر کے خلاف بطور گواہ صفائی پیش کر دی گئی ہے۔ ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

یہ دیکھ کر ہمیں یہ خطرہ محسوس ہونے لگا ہے کہ کسی دن ہماری یہ کتاب بھی شیخیوں کے کام آئے گی اور ندامت کی گہری دلدل میں سے اپنے شیخ کی تعریف سے متعلق نکال کر پیش کرنے والے ہماری اس کتاب سے بھی شیخ کے ان علوم کا بیان کریں گے جو ہم نے بطور حوالہ شیخیوں کی کتابوں سے مقام [illegible] پر نقل کئے ہیں۔ اور یہ کہا جائے گا کہ دیکھو سید محمد حسین زیدی برستی نے شیخ احمد احسائی کے حالات میں اس کو ۴۰ علوم کا عالم و ماہر و کامل و فاضل و بے مثل و بے نظیر وغیرہ لکھا ہے۔

ساتویں گواہ کی گواہی میں شیخ موسیٰ بن شیخ جعفر کا واقعہ لکھا ہے۔ جس کو ہم سابقہ اوراق میں دلیل المتحیرین کے حوالے سے لکھ آئے ہیں۔

اور وکیل مدافعِ شیخ آغا مبین مرحوم کے الفاظ میں جو اس نے تذکرۂ شیخ احمد احسائی کے ص ۱۲۳ پر یوں درج کیا ہے۔

"آخر شیخ موصوف (شیخ موسیٰ بن شیخ جعفر) نے مجھے (سید کاظم رشتی کو) اپنے استاد (شیخ احمد احسائی) کے پاس بھیجا کہ اپنے مرتبہ عقائد حقہ پر مشتمل ایک رسالہ

لکھیں اور اُسے اپنی مُہر سے مزین کر کے میرے پاس بھیجیں۔ استاذی الاکرم نے شیخ موصوف کی فرمائش پر رسالہ لکھا، اس پہ اپنی مہر ثبت کی جسے لے کر میاں نے شیخ موصوف کی خدمت میں پیش کیا۔"

کیا تمام رؤسائے شیخیہ اور تمام مدافعین و پیروان شیخ بتلا سکتے ہیں کہ وہ رسالہ کون سا تھا جو سنہ ۱۲۷۰ھ میں حادثہ تکفیر کے بعد اور چاروں طرف سے لعنت و تبرا کی ہنگامہ آرائی کے بعد شیخ موسیٰ بن شیخ جعفر کے کہنے سے لکھا تھا، مگر کسی نے نہ مانا۔ جہاں تک نہ ماننے کی بات ہے، تو وہ بالکل درست ہے، بالکل صحیح ہے اب نہیں مانا۔ کیا تمام رؤسائے شیخیہ بتلا سکتے ہیں کہ انہوں نے علی محمد باب کی بات آخری وقت میں مان لی تھی۔ جب کہ اس نے لکھ کر دے دیا تھا۔ کہ جس دعادی کی میری طرف نسبت دی جاتی ہے وہ سب جھوٹے ہیں اور غلط ہیں۔ اور میں کسی ایسے امر کا مدعی نہیں ہوں۔ پھر تم نے اس کی بات کیوں نہ مانی؟ اس کے خلاف دیا ہوا فتوےٰ واپس کیوں نہ لیا؟ اس غریب کو کیوں پھانسی پر چڑھوا دیا؟ آپ نے اس کی بات نہیں مانی اس لئے نہیں مانی کہ اب ہجوم مردم کے خوف سے اس نے ایسا لکھا تھا۔ تو پھر وہ سب کچھ لکھنے کے بعد اور وہ سب کچھ دعوے کرنے کے بعد جو شیخ احمد احسائی نے اپنے شرحوں میں لکھا ہوا تھا۔ اب صریح عقائد حقہ کا لکھنا ہجوم مردم کے خوف سے تھا۔ بلکہ دلیل المتحیرین کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ احمد احسائی جس طرح ساری قوم کے نرغے میں تھا علی محمد باب اس سے زیادہ نرغے میں نہیں تھا۔ تو جس طرح تمہارے نزدیک علی محمد باب کی بات اب اسوقت ماننے کے قابل نہیں تھی اسی طرح شیخ کی بات بھی ماننے کے قابل نہیں تھی بحث یہ نہیں ہے کہ علی محمد باب کو حق بات کا علم تھا یا نہیں۔ اور شیخ احمد احسائی کو حق بات کا علم تھا یا نہیں بلکہ بحث یہ ہے کہ اس نے جو مذہب رائج کیا تھا وہ اسلامی عقائد کے خلاف تھا اور شیعہ عقائد حقہ کے مخالف تھا اور اب شیخ علی محمد باب کی طرح لوگوں سے ڈرتے ہوئے اصل عقائد کا بیان کر رہا تھا۔ لہذا علی محمد باب کے فتوے کی طرح شیخ کے خلاف

فتوی بدستور نافذ العمل تھا۔ علاوہ ازیں معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وکیل مدافع شیخ کو اپنے گواہان صفائی کے بارے میں مکمل معلومات نہیں ہیں۔ ہم ان کو بتلاتے ہیں کہ وہ جن کو شیخ احمد احسائی کی صفائی کے لئے گواہی کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ خود انہوں نے اور ان کے بھائی شیخ علی بن جعفر کبیر نے صحیح حالات معلوم ہونے کے بعد سید کاظم رشتی خلیفہ شیخ احمد احسائی کو شیخ احمد احسائی کے عقائد و افکار کی تشییع کرنے کی بنا دیہ کا فر قرار دے دیا تھا۔ اور اس کے خلاف کفر کا فتوےٰ صادر کر دیا تھا۔ اور یہ بات ہماری کتاب میں نہیں بلکہ رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ مرزا محمد کریم خاں کرمانی کی کتاب ہدایت الطالبین کے صفحہ ۱۳۳ پر لکھی ہوئی ہے۔

"واعجب آنکہ برادرش کہ عیل وشلش بود علانیہ میگفت کہ من چیزی از سید ندیدہ ام و خلافی نشنیدہ ام ولی برادرم فقیہ جامع الشرائط است او حکم کردہ است بعدم جواز اعتماد بہ او من ہم حکم آنرا ممضی میدانم۔

علیل چگونہ حرفہای عوام فریبی میگفتند حکومت وقتی است کہ مدعی و مدعی علیہ در محضر حکم جمع شوند و اقامہ بینہ و جرح و تعدیل شود آنگاہ حکم کنند۔"

ترجمہ:۔ اور سب سے عجیب ترین بات یہ ہے کہ ان شیخ علی بن شیخ جعفر کے بھائی و شیخ موسیٰ بن شیخ جعفر جو عراق کے مانند عالم اور عراق ہی کے قبل مجتہد تھے۔ علانیہ کہتے تھے کہ میں نے کوئی بات سید (کاظم رشتی) میں (خلاف اسلام) نہیں دیکھی ہے اور کوئی بات ان سے (خلاف مذہب شیعہ) نہیں سنی ہے۔ لیکن میرا بھائی فقیہہ جامع الشرائط ہے۔ اس نے فتوے دیا ہے لہذا میں بھی فتوے دے رہا ہے۔ دیکھو یہ لوگ کیسے کیسے عوام فریبی کی باتیں کرتے تھے۔ فیصلہ کا حق تب صحیح ہے جب کہ مدعی اور مدعی علیہ فیصلہ کے وقت حاضر ہوں۔ گواہیاں دی جائیں اور جرح و جرح ہو۔ پھر کوئی حکم دیا جا سکتا ہے۔

قارئین محترم! شیخیوں کی باتیں عجیب لطیفہ ہیں یہی شیخ موسٰی بن شیخ جعفر جن کی دلیل المتحیرین میں اور ہدایۃ الطالبین میں شیخ احمد احسائی کو بچانے کی کوششوں کے سلسلہ میں اتنی تعریف کی جا رہی تھی اتنے بڑے بڑے القابات لکھے جا رہے تھے ان کو اتنا بڑا مجتہد بنایا جا رہا تھا اور اتنا انصاف پسند ظاہر کیا جا رہا تھا اس کی ہدایۃ الطالبین کے ص۱۳۳ پر یوں مٹی پلید کی ہے۔ بہرحال گواہ کی شان میں شیخی حضرات کا جو دل چاہے کہتے رہیں لیکن دلیل مدافعہ شیخ آغا مبین سرحدی کا یہ گواہ ستانی ٹوٹ گیا ہے۔

آٹھواں گواہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء کو قرار دیا گیا ہے۔ جن کی کتاب الآیات بینات کے ص۹۵ سے ایک عبارت نقل کی گئی ہے۔ موصوف کی گواہی اس باب میں اس لئے موثر نہیں کیونکہ خود وکیل مدافعہ شیخ آغا مبین سرحدی نے تذکرہ شیخ احمد احسائی کے ص۱۲۶ پہ ان کی عبارت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

"کما سمعناہ ممن نثق بہ ممن عاصرنا و اراہ"

یعنی ہم نے یہ باتیں سنی ہیں لہٰذا ان پہ اعتقاد کر کے لکھ دی ہیں۔ اور شنیدہ کے بود مانند دیدہ

لیکن آغا مبین سرحدی نے اپنے تذکرہ میں ص۱۲۶ پہ اور مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی نے المقالۃ الناصحۃ الزاجرۃ کے ص۲۸۳ پر و عند سائر علماء و فاالک العصر کے بعد کی درج ذیل عبارت حذف کر دی ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء نے جو اچھی باتیں سنی تھیں وہ بھی لکھ دی تھیں۔ اور شیخ کے خلاف جو باتیں سنی تھیں وہ بھی لکھ دی تھیں۔ مگر مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی نے بھی اور آغا مبین سرحدی نے بھی جو اچھی بات سن کر انہوں نے لکھی تھی وہ تو نقل کر دی لیکن جو بات ان کے خلاف سن کر شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء نے لکھی تھی، اس کو خیانت کرتے ہوئے حذف کر دی اور یہ تحریف مرزا علی الحائری الاحقاقی کے چھوٹے بھائی مرزا

حسن الحائری الاحقاقی کے اس درس تحریف کے مشابہ ہے جس کا بیان ان کے اس مکتوب سے ظاہر ہے۔ جو ناصر حسین ناصر کے نام سالقیاد ولق میں پیش کیا جا چکا ہے شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء کی عبارت کے درمیان میں سے جو عبارت چھوڑی گئی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

"ثم لما انتشرت کتبہ و مولفاتہ بعد حیاتہ اختلف الناس فیہ بین غال وقال وبین من یقول برکنیتہ وبین من یقول بکفرہ والمتوسط خیر الامور"

جو عبارت مدافعین شیخ نے خیانتاً چھوڑی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ پھر جب اس کی حیات کے بعد اس کی کتابیں نشر ہوئیں تو اس وقت لوگوں میں اختلاف پڑ گیا کوئی اس کو بڑھاتا تھا کوئی گھٹاتا تھا۔ کوئی اس کے رکن رابع ہونے کا قائل ہو گیا اور کوئی اس کو کافر کہتا تھا۔ اور بین بین رہنا ہی بہتر ہے۔ چونکہ اس عبارت سے صاف طور پہ یہ ظاہر ہوتا تھا کہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء شیخ احمد احسائی کی تمام کتابوں اور اس کی عبارات پہ مطلع نہیں ہیں بلکہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ خود شیخیوں سے سن کر لکھا ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ شیخ کے مرنے کے ۲۰ سال بعد اس کی کتابوں کو دیکھ کر کفر کا فتوٰی لگانا درست نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو ہدایۃ الطالبین ص۱۳۶۔ حالانکہ خود رسالے شیخیہ کی کتابوں سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ شیخ کی تکفیر کے تین دور خود شیخ کی زندگی ہی میں خود شیخ کے سامنے مدعی و مدعی علیہ کے بیانات سن کر بہ شہادت شہید ثالث شیخ کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء کی یہ بات بھی کہ شیخ کے مرنے کے بعد جب اس کی کتابیں نشر ہوئیں تو ان کو دیکھ کر کافر کہا، شیخیوں کے پروپیگنڈا پہ اعتماد کر کے لکھا ہے اور ان کا یہ فقرہ بھی خود شیخیوں کا گھسا پٹا فقرہ ہے اور ان کی باتوں پر اعتماد کر کے لکھ دیا ہے کہ:-

"نعم فی مولفاتہ و متشابہۃ لا یجوز من اجلھا التھاجم والجرأۃ"

علیٰ تکفیرہ۔

یعنی یہ صحیح ہے کہ شیخ کی کتابوں میں کچھ مجمل اور متشابہ کلمات ہیں۔ جن کی وجہ سے شیخ پر کفر کا فتویٰ لگانا جائز نہیں ہے۔ یہ فقرہ آخر خود شیخیوں سے نقل کردہ ہے کیونکہ خود شیخی حضرات ہی شیخ کی ان عبارتوں کو جو صریح کفر ہیں مجمل و متشابہ کی اصطلاح گھڑ کے اور اس کے سمجھنے کا ٹھیکہ صرف رد جانے شیخیہ کے حوالے کر کے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ یہ درست ہے کہ شیخ کی کتابوں میں کچھ مجمل اور متشابہ ہیں۔ ان کی وجہ سے کفر کا فتوےٰ نہیں لگانا چاہیئے۔ اور شیخیوں کے اس ادعا سے شیخیوں کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

علاوہ ازیں شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء اس مشن کے اوپر سرگرم عمل تھے کہ تمام مسلمان خواہ کسی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ متحد ہو کر استعمار انگلیسی کو اپنے ملک سے باہر نکال دیں۔ لہٰذا وہ کوئی ایسی بات نہیں کر سکتے تھے جس سے ان کے مشن کو دھچکا لگے۔ چنانچہ خود محمد حسین سابقی وکیل مدافع شیخ کی کتاب عبقریۃ شیخ الاوحد کی اس عبارت سے جو انہوں نے رسالہ شہادت ثالثہ ص ۱۶ کے حوالہ سے اپنی کتاب کے ص ۲۳ پر درج کی ہے "یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے" وہ لکھتے ہیں۔ کہ خالصی نے شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء سے شیخ احمد احسائی اور شیخیوں کے خلاف کفر کا فتوےٰ طلب کیا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ:۔

" لا ینبغی بل لا یجوز المسلم ان یکفر مسلماً یشہد الشہادتین ویقول دینی الاسلام ولا ینصب العداء لاہل البیت علیہم الاسلام۔
وکان الاولی عدم اثارۃ ہذہ الفتنۃ فی وقت نحن احوج مایکون الی الوحدۃ وجمع الکلمۃ الضمام والتضامن "

یعنی جو شخص یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں اور کلمہ شہادتین یعنی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، و اشہد ان محمد رسول اللہ پڑھتا ہو، اور اہل بیت علیہم السلام کا دشمن نہ ہو اس کو کافر نہیں کہنا چاہیئے۔ اور ہمارے اس زمانے میں جب کہ ہم کو تمام مسلمانوں کے درمیان اتحاد و اتفاق و یگانگت کی ضرورت ہے۔ ہمارے لئے کوئی ایسی بات نہ کرنی ہی بہتر ہے جس سے فتنہ پیدا ہو۔ اور ہمارے اس مشن کو ٹھیس پہنچے۔ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء کا ایک مشن تھا اور وہ اسی میں مصروف تھے اور کوئی ایسی بات زبان سے نکالنا نہیں چاہتے تھے جو ان کے مشن میں ناکامی کا سبب بنے اسی لئے انہوں نے تمام لوگوں کے بارے میں کہ جو یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں اور وہ کلمہ شہادتین پڑھتا ہو یہ کہا کہ اس کو کافر نہیں کہنا چاہیئے۔

ہم چیلنج کے ساتھ کہتے ہیں یہ بات تمام مسلمانان عالم کو علی الخصوص تمام شیعیان جہاں کو اور بالخصوص تمام شیخیوں کو کہ وہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء کے ان الفاظ کے مطابق جماعت احمدیہ قادیان یعنی مرزا غلام احمد کے ماننے والوں کو خارج از اسلام یا کافر ثابت کر کے دکھا دیں۔

کیا وہ یہ نہیں کہتے کہ ہم مسلمان ہیں؟
کیا وہ کلمہ شہادتین یعنی اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ نہیں پڑھتے؟
کیا وہ اہل بیت سے کسی دشمنی کا اظہار کرتے ہیں؟

مذکورہ اصول کے مطابق اگر شیخی حضرات مرزائیوں کو خارج از اسلام اور کافر قرار دینے سے باز آجائیں اور ان کو مسلمان فرقوں میں سے ایک مسلمان فرقہ تسلیم کر لیں تو پھر ہم بھی ان کو مرزائیوں کا برادر تسلیم کر لیں گے۔

نواں گواہ صفائی سید محمود الفاطمی ساکن طرطوس نے ہم کو پیش کیا ہے جس کو صفائی کا گواہ کہنے کی بجائے کہے از دو کلائے مدافع شیخ احمد احسائی

قرار دیا جاسکتا ہے اور جیسا کہ حسین علی محفوظ نے اپنے مقدمہ سیرۃ شیخیہ میں لکھا ہے کہ فقد ستد طائفۃ و آکفرہ الاخرون۔ یعنی ایک گروہ نے اس کو مقدس جانا ہے اور دوسرے اس کو کافر کہتے ہیں۔ پس محمود ظاظمی شیخ کو مقدس سمجھنے والا شیخ کو کافر کیسے سمجھ سکتا ہے۔ پس مدافعین شیخ کی گواہی مردود ہے۔

دسواں گواہ شیخ علی آل کاشف الغطاء کو پیش کیا گیا ہے اور تذکرہ شیخ احمد احسائی کے صفحہ ۱۳ پر لکھا ہے کہ:

سید ریاست علی شاہ صاحب رضوی نے بغداد میں آیت اللہ العظمیٰ الشیخ کاشف الغطاء سے سوال کیا کہ

آنجناب اور آپ کے عم محترم شیخ محمد حسین قدس سرہ کی شیخ احمد بن زین الدین الاحسائی کے بارے میں کیا تحقیق ہے؟

کیا آپ لوگوں کے نزدیک اُن کا کفر ضلالت اور دین سے خارج ہونا ثابت ہے۔ تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ:

اس عالم محقق و مدقق کے اسلام میں کوئی شک نہیں اگرچہ ہم بھی بعض ایسے مسائل میں ان سے اختلاف رکھتے ہیں جن پر اعتقاد رکھنے سے دین سے خروج لازم آتا ہے اور نہ ہی شریعت سید المرسلین سے۔

ان شیخ علی کے بارے میں صرف اتنا جان لینا ہی کافی ہے کہ یہ وہی صاحب ہیں جو ابھی ابھی صدام حسین کے بھیجے ہوئے پاکستان ہو کر گئے ہیں۔ جو اہل پاکستان کو یہ بتلانے آئے تھے کہ دراصل ایران نے عراق پر جارحیت کی ہے۔

نتیجہ قارئین کرام کو معلوم ہوگا کہ ان حضرات کی پاکستان میں کسی نے بات سننی بھی گوارا نہ کی۔ اور ان کی معلومات اور قلت التفات کا حال لوگوں پر روشن ہو گیا۔ اسی وجہ سے یہ حالت ہوئی کہ:

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بڑے بے آبرو ہو کر ترے کوچہ سے ہم نکلے

مگر شیخیوں کی عادت کا اس سے پتہ چل گیا اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی کے یہاں سے خواہ اختلاف کے ذکر کے ساتھ ہی سہی ذرا سا بھی اپنے شیخ کے بچاؤ کا سہارا مل جاتا ہے تو وہ اس کو لکھتے ہیں۔ آیت اللہ العظمیٰ شیخ علی۔ ملاحظہ ہو تذکرہ شیخ احمد احسائی مصنفہ آغا حسین سرحدی صفحہ ۱۳۔ ان آیت اللہ العظمیٰ کو اہل پاکستان نے دیکھ لیا ہے یہ عراق سے چل کر پاکستان آئے ادھر ادھر گھومے پھرے اور جب کسی نے بات نہ سنی تو چلتے بنے۔ کیا ایسے ہی آیت اللہ العظمیٰ ہوتے ہیں؟

مگر جو شخص شیخ احمد احسائی کی کتابوں کا مطالعہ کرکے شیخ کے خلاف کچھ لکھتا ہے جیسا کہ آیت اللہ محمد باقر الصدر نے لکھا ہے تو شیخی حضرات کہتے ہیں کہ جس نے ان کے شیخ کے خلاف کچھ لکھا ہے وہ جاہل ہے اور حاسد ہے، وہ احمق ہے، وہ نادان ہے، وہ نافہم ہے، اسے کچھ نہیں آتا وغیرہ۔ اب یہ قارئین کرام کی مرضی ہے کہ وہ شیخ علی کو آیت اللہ العظمیٰ سمجھیں یا کچھ اور۔ اور آقائے باقر الصدر جیسے نابغہ روزگار علماء کو ان دوسرے الفاظ سے یاد کریں۔ جو شیخی حضرات ان کے شیخ کے خلاف لکھنے والے کی شان میں کہتے ہیں۔ یا حقیقت کے طور پر جاہل جو چاہیں آپ فیصلہ کر سکتے ہیں۔

شیخ احمد احسائی کے سفروں کا بیان

قارئین کرام! دکیل مدافعہ شیخ آغا مبین سرحدی نے اپنی کتاب تذکرہ شیخ احمد احسائی کے صـ۲۳ پر رحلات شیخ کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ شیخ الاوحد نے درج ذیل تمام ذکر مقامات کے سفر کئے۔ کربلا۔ نجف۔ بصرہ۔ مشہد مقدس۔ یزد۔ کرمان شاہ۔ اصفہان۔ تہران۔ قزوین۔

وکیل مدافعہ شیخ کے بیان سے شیخ کے سفروں کے بارے میں یہ کما حقہ معلوم نہیں ہوتا کہ شیخ نے یہ سفر کیوں کئے اور کب کئے۔ ہم شیخ احمد احسائی کے سفروں کا بیان شیخ عبداللہ کی کتاب شرح احوال شیخ سے اپنے قارئین کے ملاحظہ کے لئے پیش کرتے ہیں۔ کہ:-

"شیخ احمد احسائی بقول خود شیخ اور حسب تحریر پسرش شیخ عبداللہ ۱۱۶۶ھ میں مطیرت میں پیدا ہوا۔ جو ایک گاؤں ہے علاقہ احسا کا اور

یہ علاقہ مملکت سعودیہ عربیہ میں واقع ہے۔

شیخ نے اپنی خود نوشت سوانح حیات میں کسی بھی سفر کا حال بیان نہیں کیا۔ سب سے پہلی کتاب جس میں شیخ احمد احسائی کے سفروں کا قدم بہ قدم تاریخ وار تفصیلی بیان ہے وہ اس کے بیٹے کی تحریر کردہ "شرح احوال شیخ احمد احسائی" ہے اس شرح احوال شیخ میں ۱۱۶۶ھ سے کر ۱۲۱۲ھ تک کوئی سفر زیارت جس کی تصدیق ہو سکے شیخ نے کیا نہیں اور تصدیق کا مطلب یہ ہے کہ شیخ عبداللہ نے ۱۱۶۶ھ اور ۱۲۱۲ھ کے درمیان ایک فرضی سفر ۱۱۸۶ھ میں زیارت کے لئے کرتا ظاہر کیا ہے جس کا غلط اور جھوٹا ہونا ہم اوراق سابق میں ثابت کر چکے ہیں۔ کہ یہ سفر زیارت فرضی طور پر گھڑا گیا ہے۔ چونکہ ۱۱۸۶ھ کے بعد اصلی اور واقعی سفر زیارت حسب تحریر شیخ عبداللہ جو شیخ نے کیا وہ ۱۲۱۲ھ میں کیا اور ۱۲۱۲ھ میں آقا سے بحرالعلوم کا انتقال ہو چکا تھا اور وہ اجازہ روایت جو شیخ عبداللہ نے آقا مہدی بحرالعلوم کا کسی کو دیا ہوا چرایا تھا۔ اس کو کھپانے کے لئے ضروری تھا کہ کوئی فرضی سفر ۱۱۶۶ھ اور ۱۲۱۲ھ کے درمیان دکھائے اور ایسے زمانے میں دکھائے جب کہ وہ گمنام تھا۔ اور کسی کو اس کے جانے یا نہ جانے پر اعتراض نہ ہو۔ لہٰذا اس نے یہ سفر ۱۱۸۶ھ میں کرنا فرضی طور پر وضع کیا اور اسی سے تمام سیرت نگاروں نے نقل کیا۔ لیکن شیخ عبداللہ سے غلطی یہ ہو گئی کہ اس نے اجازہ مجیز کا نام تو تبدیل کر دیا لیکن اس پر درج شدہ تاریخ تحریر اجازہ جو ۱۲۰۹ھ ہے تبدیل کرنا بھول گیا جس سے وہ اجازہ بھی اور وہ سفر بھی دونو غلط ثابت ہو گئے بہرحال شیخ عبداللہ نے شیخ کا ایک سفر ۱۱۸۶ھ میں اپنے وطن ہجر سے عتبات عالیات کا ظاہر کیا ہے جس کا غلط اور جھوٹا ہونا بہمہ وجوہ ثابت کیا جا چکا ہے اور اس سفر کے گھڑنے کی وجوہات بھی مفصل طور پر بیان کی جا چکی ہیں۔ لیکن اس سفر نے شیخ کی سکونت کو تبدیل نہیں کیا۔ کیونکہ حسب تحریر شیخ عبداللہ ۱۱۸۶ھ میں عتبات عالیات گیا۔ وہاں جانے کے بعد وہاں پر طاعون پھیل گیا۔

لہٰذا وہاں سے پھر واپس آگیا اور آل عصری کی خاتون کے ساتھ شادی کر کے
مطیرفی میں ہی متاہل زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔ اس کے بعد برطبق تحریر شیخ
عبداللہ شیخ احمد احسائی بحرین چلا آیا اور ۱۲۱۲ھ تک چار سال بحرین میں قیام
کرنے کے بعد زیارت عتبات عالیات کے لئے گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو
شخص چار سال بحرین میں قیام کر کے ۱۲۱۲ھ میں عتبات عالیات گیا وہ ۱۲۰۸ھ
۱۲۰۹ھ میں مطیرفی سے بحرین آیا تھا۔

بہرحال یہ مسلّم ہے کہ وہ ۱۲۱۲ھ میں عتبات عالیات کی زیارت کے لئے
گیا اور زیارات سے فارغ ہو کر جب واپس لوٹا تو بحرین نہیں گیا بلکہ راستہ میں بصرہ
میں سکونت اختیار کرلی۔ اور اہل و عیال کو بھی بحرین سے بصرہ ہی بلا لیا۔ سنہ ۱۲۱۲ھ
سے سنہ ۱۲۲۱ھ تک تقریباً ۹ سال تک ایک جگہ ٹک کر نہیں بیٹھا بلکہ بصرہ اور اس
کے مضافات میں گھومتا پھرتا رہا۔ تھوڑا عرصہ بصرہ میں قیام کر کے بصرہ کے قریب
ہی ایک گاؤں ذورق میں چلا گیا۔ سنہ ۱۲۱۲ھ سے سنہ ۱۲۱۶ھ تک ذورق میں
قیام کیا پھر سنہ ۱۲۱۶ھ میں بصرہ واپس آگیا۔ پھر سنہ ۱۲۱۶ھ سے سنہ ۱۲۱۹ھ کے
درمیان بصرہ اور بصرہ کے آس پاس کے قریوں میں گھومتا رہا۔ ذورق سے بصرہ
آیا، پھر بصرہ سے جبارات چلا گیا۔ کچھ عرصہ جبارات ٹھہر کر پھر بصرہ آگیا۔ پھر کچھ عرصہ
بصرہ ٹھہر کر تنویہ چلا گیا، پھر کچھ عرصہ تنویہ ٹھہر کر نشوہ چلا گیا۔ کچھ عرصہ نشوہ میں قیام
کیا۔ غرضیکہ اس دوران ایک قریے سے دوسرے قریہ میں اور دوسرے قریہ
سے تیسرے قریہ میں علی ھذا القیاس بالآخر سنہ ۱۲۱۹ھ میں قریہ صفاوہ میں آیا اور
اہل و عیال کو بھی وہیں بلا لیا۔ کچھ عرصہ قریہ صفاوہ میں قیام کیا پھر سنہ ۱۲۲۰ھ میں قریہ
صفاوہ سے قریہ شط الکار چلا گیا۔ کچھ عرصہ قریہ شط الکار میں قیام کیا اور اسی سال سنہ ۱۲۲۰ھ
میں شط الکار سے پھر ذورق چلا گیا، جہاں پہلی مرتبہ بصرہ سے جا کر قیام کیا تھا۔ پھر
کچھ عرصہ ذورق میں ٹھہر کر شوق الشیوخ میں چلا گیا۔ شوق الشیوخ میں شیخ کا
بڑا بیٹا شیخ کے اہل و عیال کے ساتھ پہلے ہی قیام پذیر تھا (کیوں؟ معلوم نہیں؟)

پس شیخ عبداللہ کو بھی شوق الشیوخ میں اپنے بڑے بیٹے کے پاس تحصیل علم کے لئے
چھوڑ دیا (شاید قارئین کو معلوم ہو کہ کبھی شوق الشیوخ میں کوئی شیعہ مکتب یا
یونیورسٹی کھلی ہو)

بہرحال شیخ محمد تقی اور شیخ عبداللہ کو شوق الشیوخ میں چھوڑا اور پھر
خود بصرہ آگیا اور اپنے عیال کو بھی شوق الشیوخ سے بصرہ میں بلا لیا۔ بصرہ میں
اپنے اہل و عیال کی سکونت کا انتظام کر کے سنہ ۱۲۲۱ھ میں اپنی دو بیویوں
کو ساتھ لے کر عتبات عالیات کا ارادہ کیا۔ پہلے شوق الشیوخ گیا وہاں
سے شیخ محمد تقی کے پاس سے شیخ عبداللہ کو ہمراہ لے کر قریہ سماوہ کا رخ
کیا۔ اور قریہ سماوہ سے نجف اشرف اور کاظمین کی زیارت کر کے مشہد مقدس
کی زیارت کے لئے ایران کا رخ کیا۔ راستہ میں یزد قیام کیا۔ یزد والوں کے
اصرار پر مشہد سے واپسی پر یزد میں سکونت اختیار کی۔ اپنی بیویوں میں سے
ایک کو شیخ علی فرزند خود اور دیگر ساتھیوں کے ہمراہ شیراز و بہبہان و دورق
کے راستے بصرہ روانہ کیا۔ اور خود اپنی ایک بیوی اور اپنے ایک بیٹے شیخ حسن
نامی کے ساتھ یزد میں سکونت اختیار کی۔ کچھ عرصہ یزد میں قیام کیا تھا کہ شیخ کی
شہرت سن کر ۱۲۲۳ھ میں فتح علی شاہ قاچار نے زیارت کے لئے شیخ کو
تہران بلا لیا۔ تہران میں شاہ سے ملاقات کے بعد شیخ نے واپس عربستان جانے
کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن فتح علی شاہ قاچار کے اصرار پر ایران میں ہی قیام کرنے
کا پروگرام بنا لیا۔ اور یزد میں سکونت اختیار کرنے کو پسند کیا۔ کیونکہ وہاں کے
لوگوں کو لائق و مشتاق پایا تھا۔ لہٰذا فتح علی شاہ قاچار کے فرمان اور
شاہزادہ محمد علی مرزا ولیعہد کرمان شاہ و خوزستان وغیرہ کے حکم سے شیخ
کے باقی اہل و عیال کو بصرہ سے لانے کے لئے مرزا شائق کو بصرہ روانہ
کیا۔ اور شیخ نے بھی شیخ علی فرزند خود کو علیحدہ بصرہ خط لکھا۔ اوائل ذیقعد
۱۲۲۴ھ میں یہ لوگ بصرہ پہنچے اور بصرہ سے شیخ کے تمام اہل و عیال کو لے کر

اہواز دسوشتر دوزفول وخرم آباد وبروجرد و کاشان کے راستے شیخ کے اہل وعیال
کو لے کر سنہ ۱۲۲۲ھ میں یزد پہنچے۔ سنہ ۱۲۲۳ھ سے سنہ ۱۲۲۹ھ تک پانچ سال شیخ نے
یزد میں ہی قیام کیا۔ سنہ ۱۲۲۹ھ میں مشہد کی زیارت کو گیا۔ اور پھر وہاں سے واپس
آکر یزد میں اہل وعیال کی رہائش کے لئے ایک اور مکان خریدا لیکن چند ہی روز
بعد یزد کی سکونت کا ارادہ ترک کر کے بقول شیخ عبداللہ عتبات عالیات کا ارادہ
کیا۔ اہل یزد مانع ہوئے لیکن شیخ نہ رکا اور اصفہان کا راستہ لیا۔ اگرچہ شیخ عبداللہ
نے یہ بات نہیں لکھی لیکن کریم خان کرمانی نے ہدایت الطالبین میں اور سید کاظم رشتی نے
دلیل المتحیرین کے ص ۲۷ پر یہ لکھا ہے کہ اہل اصفہان نے بھی شیخ کو اپنے یہاں قیام کرنے
پر اصرار کیا۔

ولکن ما وسعهم ان یکلفوا الشیخ ویصبروا بالبقاء
عندهم لما اطلعوا علی اصرار الزیارة و وجود المستقبلین
من طرف شاہ زادہ)

یعنی جب اہل اصفہان کو اس بات کا پتہ چلا کہ شیخ کو تو امیر المومنین نے خواب
میں آکر اپنے پاس بلایا ہے اور شاہ زادہ محمد علی مرزا کی طرف سے بھی شیخ کا استقبال
کرنے والے اصفہان تک پہنچ چکے تھے۔ تو انہوں نے شیخ کو اصفہان میں ٹھہرانے
پر اصرار چھوڑ دیا) اصفہان سے چل کر کرمان شاہ کی طرف روانہ ہوا۔ تو شاہ زادہ
محمد علی مرزا کرمان شاہ سے شیخ کے استقبال کے لئے تاج آباد تک جو کرمان شاہ
سے ۱۲ میل کے فاصلے پر ہے آیا ہوا تھا۔ تاج آباد سے شیخ کو ہمراہ لے کر کرمان
شاہ کی طرف واپسی اختیار کی۔ راستے میں مرزا محمد علی نے کرمان شاہ میں سکونت اختیار
کرنے کی درخواست کی۔ شیخ اور شاہ زادہ مرزا محمد علی کی سراپردہ میں خلوت میں
بات ہوئی اور یہ طے پایا کہ شیخ کرمان شاہ میں مقیم رہے گا۔ اور شاہزادہ مرزا
محمد علی ان کے اخراجات کا ذمہ دار ہوگا جب چاہیں زیارات کے لئے جائیں۔ تمام
خرچ محمد علی کے ذمہ ہوگا۔ لیکن سکونت مستقل کرمان شاہ میں شاہزادہ محمد علی مرزا کے

پاس رہے گی۔ اس عہد وپیمان کے بعد شیخ نے شاہزادہ محمد علی مرزا کی خواہش
کو قبول کر لیا اور دو دن کے بعد ۲ رجب سنہ ۱۲۲۹ھ کو شہر کرمان شاہ میں داخل ہوئے
دو سال کرمان شاہ میں قیام کرنے کے بعد سنہ ۱۲۳۲ھ میں کربلا ہوتے ہوئے بیت
اللہ الحرام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ماہ رمضان شام میں گزارا۔ ۱۵ شوال کو
مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ۲۲ ذی قعدہ کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ ۲۴
ذی قعدہ کو مسجد شجرہ کے پاس احرام باندھا۔

حج سے فراغت پاکر عازم عراق ہوئے۔ یکم ربیع الثانی کو نجف اشرف
پہنچے۔ شیخ عبداللہ کو بعض خادموں کے ساتھ کرمان شاہ روانہ کر دیا اور خود کربلا
چلے گئے وہاں سے ۲ محرم سنہ ۱۲۳۵ھ کو کرمان شاہ پہنچے اور شاہزادہ محمد علی مرزا
کے مرنے تک یعنی سنہ ۱۲۳۸ھ تک کرمان شاہ میں مقیم رہے۔ محمد علی مرزا کے
مرنے کے بعد کرمان شاہ میں حالات خراب ہو گئے۔ اور سنہ ۱۲۳۹ھ میں مشہد مقدس
کی زیارت کے ارادہ سے کرمان شاہ سے روانہ ہوئے کرمان شاہ سے قم آئے
قم سے قزوین گئے (اسی سفر میں قزوین میں سنہ ۱۲۳۹ھ میں آقائے محمد تقی برغانی
سے مناظرہ ہوا اور محمد تقی برغانی نے شیخ پر کفر کا فتویٰ دے دیا)

قزوین سے طہران آئے طہران سے شاہ عبدالعظیم آئے شاہ عبدالعظیم سے
طوس کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں وباء میں گرفتار ہو گئے اور وہاں کئی پیروکار
اور ایک بیوی کا انتقال ہو گیا۔ جب مشہد مقدس میں داخل ہوئے تو وباء میں شدت
آگئی۔ مشہد میں قیام مشکل ہو گیا۔ مشہد سے تربت آئے وہاں کے حاکم محمد خاں
بن اسحاق خان نے استقبال کیا۔ وہاں سے طبس پہنچے وہاں کے حاکم علی نقی خاں
نے بڑھ کر استقبال کیا۔ طبس سے علی نقی خاں نے ایک سو سوار اور دو سو پیادوں
کو اپنے بھائی مراد علی کے ساتھ یزد تک روانہ کیا۔ یزد سے اصفہان پہنچے۔ ماہ رمضان
اصفہان میں گزارا اور شیخ عبداللہ کو کرمان شاہ روانہ کر دیا اور ۱۲ شوال کو خود
کرمان شاہ روانہ ہوئے۔ ایک سال کرمان شاہ میں قیام کر کے عتبات عالیات کی

کی طرف ہجرت کی۔ سنہ ۱۲۴۰ھ کربلائے معلی میں قیام کیا۔ اسی سال آقائے محمد مہدی فرزند سید علی صاحب ریاض نے شیخ کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا۔ سنہ ۱۲۴۱ھ میں بیت اللہ الحرام کی طرف روانگی اختیار کی۔ دیا کفر کے فتوے کے بعد حالات کو ناموافق دیکھتے ہوئے راہِ فرار اختیار کی۔ اور راستہ میں بمقام مدینہ کریم ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۲۴۱ھ میں انتقال ہوا۔

چونکہ شیخ کے ان سفروں کے بیان میں شیخ کی بیویوں اور فرزندوں کا ذکر آیا ہے لہٰذا ہم شیخ کے ان سفروں پر تبصرہ کرنے سے پہلے شیخ کی اولاد و ازواج کی فہرست ایک گوشوارہ کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ جس کو شیخ عبداللہ نے اپنی کتاب شرح احوال شیخ احمد احسائی میں مفصل طور پر بیان کیا ہے۔ اور وہ اس طور پر ہے

گوشوارہ ازواج و اولاد شیخ احمد احسائی!

نمبر شمار ازواج	اسمائے ازواج	تعداد پسران	تعداد دختران	میزان کل
زوجہ ۱	مریم بنت خمیس	۹	۴	۱۳
زوجہ ۲	آمنہ بنت سید احمد	۶	۴	۱۰
زوجہ ۳	ام کلثوم بنت شیخ علی	۱	-	۱
زوجہ ۴	رحیمہ	۱	۰	۱
زوجہ ۵	آمنہ	۰	۱	۱
زوجہ ۶	رفیقہ بنت عبدالحسین	۱	۱	۲
زوجہ ۷	فاطمہ یزدیہ	-	۱	۱
زوجہ ۸	مریم بنت حسن آل غریم	۰	۰	-
میزان کل:	۸ زوجات	۱۸ پسر	۱۱ دختر	۲۹ کل

اگرچہ ہم نے شیخ احمد احسائی کے سفروں کا بیان شرح احوال شیخ مصنفہ شیخ عبداللہ سے بطور خلاصہ کے سطور بالا میں بیان کر دیا ہے۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے قارئین کے ملاحظہ کے لئے شیخ کے سفروں کا ایک گوشوارہ کی صورت میں بھی پیش کر دیں۔

شیخ کے سفروں کا گوشوارہ

ایک نظر میں

نمبر شمار	روانگی از مقام	آمد بمقام	مقام قیام	مدت قیام	تاریخ روانگی	وجہ سفر
۱	پیدائش	مطیرفی	مطیرفی	۲۴ سال	۱۱۶۶ھ	پیدائش
۲	مطیرفی	بحرین	بحرین	۴ سال	۱۲۰۸	پراسرار
۳	بحرین	کربلا	کربلا	آنا اور جانا	۱۲۱۲	بہ نیت زیارت
۴	کربلا	بصرہ	بصرہ	کچھ عرصہ	۱۲۱۲	تبدیلی ہیڈ کوارٹر
۵	بصرہ	ذورق	ذورق	۳ سال	۱۲۱۶	"
۶	ذورق	بصرہ	بصرہ	کچھ عرصہ	۱۲۱۶	"
۷	بصرہ	جبارات	جبارات	"	نہیں لکھی	"
۸	جبارات	بصرہ	بصرہ	"	"	"
۹	بصرہ	تنویہ	تنویہ	کچھ عرصہ	نہیں لکھی	تبدیلی ہیڈ کوارٹر
۱۰	تنویہ	نشوہ	نشوہ	½ ۱ سال	"	"
۱۱	نشوہ	قریہ نام نابردہ	کئی قریے	کچھ عرصہ	"	"
۱۲	مختلف قریوں سے گھوم کر	صفاوہ	صفاوہ	"	۱۲۰۹ھ	"
۱۳	صفاوہ	شط الکار	شط الکار	"	۱۲۲۰	"
۱۴	شط الکار	ذرق	ذرق	"	"	"
۱۵	ذرق	شوق الشیوخ	شوق الشیوخ	"	"	"
۱۶	شوق الشیوخ	بصرہ	بصرہ	"	"	"
۱۷	بصرہ	کربلا	کربلا	زیارت کرکے واپس	۱۲۲۱	بہ نیت زیارت
۱۸	کربلا	شوق الشیوخ	شوق الشیوخ	کچھ عرصہ	"	تبدیلی ہیڈ کوارٹر
۱۹	شوق الشیوخ	سماوہ	سماوہ	"	"	پراسرار
۲۰	سماوہ	نجف اشرف	نجف اشرف	اثنائے سفر	"	"
۲۱	نجف اشرف	کاظمین	کاظمین	"	"	بہ نیت زیارت
۲۲	کاظمین	یزد	یزد	کچھ عرصہ	"	تبدیلی ہیڈ کوارٹر
۲۳	یزد	مشہد	مشہد	اثنائے سفر	"	"
۲۴	مشہد	یزد	یزد	۲ سال	۱۲۲۳	"
۲۵	یزد	طہران	طہران	کچھ عرصہ	"	قیام
۲۶	طہران	یزد	یزد	تقریباً سال	۱۲۲۴	ملاقات شاہ
۲۷	یزد	مشہد	مشہد	کچھ عرصہ	۱۲۲۹	واپسی
۲۸	مشہد	یزد	یزد	"	"	بہ نیت زیارت
۲۹	یزد	اصفہان	اصفہان	"	"	بہ ہجرت از یزد
۳۰	اصفہان	کرمان شاہ	کرمان شاہ	۲ سال	"	"
۳۱	کرمان شاہ	مکہ	مکہ	اثنائے سفر	۱۲۴۲	قیام

[illegible]	مکہ	مکہ معظمہ	کربلا	اثنائے سفر	[illegible]	[illegible]
۳۳	کربلا	کرمان شاہ	کرمان شاہ	۵ سال	۱۲۳۴	بغرض زیارت
۳۴	کرمان شاہ	قزوین	قزوین	اثنائے سفر	۱۲۳۹	واپسی
۳۵	قزوین	مشہد	مشہد			[illegible]
۳۶	مشہد براہ یزد	کرمان شاہ	کرمان شاہ	،،	،،	بغرض زیارت
۳۷	کرمان شاہ	کربلا	کربلا	[illegible]	۱۲۴۰	[illegible]
۳۸	کربلا	مکہ	آخری سفر میں بمقام ہدیہ انتقال کیا		۱۲۴۱ھ	-

مذکورہ گوشوارہ شیخ عبداللہ کی شرح حالات شیخ احمد احسائی سے تیار کیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ نے جتنے مقامات کا سفر کیا ان میں سے بعض مقامات کو ہیڈ کوارٹر کی حیثیت حاصل ہے اور باقی سفر ہیڈ کوارٹر سے اپنے ان ہیڈ کوارٹرز سے اپنے مشن کی تکمیل کے لئے تھے۔ لہٰذا ہم قارئین کے ملاحظہ کے لئے ایک گوشوارہ شیخ کے ہیڈ کوارٹرز کا ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

شیخ احمد احسائی کے ہیڈ کوارٹرز او علاقے کی کمان ایک نظر میں

نمبر شمار	نام ہیڈ کوارٹر	مدت قیام		مدت قیام	کیفیت
۱	مطیرت	۱۱۶۶ تا	۱۲۰۸	۴۲ سال	جنگلوں بیابانوں پہاڑوں غاروں میں رہا
۲	بحرین	۱۲۰۸ تا	۱۲۱۲	۴ ،،	کوئی کام ظاہری نہیں سوائے ابن ابی جمہور کے کتب خانہ سے رد توڑ کئے
۳	بصرہ	۱۲۱۲ تا	۱۲۲۱	۹ ،،	انتہائی مصروفیت گردش میں
۴	یزد	۱۲۲۱ تا	۱۲۲۹	۹ ،،	ایک مرتبہ شاہ سے ملاقات اور زبانی تبلیغ
۵	کرمان شاہ	۱۲۳۰ تا	۱۲۳۹	۹ ،،	تمام بنیادی کتابیں یہاں رہتے ہوئے لکھیں
۶	کربلا	۱۲۳۹ تا	۱۲۴۰	۲ ،،	بیماری و تولیت مکہ کے بعد فرار
	میزان عمر			۷۵ سال	

شیخ نے اپنی عمر کے پہلے ۴۲ سال میں کیا کیا؟

شیخ احمد احسائی نے ۱۱۶۶ھ سے ۱۲۰۸ھ تک مطیرت میں ہی گزارا۔ اس عرصہ میں اس کا کوئی بھی کارنامہ کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ نہ ہی اس کی دنیاوی سرگرمیوں کا کوئی پتہ چلتا ہے۔ سوائے اس کے من گھڑت خوابوں کے تعلیم و تربیت کا بھی کوئی سراغ نہیں ملتا اس لئے ہو سکتا ہے شیخیہ اور پیروان شیخ نے اس بیالیس سال کے عرصہ کے لئے جو بات اپنی طرف سے بنائی ہے، اور اپنے دل سے گھڑی ہے وہ یہ ہے کہ اس عرصہ میں وہ جنگلوں میں، بیابانوں میں، پہاڑوں میں، اور غاروں میں رہ کر غور و فکر اور تدبر و تفکر میں مشغول رہا۔

مگر دو باتیں اس مفروضہ پر یقین کرنے سے مانع ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ شیخ نے بیس سال کی عمر میں آل صقری کی خاتون سے شادی کی اور اس کے بعد بچے پیدا کرنے اور شادیاں کرنے کا ریکارڈ توڑ دیا۔

ذرا شیخ کی اولاد و ازواج کے گوشوارہ پہ نظر ڈال کر دیکھیں۔ ازواج و اولاد کی اس پلٹن کے ساتھ کسی آدمی کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ جنگلوں میں بیابانوں میں، پہاڑوں میں اور غاروں میں بیٹھا رہا ہو۔

دوسری بات یہ ہے کہ شیخ احمد خود کہتا ہے کہ اس کو بچپن سے ہی خوابوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور خواب میں آئمہ اطہار نے اس کو تعلیم دی اور پھر اس کو علم میں کامل کر کے حکم دیا کہ تم ہماری تعلیم کو عام کرو اور لوگوں کو گمراہی سے نکالنے کے لئے باہر نکلو۔ شیخ احمد احسائی یہ بھی کہتا ہے کہ معاشرت خلق کے بعد باب رؤیا بند ہو گیا۔ پس یہ سب خواب شادی سے پہلے پہلے تقریباً ۲۰ سال تک ختم ہو چکے تھے۔ اور ۲۰ سال کی عمر میں اس کو تبلیغ دین کا حکم ہو چکا تھا۔ اس حکم کے بعد سنہ ۱۱۸۶ھ سے سنہ ۱۲۰۸ھ تک تقریباً ۲۲ سال وہیں علاقہ سعودیہ عربیہ میں گزارے۔ لہٰذا اس ۲۲ سال کے عرصہ میں اس کو کوئی دینی خدمت سرانجام دینی چاہیے تھی۔ درآں حالیکہ اس علاقے میں محمد بن عبدالوہاب وہابیت کی ترویج و تبلیغ میں مصروف تھا کم از کم تھوڑی بہت کچھ تو شیخ احمد احسائی کو اس ۲۲ سال کے عرصہ میں وہابیت کے خلاف کرنا چاہیے تھا۔ وہابی عقائد کی تردید کرتا خود محمد بن عبدالوہاب سے مناظرہ کر کے اپنی قابلیت کا لوہا منواتا۔ کیونکہ شیخ احمد احسائی اور محمد بن عبدالوہاب دونوں کے دونوں ایک ہی ملک سعودیہ عربیہ کے رہنے والے تھے۔ ایک عیینہ میں پیدا ہوا۔ ایک مطیرفی میں پیدا ہوا۔ دونوں کے دونوں ہم عصر تھے

محمد بن عبدالوہاب کی تاریخ پیدائش المملکۃ العربیۃ السعودیۃ فی ماضیہا وحاضرہا تالیف صلاح الدین المختار کے ص ۳۶ سطر ۲ پر یوں لکھی ہے۔

• لقد ولد الامام محمد بن عبدالوهاب رحمة الله فی سنة ۱۱۱۵ هجرة فی بلدة (العيينه) بنجد۔

یعنی محمد بن عبدالوہاب نجد کے شہر عیینہ میں ۱۱۱۵ھ میں پیدا ہوا تھا۔

اور محمد بن عبدالوہاب کی تاریخ وفات مذکورہ تاریخ میں ص ۵۶ سطر ۱۱ تا ۱۴ پر یوں لکھی ہے۔

" لقد اصيب الامام المجاهد والعالم العامل الشيخ محمد بن عبدالوهاب فی اول شهر شوال من هذه السنة بمرض لم يمهله طويلاً ففی يوم الاثنين من آخر هذا الشهر " شوال سنة ۱۲۰۶ انتقل الى رحمة ربه تعالىٰ "

یعنی شیخ محمد بن عبدالوہاب اول ماہ شوال سنہ ۱۲۰۶ ہجری کو بیمار پڑ گیا۔ اور اسی مہینہ شوال کے آخر سنہ ۱۲۰۶ھ میں انتقال کر گیا۔

اور جیسا کہ شیخ کی سوانح حیات میں بیان ہو چکا شیخ احمد احسائی ۱۱۶۶ء میں پیدا ہوا تھا پس ۱۱۶۶ھ سے ۱۲۰۶ھ تک یعنی پورے چالیس سال شیخ احمد احسائی اور محمد بن عبدالوہاب ایک ہی علاقے میں موجود رہے۔ محمد بن عبدالوہاب تو وہابیت کی تبلیغ کرتا رہا لیکن شیخ احمد احسائی نے بقول خود ان کے آئمہ اطہار کے حکم کے باوجود محمد بن عبدالوہاب کی رد میں نہ کوئی کتاب لکھی نہ ایک جملہ لکھا۔ نہ ایک حرف لکھا۔ یہ ۴۰ سالہ زندگی ایسی گزری جیسے کہ گویا تو شیخ احمد احسائی وہاں کا بسنے والا ہی نہیں تھا یا خود محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ متفق تھا۔ اور اس کا مرید تھا۔ لیکن بعض حضرات کا یہ کہنا بھی کہ وہ عیسائی پادری تھا قابل قبول نہیں ہے

شیخ احمد احسائی نے زیارات سے واپسی پر بصرہ میں قیام کیوں کیا؟

شیخ احمد کا وطن مطیرف تھا۔ مطیرف سے ہجرت کی تو بحرین میں
قیام کیا۔ بحرین میں شیعوں کی اکثریت تھی۔ شیعہ ماحول تھا۔ بحرین میں چار
سال میں کچھ نہ کچھ شیعہ علماء بحرین سے بھی واقفیت انس اور محبت ہو
گئی ہو گی۔ چار سال کے عرصہ میں شیعہ عوام کی معاشرت سے بھی کچھ نہ کچھ
انس پیدا ہو گیا ہو گا۔ بحرین میں رہتے ہوئے کسی تکلیف کسی زحمت، کسی
معیت کسی مخالفت کا بھی کہیں ذکر نہیں ہے کہ وہاں سے دل اچاٹ گیا
ہو۔ لہٰذا ہر صورت میں سنہ ۱۲۱۲ھ میں جب وہ زیارات کے لئے کربلا
گیا تو اُسے واپسی پہ بحرین میں لوٹنا چاہیے تھا، لیکن وہ واپس بحرین
آنے کی بجائے بصرہ میں ہی قیام پذیر ہو گیا۔ اور اپنے اہل و عیال کو
بھی بحرین سے بصرہ میں ہی بلا لیا۔

بصرہ کو علمی اور ادبی اعتبار سے کوئی اہم مرکزی مقام حاصل نہیں تھا۔

ہونے اس کے کہ بصرہ اس وقت بین الاقوامی سازشوں کا گڑھ اور جاسوسوں کا
اڈا بنا ہوا تھا۔ اگر واقعاً شیخ شیعہ عالم تھا تو واپسی پر بصرہ قیام کرنے کی بجائے
تو یہ اچھا تھا کہ وہیں کربلا میں ہی مولا کے قدموں میں ڈیرے ڈال دیتا۔ لیکن
نہیں ایسا نہیں کیا بلکہ فوراً واپس آیا اور راستے میں بصرہ میں ہی سکونت اختیار
کر لی اور بصرہ رہتے ہوئے سنہ ۱۲۲۱ھ تک جب کہ وہ ایران گیا، درمیان میں
کبھی کربلا و نجف نہ گیا۔ سوق الشیوخ اور سماوہ تک گھومنے کا پتہ چلتا ہے
مگر کربلا جانے کا کہیں ذکر نہیں ہے بس سنہ ۱۲۲۱ھ کا سفر زیارت صرف
زیارت کے لئے نہیں تھا بلکہ یہ ہیڈ کوارٹر تبدیل ہو رہا تھا۔

قارئین کرام یہ بات بھی خاص طور پہ قابل غور ہے کہ بصرہ میں شیخ احمد
احسائی کی نہ ماں ہیلی تھی نہ باپ تھا۔ نہ چچا تھا نہ تایا تھا۔ نہ خالو تھا نہ ماموں تھا
نہ قوم تھی نہ قبیلہ تھا۔ نہ کسی اور ہمدم و ہمراز و ہم ساز کا پتہ چلتا ہے۔ پھر
شیخ احمد احسائی بصرہ کیوں ٹھہرا؟

تمام سیرت نگاروں نے تمام تاریخ نویسوں نے تمام رسالے
شیخیہ نے اور خود فرزند شیخ عبداللہ نے بصرہ میں قیام کرنے کی
کوئی وجہ تحریر نہیں کی ہے۔ پھر اگر بصرہ میں ہی پڑا رہتا تو بھی غنیمت تھا لیکن
بصرہ سے مختلف مقامات پر اس کا سفر اور پھر ہر مقام سے بصرہ واپسی اور
بصرے کے مضافات میں گھومتے پھرتے رہنا جبکہ شیخ احمد احسائی کے سفروں
کے گوشوارہ پر نظر ڈالنے سے آپ کو معلوم ہو سکتا ہے۔ اور مشرق اوسط کے
نقشہ پہ نظر ڈالنے سے شیخ کے سفروں کی غرض کا اندازہ ہو سکتا ہے۔
اس کے ساتھ ہی حکام کے دروازوں پہ حاضری اور ارباب حکومت کے
ساتھ روابط یہ کسی پر اسرار جاسوس کا کردار تو ہو سکتا ہے کسی شیعہ عالم و
فقیہ اور مجتہد کا کردار نہیں ہو سکتا۔

ہمارے علمائے اعلام وفقہائے کرام ومجتہدین عظام کی شان

ہم اس عنوان کے تحت اپنی طرف سے کچھ عرض کرنے کی بجائے قابلِ صد احترام عالی جناب سید سجاد حسین صاحب رضوی کے مضمون سے تھوڑا سا اقتباس نقل کر دینا ہی کافی سمجھتے ہیں۔ جو انہوں نے ماہنامہ "منبر" لاہور شمارہ ۴ جلد ۲۱ ماہ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ فروری ۱۹۷۹ء کے صفحہ ۱۰ کالم ۲ سطر ۲۲ تا ۳۵ اور کالم ۳ سطر ۱ تا مابعد میں تحریر فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:-

"ان بزرگ مجتہدین نے گزشتہ کئی سو سال سے اپنی روایات بنائی ہیں اور ان پہ کاربند رہتے ہیں اس میں ان کی طاقت عظمت اور اثر و نفوذ کا راز ہے مثلاً وہ امراء و ملوک کے پاس نہیں جایا کرتے۔ بلکہ امراء و ملوک ان کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ لبنان کے جید مجتہدین میں ایک بزرگ السید عبدالحسین شرف الدین ہو گزرے ہیں۔ جن کا انتقال ۲۰ سال قبل ہوا۔ ان کے علم و فضل کی بناء پر ایران میں ان کی بڑی قدر تھی۔ ایک زمانے میں جب شاہ ایران کے خلاف ہنگامے برپا ہوئے تھے تو شاہ نے السید عبدالحسین شرف الدین کے اثر و نفوذ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور انہیں

دعوت دی کہ وہ بیروت میں ان سے ملاقات کریں لیکن السید عبدالحسین شرف الدین نے معذرت کر دی۔ جب شاہ کا اسرار بڑھا اور ایرانی سفیر نے خود السید عبدالحسین کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ تجویز پیش کی کہ وہ بیروت تشریف لے چلیں اور کار میں تشریف رکھیں تاکہ شاہ ان کے پاس آئے اور ان سے نیاز حاصل کرے تو السید عبدالحسین نے صرف ایک جملہ لکھ کر بھیجا کہ

"اذا وجدت الملوک علی باب العلماء فنعم العلماء ونعم الملوک و اذا وجدت العلماء علی باب الملوک فبئس العلماء و بئس الملوک"

"یعنی جب بادشاہوں کو علماء کے دروازے پہ پاؤ تو کیا اچھا بادشاہ ہوگا، اور کیا اچھے علماء لیکن جب علماء بادشاہوں کے دروازے پہ جائیں تو بادشاہ بھی گئیا اور علماء بھی گئیا۔"

دوسرے دن یہ قول تمام لبنانی اخبارات کے صفحہ اول پر شہ سرخی بنا اور شاہ ایران دفات ذکر سکا۔ اسی طرح عراقی صدر حسن البکر نے بے حد کوشش کی کہ وہ نجف کے بزرگ ترین مجتہد مرحوم سید محسن الحکیم کو اپنے ہاں بلائے تو آیت اللہ محسن نے خود جانے سے انکار کر دیا بلکہ صدر کو بھی اپنے ہاں آنے سے منع کر دیا۔ ان دو مثالوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ مجتہدین کرام کس طرح اپنا وقار برقرار رکھتے ہیں اور کیونکہ حکمرانوں کو اپنے سے دور رکھتے ہیں۔"

جناب محترم سید سجاد حسین رضوی صاحب کے مضمون کا یہ اقتباس اس مقام پر ہم نے اس لئے نقل کیا ہے تاکہ پاکستان کے شیعہ عوام اپنے مجتہدین کے طرزِ عمل کا شیخ احمد احسائی کے طرزِ عمل کے ساتھ موازنہ کرکے فیصلہ کرنے کے قابل ہو سکیں کہ آیا شیخ احمد احسائی کا کردار ایک شیعہ مجتہد اعظم کا کردار ہے یا کسی بڑے اسرار جاسوس کا کردار ہے۔ جس نے مذہب شیعہ کی نیت کو کمزور کرنے کے لئے کسی استعماری قوت کے اشارے پر ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی۔ اب آپ کا فیصلہ کیا ہے؟

ہمارا فیصلہ

ہم اپنی یہ کتاب تمام مسلمانانِ پاکستان کی عدالت میں پیش کر رہے ہیں
ہم نے اپنی اس کتاب میں عقائد سے بحث نہیں کی ہے جیسا کہ ہم نے اس
کتاب کے آغاز میں عرض کر دیا تھا کہ ہم نے شیعہ حقہ جعفریہ اثنا عشریہ اور
شیخیوں کے عقائد کے فرق کے بیان کے لئے اپنی تین کتابیں

۱۔ الفرق بین الشیعۃ الحقہ والشیخیۃ المفصل
۲۔ آئینہ شیخیت
۳۔ نورِ محمد صلے اللہ علیہ و آلہ اور نور نبی و امام

کو مخصوص کر دیا ہے لہٰذا یہ کتاب عقائد کے اختلاف کا بیان کرنے والی کتاب نہیں ہے بلکہ اس کتاب میں صرف شیخ احمد احسائی کی ذات سے بحث کی گئی ہے۔ ہم نے اس کتاب میں رو سلسلے شیخیہ کے بیان کردہ اصول سیرت نگاری کو کامل ملحوظ نظر رکھا ہے۔ ہم نے اپنی اس کتاب کے آغاز میں شیخ احمد احسائی کا وہ رسالہ جو خود شیخ نے اپنے قلم سے اپنے بیٹے کی خواہش پر تصنیف کیا تھا سالم کا سالم شامل کر دیا ہے۔ تاکہ یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ شیخ کی کتاب سے کتر بیونت کر کے لا تقربوا الصلوٰۃ کی طرح حوالہ دے دیا ہے اس کے ساتھ ہی شیخ احمد احسائی کے فرزند شیخ عبداللہ نے جو اپنے باپ یعنی شیخ احمد احسائی

کی سوانح حیات تصنیف کی تھی وہ بھی سالم کی سالم اسی کتاب میں شامل کر دی ہے۔ اور اس میں بھی کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہیں ہے کہ لا تقربوا الصلوٰۃ کی طرح کتر بیونت کر کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ اور شیخ احمد احسائی اور شیخ عبداللہ کی تحریر کردہ سوانح حیات کی شیخ کے جانشین اول سید کاظم رشتی کی کتاب دلیل المتحیرین سے اور شیخیوں کے دونوں فرقوں یعنی شیخیہ رکنیہ کریم خانیہ کرمان اور شیخیہ احقاقیہ کویت کی کتابوں سے علیحدہ علیحدہ تائید پیش کی گئی ہے۔ اور شیخ احمد احسائی کے بارے میں دونوں فرقوں کی کتابوں سے علیحدہ علیحدہ ان کے اقوال پیش کر دیے ہیں۔

ہم نے شیخ کے بارے میں شیعہ علمائے اعلام مجتہدین عظام شیعہ مورخین اور شیعہ سیرت نگاروں اور انسائیکلوپیڈیاز کے جتنے بیانات پیش کئے ہیں وہ اس لئے نہیں ہیں کہ ہم نے ان کی بنیاد پر شیخ کی ذات کے لئے کوئی استدلال کیا ہے بلکہ یہ بیانات صرف اس لئے پیش کئے گئے ہیں کہ روسائے شیخیہ اور پیروان شیخ جن علمائے اعلام مجتہدین عظام مورخین سیرت نگاروں اور انسائیکلوپیڈیاز سے شیخ کی تعریف میں عبارات نکال نکال کر شیعوں کو دکھا رہے ہیں کہ انہوں نے ان کے شیخ کو بڑا عالم فاضل اور ماہر کامل وغیرہ لکھا ہے۔ انہوں نے ہی اپنی انہیں کتابوں میں شیخ کے افکار و نظریات و عقائد کے بارے میں وہ بیان لکھا ہے جو ہم نے پیش کر دیا ہے۔ اور کسی کے عالم فاضل ہونے کا اقرار اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ عالم فاضل شخص از روئے عقیدہ بھی درست ہے۔ اہل عرب کے فاضل ہونے میں کس کو انکار ہو سکتا ہے؟ وہ خود کو انتہائی فصیح و بلیغ سمجھتے تھے اور ساری دنیا کو اپنے مقابلے میں عجم یعنی گونگا کہتے تھے لیکن پیغمبر اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ کے لا الٰہ الا اللہ کے جواب میں یہ کہتے تھے اجعل الالٰھۃ الٰھاً واحداً۔ کیا اس نے سارے خداؤں کا انکار کر کے صرف ایک ہی خدا بنا دیا ہے۔ پس ان کی فصاحت و بلاغت کا اقرار اپنی جگہ ہے اور

ان کی گمراہی کا اطلاق اپنی جگہ جس طرح عربوں کی فصاحت و بلاغت اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ گمراہ نہیں تھے۔ اسی طرح شیخ احمد احسائی کا فلسفی ہونا اور عالم و فاضل، ماہر کامل ہونا بھی اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ اس نے اپنے اس فضل و کمال کو گمراہی کی ترویج میں صرف نہیں کیا تھا۔ چونکہ وکلائے علائق شیخ نے ان علماء و مجتہدین و مورخین کے بیان سے صرف شیخ کا عالم و فاضل و ماہر کامل و فلسفی وغیرہ ہونا تو اپنی کتاب میں دکھایا تھا۔ لیکن انہوں نے انہیں علماء و مجتہدین و مورخین اور سیرت نگاروں کے ان بیانات پر پردہ ڈال دیا تھا۔ اور ان کو بالکل ہی چھپا لیا تھا جو انہی علماء و مجتہدین و مورخین نے شیخ کے افکار و نظریات و عقائد کے بارے میں لکھے تھے لہٰذا ہم نے صرف انہیں علماء و مجتہدین و مورخین کے ان بیانات کو پیش کر دیا ہے۔ جو وکلائے علائق شیخ نے چھپا لئے تھے ان بیانات سے ہمارا مقصد شیخ کی ذات پر استدلال کرنا ہرگز ہرگز نہیں ہے ہم نے شیخ کے بارے میں جو کچھ فیصلہ کرنا ہے۔ وہ صرف خود اس کے اپنے بیان پر کرنا ہے۔

ہم نے خود اپنی اس کتاب میں شیخ کے ۴۸ علوم کا عالم ہونا اور شیخ کی تعریفوں کا بیان رؤسائے شیخیہ کی کتابوں سے نقل کیا ہے۔ اب اگر کوئی آئندہ زمانے میں ہماری طرف نسبت دے کر یہ کہنے لگے کہ دیکھو! حجۃ الاسلام آیۃ اللہ فی الانام العلم العالی و الفاضل الکامل مولانا و مقتدانا سیدنا السید الاعجب السید محمد حسین زیدی برستی نے ہمارے شیخ کی کتنی تعریف لکھی ہے تو ہم اس کا کیا بگاڑ لیں گے؟

قارئین محترم! من انم کہ من دانم۔ ہم نے اپنے نام کے ساتھ یہ القاب شیخیوں کی اس سیرت کو ملحوظ رکھتے ہوئے لگائے ہیں کہ جب وہ کسی کی کتاب سے شیخ کی تعریف نکال کر پیش کرتے ہیں تو مجھ جیسے لکھنے والوں کو بھی اپنے ایسے القابات سے نوازتے ہیں تاکہ شیخی عوام کو یہ دھوکا دے سکیں کہ دیکھو کیسے

کیسے بزرگ علماء نے شیخ کی کیسی کیسی تعریفیں لکھی ہیں۔ لیکن جب کوئی شیخ کی اصل حقیقت کا اظہار کر دیتا ہے تو پھر وہ خواہ کتنا ہی بڑا مجتہد کیوں نہ ہو اس کی ایسی مٹی پلید کرتے ہیں جیسے کہ وہ کچھ جانتا ہی نہیں اور اس کے ثبوت کے لئے مرزا علی الاسکوئی الاحقاقی کے مقالۃ الناصحۃ الزاجرۃ اور سنی الانتقاد علی اعتراضات العاملی کافی ہیں۔ جن میں دوسرے علماء شیعہ کے علاوہ فاضل العلامہ محسن الامین العاملی اور حجۃ الاسلام آیت اللہ فی الانام مرجع تقلید سلطان آقائے آغا بزرگ طہرانی کی ایسی مٹی پلید کی ہے کہ سابق کی تمام تعریفیں اس سے محو ہو گئی ہیں۔

لہٰذا ہم نے اپنے نام کے ساتھ جو القاب لکھے ہیں وہ اس پیش گوئی کے مطابق لکھے ہیں کہ جب شیخی حضرات ہماری اس کتاب سے شیخ کی تعریف میں ہماری طرف نسبت دے کر کوئی اقتباس پیش کیا کریں گے تو یہ القاب لکھا کریں گے۔ اور جب ان کو کوئی یہ بتلائے گا کہ سید محمد حسین زیدی برستی نے تو ان تعریفوں کو تمہاری ہی کتابوں سے نقل کیا ہے لیکن خود ان کا اپنا فیصلہ یہ ہے تو پھر عنوان وہ ہوگا جو شیخی مولوی لیاقت علی نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے۔

الضال المضل البرستی
علیہ ما علیہ

بہر حال شیخی حضرات آئندہ چل کر ہماری اس کتاب سے شیخ کی اتنی تعریفیں نکال کر دکھا سکیں گے کہ اتنی تعریفیں شاید آج تک کسی شیعہ عالم یا مورخ نے اپنی کتاب میں ان کے شیخ کے بارے میں دیکھی ہوں گی مگر ہم نے یہ سب تعریفیں شیخیوں کی کتابوں سے مقام استدلال میں نقل کی ہیں۔

لیکن ان سے جو بات ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں اور شیخ کے عقائد کے بارے میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ علیحدہ بات ہے۔ اگر کوئی شخص شیخ کے بارے میں ہمارے بیان کردہ فیصلہ کو چھپائے اور ہم نے شیخ کے جن افکار و عقائد و نظریات کا بیان کیا ہے اُن پر پردہ ڈال دے تو پھر شیخ کی تعریف میں جتنا مواد شیخیوں کو ہماری اس کتاب سے مل سکتا ہے اتنا کسی اور کتاب سے نہیں مل سکتا۔

اور ہمیں امید ہے کہ جیسی سابقہ جیسا شیخ حبیب حسین علی محفوظ کے مقدمہ سے جو فی الحقیقت شیخ کی مذمت کا ایک بحر عمیق ہے۔ غوطہ لگا کر ایک فقرہ شیخیوں کو دھوکہ دینے کے لئے پیش کر سکتا ہے حالانکہ اس ایک فقرے میں بھی مقدمہ طائفة والكفرة الاخرون تے چھپا ہوا ہے۔ تو ہماری اس کتاب میں تو شیخیوں کو شیخ کی تعریفوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر مل سکتا ہے۔ لیکن قارئین کرام فیصلہ کر سکتے ہیں کہ فی الحقیقت ہم نے کیا لکھا ہے؟

بہر حال ہم اپنی یہ کتاب مسلمانان پاکستان کی عدالت میں پیش کر رہے ہیں جس میں خود شیخ احمد احسائی شیخ کے فرزند شیخ عبداللہ اور بزرگ روسائے شیخیہ کے اصل بیانات پیش کر دیئے ہیں لہذا ہر صاحب عقل و شعور مسلمان کو اس کتاب کو کا بنظر عمیق مطالعہ کرنے کے بعد اپنا فیصلہ دینے کا اختیار ہے۔ اور چونکہ یہ حقیر بھی یکے از مسلمانان پاکستان ہے۔ لہذا ہمیں بھی اپنا فیصلہ پیش کرنے کا حق حاصل ہے۔ پس ہم شیخ احمد احسائی، شیخ عبداللہ سید کاظم رشتی اور شیخیوں کے دونوں فرقوں کے بزرگ روسائے شیخیہ کے بیانات کی روشنی میں درج ذیل فیصلے دیتے ہیں۔

۱۔ شیخ احمد احسائی اپنے لئے ایک مقام مقدس الہٰی کا مدعی تھا۔

۲۔ شیخ احمد احسائی برگزیدہ خدا ہونے کا مدعی تھا۔

۳۔ شیخ احمد احسائی خود کو مامور من اللہ سمجھتا تھا۔ اور مامور من اللہ ہونے

کا مدعی تھا۔

۴۔ شیخ احمد احسائی اس بات کا مدعی تھا کہ اس کی کلام میں غلطی یا خطا کا امکان نہیں۔

۵۔ شیخ احمد احسائی اپنے اوپر وحی و الہام ہونے کا مدعی تھا۔

۶۔ شیخ احمد احسائی عالم الغیب ہونے کا مدعی تھا۔

۷۔ شیخ احمد احسائی سرقدر الہٰی کا عالم ہونے کا مدعی تھا۔

۸۔ شیخ احمد احسائی تمام مخلوق سے افضل ہونے کا مدعی تھا۔

۹۔ شیخ احمد احسائی اپنا درجہ تمام مخلوق سے بلند اور اپنا رتبہ تمام انسانوں سے بالاتر ہونے کا مدعی تھا۔

۱۰۔ شیخ احمد احسائی قریٰ ظاہرہ ہونے کا مدعی تھا۔

۱۱۔ شیخ احمد احسائی رسول ہونے کا مدعی تھا۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ طاہرین کی طرف سے تمام شیعوں اور فقہائے شیعہ کی طرف بھیجا ہوا ایسا رسول تھا کہ انطاکیہ کی طرف بھیجے ہوئے حضرت عیسےؑ کے رسل تھے۔

۱۲۔ شیخ احمد احسائی اس بات کا مدعی تھا کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا بلکہ وہی کہتا ہے جس کی اس کو وحی ہوتی ہے۔ اور جس کا اس کو خدا کی طرف سے اذن ہوتا ہے۔

۱۳۔ شیخ احمد احسائی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ کی طرح اُمّی ہونے کا مدعی تھا یعنی اس نے اس دنیا میں کسی استاد سے نہیں پڑھا۔

۱۴۔ شیخ احمد احسائی کا دعوےٰ ہے کہ اس کا علم علم لدنی ہے۔

۱۵۔ شیخ احمد احسائی کا دعوےٰ ہے کہ اسے تمام علوم بذریعہ وحی و الہام اس کو تعلیم دیئے گئے ہیں۔

۱۶۔ شیخ احمد احسائی اس بات کا معتقد ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ کو جبرئیل کے ذریعہ وحی ہوتی تھی اور شیخ، نبی اکرم اور آئمہ طاہرین کے ذریعہ

وحی والہام ہوتا تھا۔

۱۷. شیخ احمد احسائی کا دعویٰ ہے کہ جبرئیل اندازہائے محمدی میں سے ایک اندازہ اور محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کی حالتوں میں سے ایک حالت کا نام ہے۔ یعنی جبرئیل کی مثال ایسی ہے جیسا کہ تمہارے دل میں کوئی بات پیدا ہو۔ مثلاً تم کوئی بات بھول جاؤ پھر جب تم سے وہ بات پوچھی جائے تو تم یہ کہو کہ مجھے معلوم نہیں ہے پھر تم اس بات کو یاد کرو۔ پس تم یہ کہو کہ ہاں مجھے اب یہ بات یاد آگئی اور یوں کہو کہ میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی۔ پس یہی خیال جو تمہارے دل میں آیا ہے جس نے تم کو وہ بھولی ہوئی بات یاد دلادی ہے یہ خیال کہاں سے آیا ہے؟ جو تم بھول چکے تھے۔ یقیناً یہ خیال تمہارے دل کی طرف سے آیا ہے جو تمہارا اپنا وجود ہے اور وہ خود تمہاری اپنی حقیقت ہے۔ جس نے اس آنے والے کو حاصل کیا اور وہ تمہاری عقل کی توجہ کا نام ہے۔ اس بات کی طرف جس کو تم نے بھلا دیا تھا۔ اور یہ بات تمہارے خیال میں آئی۔ پس تم نے اس کا تصور کیا۔ پس تم اس شخص سے جو تم سے اس مسئلہ کے بارے میں سوال کر رہا ہے، کہتے ہو کہ مجھے اب یہ خیال آیا۔ پس وہ آنے والا خیال تمہاری عقل کی توجہ کا نام ہے جس نے تمہارے دل سے اس مسئلہ کو اخذ کیا ہے۔ پس وہ تمہارے خیال کی طرف آیا یعنی اس نے تجربہ سے اخذ کیا ہے اور تیری [illegible] طرف آیا ہے۔

پس یہ وارد ہونے والا خیال ہی وہ جبرئیل ہے جس نے حقیقت محمدیہ کی عقل سے اخذ کیا ہے۔ اور ان کے پاس خیال کی صورت میں آیا ہے۔ یعنی ان کی طرف وحی لے کر۔

۱۸. شیخ احمد احسائی کا دعویٰ ہے کہ وہ جب بھی چاہتا ہے آنکھیں بند کرتے ہی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ اور ائمہ کرام میں سے جس امام کو

دیکھنا چاہتا تھا دیکھ لیتا تھا اور جو مسئلہ پوچھنا ہوتا تھا پوچھتا تھا۔ یعنی جس طرح محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کو جبرئیل کے ذریعہ وحی ہوتی تھی اسی طرح شیخ کو محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ اطہار کے ذریعہ وحی ہوتی تھی۔ یعنی جس طرح اس نے محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کے خیال اور تصور کو جبرئیل کہا ہے اسی طرح اپنے تصور اور خیال کو اس نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ طاہرین کا نام دیا ہے۔

۱۹. اگرچہ قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ جبرئیل بغیر حکم خدا کے نہیں آتا تھا اور پیغمبر پر وحی پیغمبر کی مرضی سے نہیں ہوتی تھی۔ مگر شیخ کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور آئمہ طاہرین کو اپنی مرضی سے جب اس کا دل چاہتا دیکھ لیا کرتا تھا۔ اور جو مسئلہ پوچھنا ہوتا تھا پوچھ لیا کرتا تھا۔ اور یہ بطور وحی والہام کے ہوتا تھا۔

۲۰. شیخ احمد احسائی کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کو جو وحی ہوتی تھی وہ خدا کی طرف سے ہوتی تھی اور آئمہ طاہرین یا نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ صرف درمیان میں وحی کا واسطہ تھے۔ اور جو کچھ خدا نے ان کے ذریعہ اس کو وحی کی ہوتی تھی اس کے بارے میں خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ کو کوئی اختیار نہیں تھا وہ فقط درمیان میں ایلچی گری کا کام کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو شیخ کی خود نوشت سوانح حیات جو اس کتاب کے ساتھ شامل ہے۔

۲۱. شیخ احمد احسائی کا دعویٰ ہے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے خدا کے حکم سے کہتا ہے اور محمد وآل محمد کی شان میں جو کچھ اس نے بیان کیا ہے وہ وہی ہے جو انہوں نے چاہا کہ میں بیان کروں۔

(حوالہ سابقہ متن میں ملاحظہ کریں)

۲۲. شیخ احمد احسائی کا دعویٰ ہے کہ میں کچھ بھی بیان نہیں کرتا مگر یہ

جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ اور آئمہ طاہرین نے مجھ سے کہا ہے اور انہوں نے خود بہ نفس نفیس مجھ کو اپنے تمام اقوال کی مراد کی تعلیم دی ہے۔

(حوالہ سابقہ صفحات میں ملاحظہ کریں)

قارئین کرام!

شیخ احمد احسائی کے دعووں کا شمار مشکل ہے اور کتنے دعوے ہیں ایسے جو خود اس نے بیان نہیں کئے کیونکہ جاہلوں میں ان کے سمجھنے اور برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

پس شیخ احمد احسائی اپنے دعووں کی روشنی میں صاف طور پر ایک مستقل مذہب کا پیشوا اور بانی ہونے کا مدعی نظر آرہا ہے۔ آپ اس مذہب کا جو چاہیں نام رکھیں لیکن شیعان حقہ جعفریہ اثنا عشریہ کے تمام علماء و مجتہدین و عوام نے جو شیخ کے زمانے میں تھے ان کا نام مذہب شیخیہ رکھا ہے جس طرح ہندوستان کے مامور من اللہ ہونے کے مدعی مرزا غلام احمد کے مذہب کا نام مسلمانانِ پاکستان نے مرزائی رکھا ہے لیکن ان دونوں میں تھوڑا سا فرق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ گو مرزا غلام احمد کا دعوے بھی یہی ہے کہ اس کو وحی ہوتی ہے مگر اس کا دعوے یہ ہرگز نہیں ہے کہ اس نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ سب کا سب وحی ہے اور جو کچھ اس نے کیا ہے وہ اذن خدا سے کیا ہے اور اس نے جتنے افکار و نظریات و عقائد پیش کئے ہیں وہ اس دعوے کے ساتھ پیش نہیں کئے ہیں کہ اس کے کلام میں کسی خطا یا غلطی کا امکان نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیروان شیخ اس کی کسی بھی بات کو غلط ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ وہ بات خواہ کتنی بھی غلط اور کتنی ہی فحش کیوں نہ ہو اس کی وہ یا تو اپنی طرف سے ایسی تاویل و توجیہ کریں گے جس کا شیخ کے کلام کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا۔ یا پھر یہ کہتے ہوئے کہ سب نے شیخ کی کتابیں دیکھی ہی نہیں ہیں۔ لہٰذا اس بات کا صریحاً انکار کر دیتے ہیں حالانکہ وہ بات

شیخ کے یہاں واضح طور پر موجود ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح مرزا غلام احمد کے دعاوی اور افکار کا ماننے والا ایک گروہ معرض وجود میں آیا ہے۔ اس سے بہت پہلے شیخ احمد احسائی کے دعاوی اور افکار کا ماننے والا ایک گروہ معرض وجود میں آچکا تھا۔

پس یہیں ماننا پڑے گا کہ اگر مرزائیت کوئی علیحدہ اور جدا مستقل مذہب ہے تو شیخیت بھی یقیناً ایک مستقل جدا اور علیحدہ مذہب ہے اور اگر شیخیت کوئی علیحدہ مستقل مذہب نہیں ہے تو پھر مرزائیت کو بھی کسی طرح جدا اور علیحدہ مذہب نہیں کہا جا سکتا۔

قارئین محترم: ہماری یہ کتاب چونکہ صرف شیخ کی ذات سے متعلق ہے۔ لہٰذا ہم نے اپنی اس کتاب میں صرف اس کی ذات سے ہی بحث کی ہے جہاں تک متعلقہ افکار و نظریات کا تعلق ہے اس کے لئے ہم نے علیحدہ مختلف کتابیں تالیف و تصنیف کی تھیں۔ جن میں سے پہلی کتاب "الفرق بین الشیعۃ الحقۃ والشیخیۃ المضلۃ" ہے۔ جس میں صرف عقائد اسلام یعنی اصول دین سے بحث کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ شیخ احمد احسائی نے کس طرح عقائد اسلام سے انحراف کیا ہے۔ اور کیسی کیسی ہیرا پھیری کے ساتھ توحید و عدل و نبوت و امامت و معاد کے نظریہ کو پلٹ کر رکھ دیا ہے۔

دوسری کتاب "آئینہ شیخیت" ہے۔ جس میں شیخ کی اکثر خرافات اور دین و ضروریات دین میں تبدیلی کا بیان کیا گیا ہے۔

تیسری کتاب "نور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ اور نور نبی و امام" ہے جس میں نور کے چار تصور جو شیعہ حقہ جعفریہ کی کتابوں میں اور شیخیوں کی کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ علیحدہ علیحدہ پیش کر دیئے گئے ہیں۔ نور کے دو تصور جو شیعہ حقہ جعفریہ اثنا عشریہ کی کتابوں میں ہیں۔ وہ بھی وضاحت سے پیش کر دیئے ہیں۔ اور نور کے وہ دو تصور جو شیخیوں کی کتابوں میں ہیں

وہ بھی تفصیل سے بیان کر دیتے ہیں۔ اور پھر انبیاء علیہم السلام اور آئمہ اطہار علیہم السلام کی توریع کے بارے میں جو اصل بحث ہے اس کو وضاحت کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔

لیکن اس مقام پر عقائد کے بارے میں ایک بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ایک عام آدمی جب کسی نکتہ نظر کا اظہار کرتا ہے تو وہ صرف اس کا ذاتی نکتہ نظر ہوتا ہے۔ اور وہ صرف علمی نکتہ نظر سے اپنی پہنچ کی حد تک اپنے نکتہ نظر کو بیان کرتا ہے۔ اس کو یہ دعوے نہیں ہوتا کہ اس نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ وحی ہے۔ اس کا یہ بھی دعوے نہیں ہوتا کہ اس میں کسی قسم کی غلطی یا خطا کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اس میں خود اس کی کوئی ذاتی غرض بھی پوشیدہ نہیں ہوتی۔ اس نے اپنی فکر کی حد تک اپنا نکتہ نظر پیش کیا ہوتا ہے۔ اور اس کی ہر شخص تردید کر سکتا ہے اور وہ اس کو ہر شخص جھٹلا سکتا ہے۔

لیکن وہ شخص جو وحی کا مدعی ہو وہ شخص جو مامور من اللہ ہونے کا مدعی ہو۔ اور وہ شخص جو اپنے اقوال میں کسی غلطی یا خطا کا راہ پانا ناممکن کہتا ہو تو اس کے افکار و نظریات و عقائد میں اس کے دعوے سے ثبوت کی اغراض بھی پوشیدہ ہوتی ہیں۔ اور اس کے ماننے والے آمنا و صدقنا کہنے کے سوا اس کی کسی غلطی کو تسلیم نہیں کر سکتے۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ پیغمبر اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ کی احادیث کے مطابق تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ کہ حضرت آخر الزمان امام مہدی علیہ السلام آخر زمانے میں ظہور فرمائیں گے۔

تمام مسلمانوں کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ حضرت عیلے زندہ ہیں اور وہ بھی امام مہدی علیہ السلام کے زمانے میں نزول فرمائیں گے۔

اب یہ تین نظریئے ہوئے۔ ۱۔ امام مہدی علیہم السلام کا ظہور۔

۲۔ حضرت عیلے علیہ السلام کا نزول ۳۔ حضرت عیلے علیہ السلام کا اب بھی زندہ ہونا۔

اب چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی خود مہدی موعود اور مسیح موعود ہونے کا مدعی ہے لہٰذا وہ بھی ان احادیث کو پیش کرتا ہے جن میں حضورؐ نے امام مہدی علیہ السلام کے آنے کی بشارت دی ہے اور ان احادیث کو بھی پیش کرتا ہے جن میں حضور نے حضرت عیلے کے آنے کی بشارت دی ہے مگر سب مسلمان یہ جانتے ہیں کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام اولاد فاطمہ سے ہوں گے اور حضرت عیلے علیہ السلام حضرت مریم کے بیٹے ہیں اور مہدی اور عیلے دو ہستیوں کے نام ہیں۔ اب یہ مرزا غلام احمد کی محنت ہے کہ اس نے ایسی روایات بھی تلاش کر لیں جس سے اس کے دعاوی کو ثابت کرنے میں مدد مل سکے۔ اور اسی محنت کی داد شیخ احمد احسائی کو بھی دی جا سکتی ہے کہ اس نے بھی ایسی روایات کے تلاش کرنے میں مدد مل سکے۔ بہرحال مرزا غلام احمد قادیانی جن روایات کو بڑے زور شور کے ساتھ پیش کرتا ہے وہ یہ ہیں۔

اول۔ لا مہدی الا عیلے۔ یعنی کوئی مہدی نہیں ہے سوائے عیلے کے یعنی صرف عیلے مسیح ہی نے آنا ہے اور انہیں کو مہدی کہا گیا ہے۔

دوسرے قرآن کہتا ہے اُف عتوفیک" پس وفات کا معنی مسلمان خواہ کچھ کرتے رہیں وہ بعض مسلمان علماء کے اقوال نقل کر کے کہتا ہے کہ عیلے مر گئے۔ اور جب عیلے مر گئے تو عیلے علیہ السلام کے آنے کی پیش گوئی صرف اسی صورت میں پوری ہو سکتی ہے کہ وہ ظلی یا بروزی شکل میں آئے گا۔ اور وہ امتی نبی ہوگا۔

اب لا مہدی الا عیلے جس نے بھی کہا اس کے کہنے میں اور اس شخص کے کہنے میں جو خود مہدی و عیلے بننے کا دعوے کر رہا ہو فرق ہے۔

اسی طرح عیلے کے مرنے کے بارے میں جس نے بھی کہا اس کے کہنے میں اور اس شخص کے کہنے میں جو مسیح موعود ہونے کا مدعی ہے فرق ہے۔

اور وہ فرق یہ ہے کہ پہلے جسے بھی کیا اس کے بارے میں صرف یہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کی اپروچ غلط ہے۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کے بڑھ چڑھ کر کہنے میں اور اس نظریہ پہ اصرار کرنے میں اپنے دعوے کو ثابت کرنے کی غرض بھی پوشیدہ ہے۔

اسی طرح شیخ احمد احسائی کے افکار و نظریات و عقائد کو جانچنے کے لئے آپ کو اس کے مذکورہ دعاوی کو مدنظر رکھنا ہوگا۔

خلاصہ کلام!

چونکہ شیخ احمد احسائی مامور من اللہ ہونے کا مدعی ہے اور اس نے جتنے بھی افکار و نظریات و عقائد پیش کئے ہیں وہ اس کی وحی و الہام کی بنیاد پہ تمام اسلامی عقائد کی بتدیل شدہ شکل ہے اور لوگوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اس کو اس کے دعوے کے مطابق مامور من اللہ سمجھتے ہوئے اور اس کو اپنا پیشوا مانتے ہوئے ——— وہ ایسا پیشوا جس کے ساتھ قیامت کے دن وہ اٹھائے جانے کے خواہش مند ہیں۔ ملاحظہ ہو علل اربعہ و اصول دین ——— اس کے افکار و نظریات و عقائد کے پیرو ہیں لہذا شیخ احمد احسائی کے نام کی نسبت سے مذہب شیخیہ ایک جدید بالکل علیحدہ اور نیا مذہب ہے۔ اور شیخ احمد احسائی اس نئے مذہب کا بانی ہے۔

جہاں تک شیخ احمد احسائی کی سرگرمیوں کا تعلق ہے جس کو شیخ کے فرزند شیخ عبداللہ نے اپنی کتاب شرح احوال شیخ احمد احسائی میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جس کو دیکھتے ہوئے شیخ احمد احسائی کا کردار ایک شیعہ عالم کی نسبت لارنس آف عربیہ کی طرح ایک جاسوس کے کردار سے زیادہ مشابہ ہے۔

عکس مکتوب سید حسن علی صاحب علی پوری

۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدومی و مخلصی زیدی صاحب قبلہ دام ظلکم و حفظکم اللہ

سلام علیکم۔ مزاج گرامی

اللہ تعالیٰ آپکو اجر جزیل عطا فرمائے کہ آپ نے پاکستان میں شیخیت کا احتساب کیا اور اس طرح بہت سے چہرے بے نقاب ہوگئے۔ ورنہ اس سے پہلے بہت سے سادہ لوح عوام اس فرقہ ضالہ و مضلہ کے دام تزویر میں گرفتار ہوکر شیخیت ہی کو شیعیت سمجھنے لگے تھے۔ آپ نے ملت جعفریہ کو حقائق سے روشناس کراکے قدم پہ احسان عظیم کیا ہے۔ اس فتنہ کی سرکوبی آپ کا جہاد ہے جس پر آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

بیس برس قبل علامہ مرزا احمد علی مرحوم کا کتابچہ تجلیات جواب دیباچہ پڑھا تھا اور انہی دنوں سے میں اس سلسلے میں مزید تحقیقی لٹریچر کی جستجو میں تھا مگر کہیں سے دستیاب نہ ہوتا تھا۔ ۱۹۸۲ء میں جب آپ نے رضا کار میں پہلا مضمون لکھا تو میری امید بر آئی۔ رضا کار میں شائع شدہ آپکی تحریروں کا ایک ایک حرف میں پڑھتا رہا اور اس طرح میری معلومات میں اضافہ ہوتا رہا۔ سچ تو یہ ہے آپ میرے عہد کے ان بزرگ افاضل میں ہیں جن کے

تبحر علمی اور فکری صلاحیتوں سے میں متاثر ہی نہیں بلکہ

مرعوب ہوں۔

مگر کافی عرصہ سے آپ خاموش ہیں آپ کی کوئی

تحریر کسی اخبار میں نظر نہیں آئی اس سکوت کا سبب کیا ہے؟

کیا اس موضوع پر مضامین کے علاوہ آپ نے کوئی کتاب بھی

تحریر فرمائی ہے؟

آج جبکہ عالم اسلام کے سر پر اشتراکیت اور لادینیت کے

منحوس سائے منڈلا رہے ہیں، علمائے حق پر لازم کہ نسل جدید کو

معصومین المعاصرین کی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔

آپ چونکہ یہی مقدس فریضہ سرانجام دے رہے ہیں

اس لئے مجھے آپکی نگارشات سے دلی شیفتگی ہے

اور میں آپکا دیرینہ عقیدت مند اور حلقہ بگوش ہوں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپکا سایہ مخلصین کے سروں

پر قائم و دائم رکھے۔ آمین بحق طاہرین علیہم السّلام

والسّلام

سید حسین علی زیدی فاتح واسطی

علی پور ضلع مظفر گڑھ

عکس مکتوب دار التبلیغ اسلامی قم ایران۔

منجانب آیت اللہ العظمیٰ محمد کاظم شریعتمدار

دار التبلیغ اسلامی

(دایرہ انتشارات)

تاریخ 21.12.74

شمارہ 5973.A.

پیوست —

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مستطاب جناب آقای السید محمد حسین زیدی دامت افاضاتکم

سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

[illegible]

با تقدیم احترام

ترجمہ

حضرت مستطاب جناب آقای سید محمد حسین زیدی دامت افاضاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مرکار کا خط مجتہد اعظم آیت اللہ العظمیٰ

الحاج آقا سید محمد کاظم شریعتمدار مد ظلہ العالی کے نام موصول ہو کر ملاحظہ ہوا سرکار

کی دینی خدمات قابل قدر ہیں ہمیں امید ہے کہ جناب عالی حضرت ولی عصر عجل اللہ فرجہ

کے پیروں میں سے ہیں ہم خداوند تعالیٰ سے سرکار کی توفیقات کے خواستگار ہیں۔

[illegible]

دستخط

مولف کی تالیفات ایک نظر میں

نمبر	نام کتاب	طبع		
1	شیخ احمد احسائی مسلمانان پاکستان کی عدالت میں	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
2	شیعہ جنت میں جائیں گے مگر کونسے شیعہ	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
3	تبصرۃ الھموم علی اصلاح الرسوم وایضاح الموھوم	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
4	شیعہ علماء سے چند سوال	طبع دوم	مطبوعہ	موجود ہے
5	نور محمد ﷺ اور نوح نبی وامام	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
6	شیخیت کیا ہے اور شیخی کون	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
7	العقائد الحقیہ والفرق بین الشیعہ والشیخیہ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
8	خلافت قرآن کی نظر میں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
9	امامت قرآن کی نظر میں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
10	ولایت قرآن کی نظر میں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
11	حکومت الہیہ اور دنیاوی حکومتیں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
12	فلسفہ تخلیق کائنات در نظر قرآن	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
13	شیعہ اور دوسرے اسلامی فرقے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
14	شعار شیعہ اور رمز تشیع کیا ہے اور کیا نہیں ہے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
15	بشریت انبیاء ورسل کی بحث	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
16	تحفہ اشرفیہ بجواب تحفہ حسینہ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
17	آیت سخرہ قرآن کا درس توحید	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
18	معجزہ اور ولایت تکوینی کی بحث	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
19	شریعت کے مطابق تشہد کیسے پڑھنا چاہیے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
20	سوچیے کل کے لیے کیا بھیجا ہے	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
21	سراب آزادی یا غلامی کی پرفریب زنجیریں	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
22	پاکستان میں ملت جعفریہ کا سیاسی کردار	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
23	شیخیت کا شیعیت اور شیعہ علماء سے ٹکراؤ	طبع اول	مطبوعہ	موجود ہے
24	شیعہ عقائد کا خلاصہ	کمپوز	ہو گئی	ہے
25	حضرت آدم علیہ السلام آئینہ سیرت وکردار انبیاء	کمپوز	ہو گئی	ہے